الاتحاد الإسلامي العالمي
للمنظمات الطلابية

شرح اربعین نووی

مع عربی متن و شرح اردو

امام ابوزکریا محی الدین النووی

مترجم و شارح
مفتی محمد عاشق الٰہی المدنی

شرح اربعین نووی

مع
عربی متن و شرح اردو

متن

الاربعين النوويّة

باللغة الاوردية

الطبعة الثانية

الاتحاد الاسلامي العالمي
للمنظمات الطلابية
١٤٠٥هـ - ١٩٨٥م

شرح اربعین نووی ؒ

مع

عربی متن و شرح اردو

عربی تصنیف
امام ابوزکریا محی الدین النووی

اردو ترجمہ و شرح
حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مدظلہ
استاذ حدیث دارالعلوم کراچی

شارح صحیح مسلم حضرت امام نووی ؒ کی منتخب فرمودہ چالیس احادیث نبویہ کا بہترین اور مستند مجموعہ جو اصول اسلام اور اصلاحی مضامین پر مشتمل ہیں۔ عام مسلمانوں، خصوصاً طلبہ اور واعظین کے لئے بیش قیمت تحفہ ہے۔

I.I.F.S.O.
1405 A.H. — 1985 A.D.

تقریظ از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ **امابعد** شارح مسلم حضرت امام نووی ؒ مشہور محدث ومصنف اور ولی کامل مشہور ہیں۔ انھوں نے بہت سی کتابیں حدیث اور فقہ میں لکھیں۔ دو جلدوں میں انکی ضخیم شرح مسلم معروف ومتداول ہے۔ سارے عالم کے مسلمان اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ اصلاح اخلاق اور اصلاح اعمال کے لئے بھی انھوں نے بہت مقبولِ عام کتابیں لکھی ہیں جن میں ریاض الصالحین اور چہل حدیث بہت معروف ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ایسی ہیں کہ ہر گھر میں ان کا رہنا ضروری ہے۔ ان دونوں کے ترجمے بھی شائع ہو گئے ہیں۔ جو مختلف اداروں سے شائع ہوئے ہیں۔

محبی ومحبی جناب مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری (جو اور بھی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں) انھوں نے "اربعین نووی" کا با محاورہ سلیس ترجمہ لکھا ہے اور ساتھ ہی بہت مفصل تشریح کی ہے۔ مولانا کو چونکہ بہت سے دینی اسفار پیش آتے رہے ہیں، اور عوام وخواص کے ساتھ گھل مل کر رہنا ہوا ہے اور اکابر کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہے اس لئے لوگوں کے احوال پر وسیع نظر رکھتے ہیں۔ اسی لئے احادیث شریفہ کی روشنی میں بہت کھل کر معاشرے کے بگڑے ہوئے احوال کی نشان دہی کی ہے۔ اور جگہ جگہ اصلاح حال کے طریقے بتائے ہیں۔ اور دین وشریعت پر چلنے کے لئے اپنے مخصوص انداز میں ناظرین وقارئین کو ابھارا ہے۔ میں تمام مسلمانوں سے اس ترجمہ اور شرح کے مطالعہ کرنے اور مجلسوں میں سُنانے کی اپیل کرتا ہوں۔ اللہ جل شانہٗ جناب مصنف اور مترجم اور ناشر کتاب عزیزم مولوی محمد رضی عثمانی ناظم دارالاشاعت کراچی کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ والتوفیق بید اللہ الکریم۔

بندہ محمد شفیع

صدر دار العلوم کراچی

فہرست مضامین

تمت بالخیر

مقدمہ

از حضرت ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ العالی ۔ مئو اعظم گڑھ ۵ رجب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

احادیث نبویہ کے مجموعوں میں ایک قسم وہ ہے جس کو "اربعین" کہتے ہیں ۔ اس لئے کہ ان میں چالیس حدیثیں مذکور ہوتی ہیں ۔ اس قسم کا سب سے پہلا مجموعہ بقول ملا کاتب چلپی حضرت عبداللہ بن المبارک المتوفی ۱۸۱ھ نے لکھا ۔ اور ان کے بعد اس قسم کی بے شمار تالیفات عالم وجود میں آئیں ۔ ان میں سے کم و بیش ستر اربعینوں کو نام بنام ملا کاتب نے کشف الظنون میں ذکر کیا ہے ۔ اربعینات کی اس فہرست کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے ائمہ اور حفاظ نے اربعین کے نام سے کتاب لکھی ہے ۔ مثلاً (۱) محمد بن اسلم طوسی المتوفی ۲۴۲ھ (۲) حافظ دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ (۳) حافظ ابوبکر آجری المتوفی ۳۶۰ھ (۴) امام ابوعبداللہ حاکم صاحب مستدرک المتوفی ۴۰۵ھ (۵) ابوسعید مالینی المتوفی ۴۱۲ھ (۶) حافظ ابونعیم اصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ (۷) حافظ ابوبکر بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ (۸) ابوعثمان صابونی المتوفی ۴۴۹ھ (۹) حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ (۱۰) حافظ ابوطاہر سلفی المتوفی ۵۷۶ھ (۱۱) حافظ شمس الدین جزری المتوفی ۸۳۳ھ (۱۲) حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ ۔

ان میں سے حافظ ابوطاہر سلفی کی "الاربعون البلدانیہ" کی شہرت محدثین میں بہت تھی جس میں انھوں نے چالیس مختلف شہروں کے چالیس محدثوں کی بیان کی ہوئی چالیس حدیثیں ذکر کی ہیں ۔ اس کے علاوہ ابن عساکر کی "الاربعون الطوال" کو بھی شہرت حاصل تھی ۔

اربعین لکھنے کا یہ طویل سلسلہ اور اس باب میں تالیفات کی یہ کثرت

محض اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ اس کی محرک ایک حدیثِ نبوی ہے جو چالیس حدیثوں کے لکھنے یا ان کو امت تک پہنچانے کی ترغیب میں وارد ہوئی۔ اور وہ یہ ہے۔

من حفظ علیٰ امتی اربعین حدیثا من امر دینها بعثه الله فقیها عالما۔

ترجمہ:۔ جو شخص میری امت کے فائدے کے لئے دین کے کام کی چالیس حدیثیں سنا دیگا اور حفظ کریگا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عالموں اور شہیدوں کی جماعت میں اُٹھاویگا۔

حدیث اربعین کی تحقیق یہ حدیث الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت انسؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت ابوسعیدؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابومسعودؓ، حضرت ابوامامہؓ، حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ اور حضرت ابن عمروؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی روایات سے مختلف کتب میں منقول ہے اس کے تمام طرق کو حافظ ابن حجر نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے لیکن اس کا کوئی طریق ضعف اور علت سے خالی نہیں ہے اسی لئے ملا کاتب چلپی نے لکھا ہے واتفقوا علی انه حدیث ضعیف وان کثرت طرقه[1] (محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ وہ بہت سے طریقوں سے مروی ہے) اور امام بیہقی نے فرمایا ھو متن مشهور ولیس له اسناد صحیح[2] (اس حدیث کا متن مشہور ہے مگر اس کی کوئی اسناد صحیح نہیں ہے) اور امام نووی نے فرمایا طرقه کلها ضعیفة ولیس بثابت[3] اور حافظ ابن حجر نے فرمایا جمعت طرقه فی جزء لیس فیها طریق تسلم من علة قادحة[4] (میں نے اس کے طرق ایک جزء میں جمع کر دئیے ہیں مگر اس میں کوئی طریق علتِ قادحہ سے خالی نہیں ہے)

باایں ہمہ یہ حدیث بالکل جعلی اور موضوع نہیں ہے بلکہ صرف ضعیف الاسناد ہے۔ اور چونکہ اس کا تعلق کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے سے

---

[1] کشف الظنون ص۵۲ ج۱ [2] [3] [4] تذکرۃ الموضوعات ص۲

نہیں ہے بلکہ ایک ایسے کام کا ذکر اس میں ہے جس کو کیجئے تو ثواب، نہ کیجئے تو کوئی گناہ نہیں۔ اس لئے محدثین کے اس اصول کی بنا پر کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی قبول کی جاسکتی ہے، ائمہ و حفاظ محدثین نے اربعین کے نام سے کتابیں لکھیں۔

اربعین نووی ؒ

اوپر میں بتاچکا ہوں کہ اربعین کے نام سے تقریباً ہر دور میں کتابیں تصنیف ہوئیں اور ان میں سے بعض کو شہرت بھی حاصل ہوئی لیکن ساتویں صدی ہجری کے بعد سے جو شہرت و مقبولیت امام نووی ؒ کی اربعین کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہ ہوسکی۔

اربعین نووی ؒ کی شرحیں

اس کتاب کی خداداد مقبولیت کی ایک کھلی دلیل یہ ہے کہ علماء اسلام نے اس پر خاص طور سے توجہ دی اور نہایت کثرت سے اس کی شرحیں لکھی گئیں۔ ملا کاتب چلپی نے اس کے شراح میں حسب ذیل ائمہ اور علماء کے نام گنوائے ہیں۔

(۱) حافظ ابن رجب حنبلی المتوفی ۷۹۵ھ (۲) نجم الدین طوفی حنبلی المتوفی ۷۱۶ھ (۳) تاج الدین فاکہی المتوفی ۷۳۱ھ (۴) جمال الدین سرائی تبریزی المتوفی ۷۴۶ھ (۵) امام ابوالعباس اشبیلی المتوفی ۶۹۹ھ (۶) ابوحفص بلبیسی شافعی۔ ان کی شرح کا نام فیض المعین ہے (۷) برہان الدین احمد بن ابراہیم خجندی حنفی مدنی المتوفی ۸۵۱ھ (۸) شہاب احمد گازرونی۔ ان کی شرح کا نام ہادی المسترشدین ہے۔ (۹) شیخ زین الدین سریجا ملطی المتوفی ۷۸۸ھ (۱۰) شیخ ولی الدین۔ ان کی شرح کا نام الجواہر البہیۃ ہے (۱۱) حافظ مسعود بن منصور علوی ان کی شرح کا نام کافی ہے۔ (۱۲) معین بن صفی (۱۳) علامہ مصلح الدین لاری المتوفی ۹۷۹ھ ان کی شرح کی نسبت ملا کاتب چلپی کا خیال ہے کہ اس کے مقابل میں دوسری شرحیں بے جان ہیں (۱۴) شیخ ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۳ھ ان کی شرح کا نام الفتح المبین ہے (۱۵) نور الدین ایجی۔ ان کی شرح کا نام سراج الطالبین و منہاج العابدین ہے۔ (۱۶) ملا علی قاری حنفی

المتوفی [illegible]ھ انھوں نے دو شرحیں لکھی ہیں اور ان کی شرح کی نسبت ملا کاتب چلپی نے لکھا ہے اظنہ فاق الجمیع (میرا خیال ہے کہ ان کی شرح سب سے فائق ہے)۔ (۱۷) شیخ سراج الدین بن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ (۱۸) شیخ علی بن میمون مغربی المتوفی ۹۱۷ھ۔

ان میں سے ابن حجر کی شرح الفتح المبین اور ملا علی قاری کی شرح المبین المعین لفہم الاربعین اور حافظ ابن رجب کی شرح جامع العلوم والحکم اور الجواہر البہیہ چھپ چکی ہیں۔

مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی اس کتاب کی شرحیں اور اس پر حواشی لکھے ہیں۔ مثلاً علامہ شیخ عبداللہ شبراوی کا حاشیہ مطبوعہ مصر، شیخ ہاشم شرقاوی کی شرح مطبوعہ مصر، المجالس السنیہ فی الکلام علی الاربعین النوویۃ تالیف شیخ فشنی مطبوعہ مصر، الفتوحات الوہبیہ بشرح الاربعین النوویہ تالیف ابراہیم شبرخیتی المتوفی ۱۱۰۶ھ مطبوعہ مصر، اور حاشیہ شیخ حسن مدابغی مطبوعہ مصر۔ شرح وحواشی کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تخریج بھی لکھی ہے جس کا نام ہے تخریج الاربعین النوویہ بالاسانید العالیہ۔

اس مختصر بیان سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس کتاب کو کتنی مقبولیت بخشی ہے اور جتنی وہ مقبول ہوئی اسی قدر اس سے نفع پہنچا۔ یہ سب اس کے جامع کی نیک نیتی اور خلوص کا نتیجہ ہے۔ حافظ ابن رجب نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ فاشتہرت ونفع اللہ سبحانہ وتعالیٰ ببرکۃ نیۃ جامعہا

انتخاب احادیث میں امام نوویؒ کا نقطۂ نظر اور ان کا التزام

امام نوویؒ نے انتخاب احادیث میں اپنا نقطۂ نظر خود ہی واضح کر دیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ علماء متقدمین میں سے کسی نے اصول دین کی چالیس حدیثیں جمع کیں، کسی نے فروع کی، کسی نے ترغیب جہاد کی، کسی نے ابواب زہد کی اور کسی نے

آداب وغیرہ کی۔ مگر میں نے ان سب سے اہم بات کو سامنے رکھ کر انتخاب کیا۔ یعنی ایسی چالیس حدیثیں منتخب کیں جو ان سب پر مشتمل ہوں اور ہر حدیث بجائے خود قواعدِ دین میں سے ایک قاعدۂ عظیمہ ہو اور علما نے اس کو مدارِ اسلام یا نصف وثلثِ اسلام (اسلام کا آدھا یا تہائی) قرار دیا ہو اور اس کے ساتھ میں نے اس کا التزام بھی کیا ہے کہ وہ حدیثیں صحیح ہوں بلکہ اکثر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثیں ہوں۔

حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ حافظ ابوعمر بن الصلاح نے ایک مجلس املاء منعقد کی اور اس کا نام مجلسِ احادیثِ کلیہ رکھا۔ اس میں انھوں نے ایسی حدیثیں املا کیں جن کو مدارِ دین کہا جاتا ہے۔ یا ایسے مختصر جامع کلماتِ نبوی جو ان کے اہم معنی ہوں۔ ان احادیث کی تعداد انتیس ۲۹ تھی۔ امام نووی نے انھیں احادیث کو لے کر اور اسی طرح کی مزید تیرہ ۱۳ حدیثوں کا اضافہ کر کے یہ کتاب تحریر فرمائی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

امام نووی ساتویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ محدث وفقیہ بلکہ ان فنون کے امام اور نہایت عابد وزاہد بزرگ تھے۔ شیخ صلاح الدین سبکی نے ان کو شیخ الاسلام، استاد المتاخرین کے عنوان سے اور حافظ ذہبی نے امام، حافظ واحد، شیخ الاسلام، علم الاولیاء کے القاب سے یاد کیا ہے۔ دنیا اور لذائذ دنیا سے بالکل کنارہ کش تھے۔ موٹا پہنتے تھے اور موٹا کھاتے تھے اور نہایت عسرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ چھوٹا سا معمولی عمامہ باندھتے تھے۔ لباس بے دھلے سوت کے کپڑے کا ہوتا تھا اس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ پھل کوئی نہیں کھاتے تھے کہ دمشق کے باغ کثرت سے وقف کے باغ ہیں اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں کہ ان کو تصرف کا حق نہیں۔ پھر ان باغوں کا معاملہ بھی بصورت مساقات ہوتا ہے جو مختلف فیہ ہے اس لئے میرا جی نہیں چاہتا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے علم بردار تھے۔ قلوب میں ان کی ایسی ہیبت تھی کہ دار العدل میں چند باران کا سامنا الملک الظاہر سے ہوا تو وہ کہتا تھا کہ میں ان کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہوں۔

حاصل یہ کہ امام نووی اعلیٰ درجہ کے عالم باعمل اور ولی کامل تھے۔ درس علم دین کے ساتھ تصنیف کا مشغلہ بھی برابر جاری تھا۔ ان کی شرح مسلم آج بھی مدرسین و طلبائے حدیث کے لئے مشعلِ راہ ہے اور چونکہ ایک مدت سے مسلم کی کوئی دوسری شرح متداول نہ تھی اس لئے فنِ حدیث کا کوئی معلم و متعلم ایسا نہیں جو امام نووی کا مرہونِ منت نہ ہو، اس کے علاوہ اور بہت سی تصنیفیں ان کی یادگار ہیں، ان میں سے کتاب الاذکار، کتاب الاربعین، تہذیب الاسماء واللغات، کتاب المبہمات اور تقریب زیادہ مشہور ہیں اور سب طبع ہو چکی ہیں۔

۶۳۱ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔

تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ میں اُن کے فضل و کمال اور علوِ شان کی تفصیل بیان کرنے کی بجائے اپنے والد کے دو شعر لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ ان شعروں کا قصہ یہ ہے کہ جب ۷۴۲ھ میں دار الحدیث اشرفیہ کے ملحق مکانات میں میرے والد کی سکونت تھی اور وہ رات کو ایوان دار الحدیث میں تہجد پڑھنے جایا کرتے تھے تو دار الحدیث کے فرش پر اپنا منہ ملتے تھے اور روتے تھے[۱]

وفی دار الحدیث لطیف معنی — الی بسط لها اصبو و آوی

عسیٰ انی امس بحر وجھی — مکاناً مسہ قدم النواوی

حاصل ان شعروں کا یہ ہے کہ دار الحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفتگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام پر بھی پہونچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔

امام نووی ۶۶۵ھ سے ۶۷۶ھ تک دار الحدیث اشرفیہ کے شیخ رہے ہیں۔

اربعین نووی کا ترجمہ

اربعین نووی کی مذکورہ بالا خصوصیات اور اس کی افادیت و مقبولیت کے پیشِ نظر اردو میں اس کے متعدد ترجمے

---

[۱] وفی بعض الکتب لعلی ان امس ۱۲

شدید ضرورت تھی۔ بالخصوص اس دورِ پرفتن میں جبکہ مسلمان دین سے بیگانہ اور معلوماتِ مذہبی سے نابلد ہوتے چلے جارہے ہیں اور ملحدانہ افکار وخیالات کی اشاعت بہت قوت کے ساتھ ہورہی ہے، وقت کی ضرورت کا شدید تقاضا ہے کہ صحیح دینی معلومات کی اشاعت بھی اسی زور وقوت کے ساتھ کی جائے اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ مستند اور نافع کتابوں کے تراجم شائع کئے جائیں۔ بالخصوص احادیث نبویہ کے ایسے مختصر مجموعوں کے تراجم کی اشاعت ازبس مفید ہوسکتی ہے جن میں دین کی اصولی باتوں اور اخلاق وآدابِ اسلام کا بیان ہو۔

مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری ہم سب کی طرف سے مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس ضرورت کا بروقت احساس فرمایا اور اربعین نووی کا نہایت صاف ستھرا ترجمہ لکھ کر اس "فرض کفایہ" کو انجام دیا۔

مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ مولانا نے صرف ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ احادیث کی توضیح وتشریح بھی شرح وبسط کے ساتھ فرمائی ہے اور جگہ جگہ مناسب موقع فوائد کے اضافہ کے ساتھ ساتھ بہت سے غلط خیالات اور غیر دینی رجحانات اور نامشروع اعمال پر مصلحانہ انداز میں کلام فرمایا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ مولانا کی یہ تصنیف بہت سے لوگوں کے لئے ذریعہ ہدایت ثابت ہوگی۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ جزاء مکافیا لسعیہ۔

اخیر میں ہم ناشران کو بھی مبارکباد پیش کرنا چاہتے ہیں کہ انھوں نے مفید تصنیف شائع کرکے مسلمانوں کے لئے استفادہ کا موقع بہم پہونچایا۔ حق تعالیٰ اس ادارہ کو اس قسم کی مزید خدمات کی توفیق عطاء فرمائے۔

واللہ المسئول ان یوفقنا لما یحبہ ویرضاہ

وھو حسبنا ونعم الوکیل

دیباچہ

از حضرت شاہ ظلہٗ

اللّٰھم لک الحمد یا قیوم السمٰوٰت والارضین رافع درجات العالمین مرسل الانبیاء والمرسلین صلوٰت اللّٰہ وسلامہ علیہم اجمعین لاسیما علی افضلھم وآخرھم وخاتمھم حبیب رب العٰلمین محمد المصطفیٰ من بین الناس کافۃ العربیین والاعجمیین الذی اوتی جوامع الکلم ومنابع الحکم وعلوم الاولین والآخرین وعلیٰ آلہ واصحابہ وخلفائہ الناشرین لعلومہ والناصرین لدینہ المتین وعلی من تبعھم باحسان وخلفھم بالصدق والاخلاص فی العلوم والاعمال التائبین للدین من المحدثین والعلماء الکاملین والصوفیۃ الصالحین۔

اما بعد اس حقیر وناچیز پر اللہ پاک کے بے انتہا احسانات وانعامات میں دولتِ ایمان واسلام کے بعد علوم قرآن وحدیث کی نعمت اور اس نعمت عظیمیٰ کی خدمت واشاعت اور تبلیغ وتدریس ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا شکر کیس زبان وقلم اور کس روح وجسم سے ادا کروں، اس نے مجھے علوم قرآن وحدیث سے خاص لگاؤ عطا فرمایا ہے۔ اور اس سلسلے میں حفظِ کامل کے ساتھ حفظِ وافر سے بھی نوازا ہے۔ حفظ قرآن مجید کے لئے تو اس ناچیز کو معمولی سی سعی بھی بچپن میں کرنی پڑی۔ لیکن بے شمار احادیث شریفہ بغیر کسی محنت وجہد کے ذہن پر مرتسم ہوتی چلی گئیں اور الحمد للہ مزید اضافہ ہی ہے۔ پھر اس حفظ و یادداشت کے ساتھ حدیث کے علوم ومعارف ونکات وفوائد کا القا فرمانا نعمت پر نعمت ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

؂ شکرِ نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو   عذرِ تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما

مزید کرم عظیم قاسم الارزاق والعلوم جل شانہ کا یہ ہے کہ علوم قرآن وحدیث کی تعلیم وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کے لئے احقر کا سینہ کھول دیا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ اس سلسلے میں اس عاجز کے قلم سے کثیر تعداد میں چھوٹے موٹے رسالے لکھے جا چکے ہیں جو عوام وخواص میں بے حد مقبول ہیں اور اس عمومی نافعیت اور مقبولیت کو مقبول عند اللہ الکریم ہونے کی دلیل سمجھتا ہوں۔

یہ کتاب جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے حضرت امام نووی رحمہ اللہ کی "چہل حدیث" المعروف بالاربعین النوویہ کا ترجمہ اور شرح ہے۔ حضرت موصوف ساتویں صدی ہجری کے باخدا عالم، عارف وعابد، متقی اور زاہد تھے۔ ان کی کتابیں عوام وخواص میں بے حد مقبول ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور صحیح مسلم شریف کی ضخیم شرح ہے۔

ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین اور اربعین نوویہ ان کی تالیفات میں دو ایسی اہم کتابیں ہیں جن کے پڑھنے سے طاعات کے جذبات بیدار ہوتے ہیں اور زہد واتقاء عبادت وریاضت کی طرف طبعی میلان ہوتا ہے دل کی آواز ہے کہ موصوف نے ان دو کتابوں کو بہت ہی اخلاص کے ساتھ امت کا حال زبوں دیکھ کر دکھے دل سے لکھا ہے۔

احقر کا ارادہ تھا کہ ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ وشرح لکھ کر ہدیۂ ناظرین کروں لیکن ابھی شروع نہ کرنے پایا تھا کہ ملتان سے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب کا والا نامہ اربعین نوویہ کا ترجمہ وشرح لکھنے کے متعلق پہونچا۔ کچھ ایسا اثر ہوا کہ والا نامہ پڑھ کر لکھنا شروع کر دیا۔ شروع کرنے میں تو دیر نہ لگی مگر اختتام تک پہونچنے میں تقریباً پانچ برس گذر گئے۔ کثرت اسفار اور تعلیمی خدمات اور دیگر تالیفات کی تکمیل وترتیب اور دیگر عوارض کی وجہ سے اتنی تاخیر ہوئی۔ مگر الحمد للہ العظیم دیر آید درست آید کا مصداق بن کر ترجمہ وشرح مفید ترین مجموعہ کی صورت میں ناظرین کے سامنے آیا۔ اس مجموعہ کو میں نے سفر میں بھی لکھا ہے اور حضر میں بھی، ریل میں بھی اور گھر میں بھی۔ اس دوران میں وطن اقامت بھی بدلتے

رہے۔ جب لکھنا شروع کیا تھا تو بستی حضرت نظام الدین اولیار رحمہ اللہ تعالےٰ (نئی دہلی) میں مقیم تھا۔ پھر کچھ دن مشرقی پنجاب میں رہا۔ پھر مغربی بنگال کے بعض اضلاع میں مقیم ہوا بالآخر کلکتہ کے زمانۂ اقامت میں ترجمہ و شرح کی تکمیل ہوئی۔ والحمدللہ تعالیٰ علیٰ ذلک ؎

فیوما بحزوی ویوما بالعقیق

وبالعذیب یوما ویوما بالخلیصا

ان احادیث شریفہ کی شرح لکھتے وقت نہ اربعین نووی کا کوئی مستقل نسخہ سامنے رہا نہ اس کی کوئی شرح اول سے آخر تک ساتھ رہی حسب موقعہ جو شرح مل گئی سامنے رکھ لی۔ اسی لئے ناظرین کرام کتاب کے ابتدائی حصہ میں جن شروح کے حوالے پائیں گے، درمیان میں ان شروح کے علاوہ دوسری شروح کا حوالہ دیکھیں گے اور آخری حصہ میں کسی شرح کا حوالہ نہ ملے گا کیونکہ اس وقت کوئی اہم شرح میرے پاس نہ تھی۔ اس سلسلے میں کئی شرح نظر سے گذریں اور ان سے استفادہ کیا لیکن جیسی مفصل اور محقق شرح حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے، کسی کی شرح اس جیسی نہ پائی۔ لیکن یہ شرح میرے پاس زیادہ دن نہ رہی ایک مخلص سے مانگ لی تھی۔ جب دوسرا وطن اقامت اختیار کیا تو یہ شرح واپس کردی۔ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصل کتاب (اربعین نووی) پر چند احادیث شریفہ کا اضافہ کرکے پورا متن پچاس احادیث پر مشتمل کردیا ہے اور پچاس احادیث کی شرح لکھ کر "جامع العلوم والحکم" کے نام سے موسوم کردیا ہے۔ یہ شرح اہل علم کے لئے قابل دید ہے، گوناگوں تحقیقات سے لبریز ہے۔ ایک شرح ایسی بھی نظر سے گذری جس کی نسبت حضرت امام نووی رحمہ اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ شاید یہ وہی ہو جس کا موصوف نے اپنے دیباچہ میں یوں تذکرہ فرمایا ہے۔ ثم اتبعھا بباب فی ضبط خفی الفاظھا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی اس کتاب میں ۴۲ احادیث

جمع کی ہیں مگر گنتی میں ۴۲ رکھی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ۲۷ میں دو حدیثیں لکھی ہیں دونوں ایک عنوان کی ہیں اور ایک دوسری کی شارح ہے۔ بعض شراح نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ کتاب کو "چہل حدیث" سے معنون کر کے چالیس پر اضافہ کیسے کیا؟ پھر خود ہی جواب دیا ہے کہ چہل حدیث میں اصول دین اور قواعد اسلام بیان کرنے کا ارادہ فرمایا تھا، یہ مقصد چالیسویں حدیث پر پورا ہو گیا اور آخری دو حدیثوں میں عام نصیحت اور دعا و استغفار کی ترغیب ہے اور بطور خاتمہ و ضمیمہ کے ملحق فرما دی ہیں۔ احقر کے نزدیک یہ سوال ہی وزن دار نہیں ہے جس کے جواب کی فکر کی جاوے کیونکہ "چہل حدیث" لکھنے کی فضیلت ۴۲ احادیث لکھنے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے ۴۲ میں ۴۰ بھی موجود ہیں۔ چالیس سے زیادہ جمع کرنے میں مزید تبلیغ ہی ہے کوئی حرج تو نہیں ہے اگر کم ہوتیں تو یوں کہنے کی گنجائش ہوتی کہ "چہل حدیث" کی فضیلت نہ ملی۔ پھر اس سوال کا یہ جواب کہ آخری دو حدیثیں بطور ضمیمہ کے ہیں اور قواعد اسلام میں سے کوئی قاعدہ ان سے مستنبط نہیں ہوتا یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث ۴۱ میں یہ قاعدہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اپنی طبیعت اور خواہش کو احکام اسلام کے تابع بنانا کمال دین ہے اور حدیث ۴۲ میں توبہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور توبہ بھی ایک اہم قاعدہ دینیہ ہے جس کا تعلق عبد و معبود کے رشتہ سے ہے۔

احقر نے شرح لکھنے میں شروح سے بھی استفادہ کیا ہے اور اس دوران میں اللہ رب العزت کی طرف سے جن علوم و فوائد کا فیضان ہوا ان کو بھی عام فہم الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ کثرت اسفار کی وجہ سے عوام کے حالات پر احقر کی گہری نظر پڑتی ہے اور مفاسد اعتقادیہ و عملیہ کا علم ہوتا رہتا ہے اسی وجہ سے جس حدیث کی شرح میں جس مفسدہ کی تردید کا تعلق دیکھا بسط و تفصیل سے لکھ دیا۔

یہ مجموعہ ایک دینی ماہنامہ میں قسط وار شائع ہو چکا ہے۔ اب کتابی صورت میں ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ جو حضرات اس سے مستفید ہوں ان کی خدمت میں التماس ہے کہ احقر کو اور احقر کے والدین، مشائخ و اساتذہ خصوصاً مرشدی حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارن پور کے حق میں دعائے خیر فرما کر ممنون فرمائیں۔ انشاء اللہ العزیز ریاض الصالحین کا ترجمہ و شرح بھی اسی طرز پر لکھوں گا۔ وباللہ التوفیق وہو خیر الناصرین۔

العبد المحتاج

محمد عاشق الٰہی بلند شہری مظاہری عفا اللہ عنہ وعافاہ

۲۲ر شوال ۱۳۸۰ھ وجعل آخرتہ خیراً من اولاہ۔

دیباچہ

حضرت امام نووی قدس اللہ سرہٗ مع ترجمہ از شارح مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین قیوم السموات
والارضین مدبر الخلائق اجمعین
باعث الرسل صلوٰته
وسلامه علیهم الی المکلفین
لهدایتهم وبیان شرائع
الدین بالدلائل القطعیة
وواضحات البراهین احمده علی
جمیع نعمه واسئله المزید
من فضله وکرمه واشهد ان
لا اله الا الله الواحد القهار
الکریم الغفار واشهد ان محمدًا
عبده ورسوله وحبیبه وخلیله
افضل المخلوقین المکرم
بالقرآن العزیز المعجزة المستمرة
علی تعاقب السنین وبالسنن
المستنیرة للمسترشدین المخصوص
بجوامع الکلم وسماحة الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہیں
جو آسمانوں اور زمینوں کا قائم رکھنے والا اور تمام
مخلوقات کی تدبیر کرنے والا ہے۔ عاقلوں بالغوں
کی ہدایت اور احکام دین کے بیان کے لئے رسولوں
کا بھیجنے والا ہے قطعی اور واضح دلائل کے ساتھ
میں تمام نعمتوں پر اس کی تعریف بیان کرتا ہوں
اور اس کے فضل و کرم کو زیادہ سے زیادہ مانگتا ہوں
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
معبود نہیں وہ واحد قہار، کریم و غفار ہے اور
گواہی دیتا ہوں کہ بلا شبہ حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول اور
محبوب اور دوست ہیں جو ساری مخلوق سے افضل
ہیں اور جن کو کتاب و سنت کے ذریعہ عزت دی گئی
ہے وہ قرآن جو ہمیشہ کے لئے معجزہ ہے خواہ
جس قدر بھی سال گذر جائیں اور سنت جو ہدایت
کے طلبگاروں کو روشنی دینے والی ہے وہ ایسے
نبی ہیں جو جوامع الکلم اور دینی سہولت کے ساتھ.

صلوات الله وسلامه عليه
وعلى سائر النبيين والمرسلين و
آل كل وسائر الصالحين۔

اما بعد، فقد روينا عن علي
بن ابی طالب وعبد الله بن مسعودؓ
ومعاذ بن جبل وابی الدرداء وابن
عمر وابن عباس وانس بن مالک و
ابی هريرة وابی سعيد الخدری
رضی الله تعالى عنهم اجمعين
من طرق كثيرة بروايات متنوعات
ان رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم قال من حفظ على
امتی اربعين حديثا من امر
دينها بعثه الله تعالى يوم القيمة
فی زمرة الفقهاء والعلماء و
فی رواية ابی الدرداءؓ وكنت
له يوم القيمة شافعا وشهيدا
وفی رواية ابن مسعودؓ قيل
له ادخل من ای ابواب الجنة
شئت وفی رواية ابن عمرؓ كتب
فی زمرة العلماء وحشر فی زمرة
الشهداء واتفق الحفاظ على انه
حديث ضعيف وان كثرت

مخصوص ہیں اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ وسلام
نازل ہو ان پر اور تمام نبیوں پر اور
ان سب کی آل پر اور تمام صالحین پر

اما بعد حضرت علی اور حضرت عبداللہ
بن مسعود اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت
ابو الدرداء اور حضرت ابن عمر اور حضرت
ابن عباس اور حضرت انس اور حضرت
ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی
اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے جو ہم تک پہونچی
ہے اور جس کے طرق (اسناد) بہت ہیں اور
جس کے الفاظ کئی طرح سے مروی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ جس نے میری امت تک چالیس حدیثیں
اس کے دین کے بارے میں پہنچا دیں قیامت
کے دن اللہ تعالیٰ فقہا اور علماء کی جماعت
میں اس کا حشر فرمائیں گے حضرت ابو درداء
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ
میں قیامت کے دن اس کے لئے سفارشی
اور گواہ ہوں گا اور حضرت ابن مسعودؓ
کی روایت میں ہے کہ اس سے کہا جائیگا
کہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل
ہو جا اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ
وہ شخص علماء کی جماعت میں لکھا جائیگا اور

طرقه، وقد صنف العلماء رضی
الله تعالی عنهم فی هذا الباب
ما لا یحصی من المصنفات فاول
من علمته صنف فیه عبد الله
بن المبارك ثم محمد بن اسلم
الطوسی العالم الربانی ثم الحسن
بن سفیان النسوی وابو بکر
الآجری وابو بکر محمد بن ابراهیم
الاصبهانی والدارقطنی والحاکم
وابو نعیم وابو عبد الرحمن
السُلمی وابو سعید المالینی وابو
عثمان الصابونی ومحمد بن عبد الله
الانصاری وابو بکر البیهقی و
خلائق لا یحصون من المتقدمین
والمتاخرین. فاستخرت الله تعالیٰ
فی جمع اربعین حدیثا اقتداء هؤلاء
الائمة الاعلام وحفاظ الاسلام
وقد اتفق العلماء علی جواز
العمل بالحدیث الضعیف فی
فضائل الاعمال ومع هذا
فلیس اعتمادی علی هذا الحدیث
بل علی قوله صلی الله علیه وسلم
فی الاحادیث الصحیحة لیبلغ

شہیدوں کی جماعت میں اس کا حشر ہوگا۔
باوجود کثرتِ طرق کے حفاظ حدیث کا
اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے' حضرات
علماء کرام نے "چہل حدیث" کے عنوان سے
اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ جن کا شمار کرنا
دشوار ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے سب سے
پہلے حضرت عبد اللہ بن المبارک نے پھر عالم
ربانی محمد بن اسلم طوسی نے پھر حسن بن سفیان
نسوی اور ابو بکر آجری اور ابو بکر محمد بن ابراہیم
اصبہانی اور امام دارقطنی اور صاحب
المستدرک حاکم اور ابو نعیم اور ابو عبد الرحمن
سلمی اور ابو سعید مالینی اور ابو عثمان صابونی
اور محمد بن عبد اللہ الانصاری اور امام بیہقی
اور ان حضرات کے علاوہ متقدمین و متاخرین
میں سے بے شمار حضرات نے اس عنوان کے
ماتحت کتابیں لکھیں۔ پس میں نے ایک
چہل حدیث لکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ
کی بارگاہ میں استخارہ کیا۔ ان حضرات
مذکورین کا اقتدار کرتے ہوئے جو بڑے
بڑے اہلِ علم اور اسلام کے حفاظ تھے
علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل
اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا
جائز ہے' لہٰذا اربعین والی حدیث اگرچہ

الشاهد منکم الغائب وقوله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نضر اللہ امرأ سمع
مقالتی فوعاها فاداها کما
سمعها ثم من العلماء من
جمع الاربعین فی اصول الدین
وبعضهم فی فروع وبعضهم فی
الجهاد وبعضهم فی الزهد و
بعضهم فی الآداب وبعضهم
فی الخطب وکلها مقاصد صالحة
رضی اللہ تعالیٰ عن قاصدیها
وقد رأیت جمع اربعین اهم
من هذا وکل حدیث منها قاعدة
عظیمة من قواعد الدین قد
وصفه العلماء بان مدار الاسلام
علیها وهو نصف الاسلام او ثلثه
او نحو ذلك ثم التزم فی هذه
الاربعین ان تکون صحیحة و
معظمها فی صحیحی البخاری ومسلم
واذکرها محذوفة الاسانید
لیسهل حفظها ویعم الانتفاع
بها انشاء اللہ تعالیٰ ثم اتبعها
بباب فی ضبط خفی الفاظها و

ضعیف ہو لیکن عمل کرنا درست ہے، اور
ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی ہے کہ اسی حدیث
پر خصوصیت کے ساتھ اعتماد کر کے لکھ بھی
نہیں رہا ہوں بلکہ احادیث صحیحہ جن
میں عموماً نشر احادیث کے فضائل وارد
ہیں وہ بھی جمع احادیث کے جذبے کو
اُبھار رہا ہے، مثلاً آں حضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تم میں جو
حاضر ہے غائب کو پہنچا دیوے۔ اور
مثلاً یہ ارشاد کہ "اللہ تر و تازہ رکھے
اس شخص کو جس نے میری بات سنی اور
یاد کر لی پھر جیسی سنی تھی اسی طرح اُسے
آگے پہنچا دی (ان حدیثوں سے بہر حال
نشر حدیث کی فضیلت ظاہر ہے جو اقلاً تو
صحیح ہیں) پھر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ
جن حضرات نے "چہل حدیث" لکھی
ہیں مختلف ہیں کسی نے اصولِ دین میں
اربعین لکھا اور کسی نے فروع میں
کسی نے جہاد میں کسی نے زہد میں کسی نے
آداب میں کسی نے خطبات میں۔ اور یہ
سب نیک مقاصد ہیں۔ اللہ ان مقاصد
والوں سے راضی ہو اور میں نے مناسب
سمجھا کہ ان اربعینوں سے بھی اہم ایک

ينبغي لكل راغب في الآخرة ان يعرف هذه الاحاديث لما اشتملت عليه من المهمات و احتوت عليه من التنبيه على جميع الطاعات و ذلك ظاهر لمن تدبره وعلى الله اعتمادي واليه تفويضي واستنادي وله الحمد والنعمة وبه التوفيق والعصمة

مجموعہ تیار کروں لہذا میں نے ایک ایسا اربعینہ تیار کیا جس کی ہر حدیث دین کے قواعد میں سے ایک بڑا قاعدہ ہے اور جس کے متعلق علمائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ اس پر اسلام کا مدار ہے یا یہ فرمایا ہے کہ نصف الاسلام ہے یا ثلث الاسلام (تہائی اسلام) فرمایا ہے یا اسی طرح کی تعریف دوسرے لفظوں میں کی ہے۔ پھر یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ میں نے اس مجموعہ میں یہ التزام کیا ہے کہ سب احادیث صحیح ہوں اور ان میں اکثر وہ ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات ہیں۔ اس اربعینہ کی احادیث کی سندیں میں نے چھوڑ دی ہیں تاکہ ان کا یاد کرنا سہل ہو اور اللہ چاہے تو ان سے نفع عام ہو۔ اربعینہ کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی ملحق کروں گا جس میں اس کے مشکل الفاظ کو حل کروں گا۔ آخرت سے رغبت رکھنے والے ہر شخص کو چاہیے کہ ان احادیث کی قدر کو پہچانے کیونکہ ان میں بڑے بڑے اہم امور کا تذکرہ ہے اور تمام طاعات پر تنبیہ ہے اور اس دعوے کی تصدیق ذرا سے تدبر سے ظاہر ہو جائے گی وعلی اللہ اعتمادی والیہ تفویضی واستنادی ولہ الحمد والنعمۃ وبہ التوفیق والعصمۃ

الحدیث الاوّل

عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ لِدُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِ امْرَاَۃٍ یَّنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ

رواه اماما المحدثین البخاری الجعفی وابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی صحیحہما الذین ھما اصح الکتب المصنفۃ

آغازِ کتاب

انما الاعمال بالنیات

(۱) ـــــــــ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰے عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال نیتوں سے (بنتے اور بگڑتے اور موجبِ عذاب یا باعثِ ثواب ہوتے) ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اُس نے نیت کی ہو سو جس کی ہجرت (خود اس کی نیت میں) اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف ہوگی تو اللہ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کی طرف مان لی جائے گی۔ اور جس کی ہجرت (خود اس کی نیت میں) دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو اللہ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت اسی مقصد کے لئے سمجھی جائے گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے (بخاری ومسلم)

تشریح - یہ حدیث بڑی اہم ہے، اس میں باربار غور کرکے اپنے اعمال کا

حساب لیا جائے اور اپنی نیت کو پرکھا جائے کہ فلاں عمل میں نے کس لئے کیا ہے اور فلاں کام کرنے کا باعث میری نیت میں کیا ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمادیا کہ اعمال کے بناؤ اور بگاڑ کا مدار نیتوں پر ہی ہے۔ جس کی جیسی نیت ہوگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی نیت کے موافق ہی اس عمل کا بدلہ ملے گا۔ عمل بظاہر کیسا ہی اچھا اور بھلا ہو لیکن اگر وہ نیت میں اللہ کے لئے نہیں ہے تو آخرت میں مردود ہوگا اور اس پر ذرا سا بھی اجر نہیں ملے گا۔

حدیث کا شانِ ورود | قاعدہ کلیہ بیان فرمانے کے بعد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مثال کے طور پر ہجرت کا ذکر فرمایا اس وقت مدینہ کو ہجرت کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری تھا کیونکہ مکہ مکرمہ اور دیگر بستیوں میں مسلمان، کافروں میں رہ کر اسلامی زندگی نہیں گذار سکتے تھے۔ ہجرت کرنے والوں نے محض دین کو بلند اور سرسبز کرنے اور خود اپنی ذات کو اسلامی ماحول میں لے جاکر اسلامی اعمال اور ایمانی اوصاف سے متصف ہونے کے لئے اپنے محبوب وطن اور عزیز واقربا کو چھوڑا اور پردیس کی سختیاں محض رضائے الٰہی کے لئے برداشت کیں ان ہی مہاجرین میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جنھوں نے ایک عورت کو اپنا پیام نکاح بھیجا تھا جو اس وقت مدینہ منورہ میں تھی اور وہ صاحب اور کسی جگہ تھے اس عورت نے جواب دیا کہ اگر تم مدینہ منورہ آجاؤ تو تم سے نکاح کرسکتی ہوں۔ لہٰذا ان صاحب نے ہجرت کرلی اور اس عورت سے نکاح کرلیا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جب یہ بھید کھلا تو اس شخص کو مہاجر ام قیس کہنے لگے[لہ]۔ اس مخصوص واقعہ کی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کو بطور مثال کے ذکر فرمایا ورنہ ہر عمل میں یہی تفصیل ہے کہ جس نیت سے کیا گیا ہوگا اسی نیت کے موافق آخرت میں اس سے معاملہ ہوگا۔

لہ رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر ۱۲

یہ حدیث تہائی علم ہے حضرت امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ ثلث علم یعنی سارے علم کا تہائی حصہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی اعمال تین چیزوں سے صادر ہوتے ہیں۔

(۱) دل سے (۲) زبان سے (۳) دیگر اعضاء سے۔

اور نیت کا تعلق دل سے ہے اور دل سے متعلق جو عمل ہے اس حدیث میں اس کا بیان ہے۔

نیز حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس حدیث سے فقہ کے ستر باب واضح ہو جاتے ہیں۔ اور علماء نے اس حدیث کو ثلث الاسلام (تہائی اسلام) کا لقب[ل] دیا ہے۔ حضرت امام ابوداؤد نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث نصف فقہ ہے۔

محدثین کا طرز عمل پہلے زمانہ کے علماء اپنی کتابوں کو اسی حدیث سے شروع کیا کرتے تھے تاکہ آگے بڑھنے سے پہلے معلّم اور متعلّم اپنی نیتوں کا جائزہ لے کر پہلے سے درست کرلیں۔ چنانچہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب (صحیح بخاری) کو اسی حدیث سے شروع کیا ہے۔ نیز صاحب مشکوٰۃ نے سب سے پہلے یہی حدیث لکھی ہے اور اس کو اتنی اہمیت دی ہے کہ کسی کتاب یا باب کے تحت لاکر نہیں لکھی بلکہ اس کی اہمیت اور مستقل حیثیت ظاہر کرنے کے لئے بغیر کسی باب میں داخل کئے سب سے پہلے لکھ دی ہے۔

محدث عبدالرحمن بن مہدیؒ فرماتے تھے کہ ہر مصنف کو چاہیے کہ اپنی کتاب کے شروع میں اسی حدیث کو لکھے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کے بعد جو فرمایا وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى (ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہو) اس میں یہ بتایا ہے کہ عادت اور عبادت میں نیت سے ہی فرق ہوتا ہے اور

ل کذا فی شرح ابن دقیق العید۔

ایک عبادت کو دوسری عبادت سے نیت ہی ممتاز کرتی ہے۔ چنانچہ نفل اور فرض نماز میں نیت سے ہی فرق ہوتا ہے۔ ظہر و عصر کی چار چار رکعتیں ہیں۔ لیکن فرق نیت ہی کرتی ہے۔ عادۃً یوں ہی بغیر نیت کے کوئی شخص کھانا پینا اور ہمبستری چھوڑ دیوے تو اس سے روزہ نہیں مانا جائے گا، بلکہ روزہ کا ثواب ملنے کے لئے روزہ کی نیت کرنا ضروری ہوگا۔

ہجرت شرعی اور ترک وطن | آجکل لوگوں نے محض ترکِ وطن کو ہجرت سمجھ لیا ہے خواہ وطن چھوڑنے میں اللہ کی رضا کی نیت بھی نہ کی ہو اور خواہ دوسری جگہ جانے میں راستے میں بہت سی معصیتیں کی ہوں اور بہت سوں کے حق دبا کر بھاگے ہوں اور خواہ دوسری جگہ جا کر اللہ تعالٰے کی نافرمانیوں میں اور بھی زیادہ منہمک ہو گئے ہوں۔ اللہ بچائے نفس کی مکاری سے۔ کہاں حضرات صحابہؓ کی ہجرت اور کہاں آجکل کے لوگوں کا ترکِ وطن جس میں نمازیں تک برباد ہوتی ہوں۔

اخلاص کی ضرورت | اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیت یہ نہ ہو کہ میرا یہ عمل خالص خدا کے لئے ہے اس وقت عمل مقبول نہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائیگا، جیسے روزہ رکھنے سے یہ بھی مقصود ہو کہ کھانا پکانا نہ پڑے گا اور بیماری میں پرہیز بھی رہے گا تاکہ تندرستی میں فرق نہ آئے، یا حج کرنے سے یہ مقصود ہو کہ وہ عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی نیت ہو کہ سیر و تفریح ہو گی یا دشمنوں کی ایذاؤں سے نجات ہو گی یا اعتکاف میں یہ نیت ہو کہ وہ عبادت بھی ہے اور اتنے دن مکان کا کرایہ بھی نہ دینا پڑے گا، یا فقیر کو اس لئے دیا کہ اس میں اجر بھی ہے اور اس کا شور و غل بھی بند ہو جائے گا تو یہ سب خیالات حدِ اخلاص سے خارج ہیں، اخلاص خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل ہونا بڑا مشکل ہے، کیونکہ شیطان کا

مکر اور نفس کا فریب اس نعمت کو حاصل ہونے نہیں دیتا

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ خدائے وحدہ لاشریک کے لئے حسب اخلاص تھا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا تھا تو وہ اس حال میں جدا ہوا کہ خدا اس سے راضی ہے،

(ترغیب عن الحاکم علی شرط الشیخین)

حضرت ابو فراس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اخلاص! (ترغیب)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تم کو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ (ترغیب عن الحاکم)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خوشخبری ہے اخلاص والوں کے لئے، یہ حضرات ہدایت کے چراغ ہیں جنکی وجہ سے ہر سیاہ فتنہ ہٹ جاتا ہے (ترغیب)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو بعض صحابہ سے بڑا سمجھا جو مجھ سے کم تھے، اس میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس امت کی مدد اس امت کے ضعیفوں کی دعا اور ان کی نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے۔ (ترغیب)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایئے، ایک شخص جہاد کرتا ہے اور ثواب اور شہرت دونوں چاہتا ہے اس کے لئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کچھ نہیں۔ ان صاحب نے تین بار یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بے شک خدا صرف وہ عمل قبول کرتا ہے

جو خالص اسی کے لئے ہو اور جس سے خدا کی رضا مطلوب ہو۔ (ترغیب)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے، اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اس چیز کے جس سے خدا کی ذات مقصود ہو (ترغیب)

حضرت عبادۃ بن الصامت اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ قیامت کے دن دنیا حاضر کی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہے خدا کے لئے ہوگا اس کو الگ کر لیا جائیگا اور باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا (ترغیب)

حضرت ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ شخص بڑا نیک بخت ہے، جس نے اپنی تمام عمر میں ایک قدم بھی اخلاص کے ساتھ اٹھایا ہو۔

بہرحال اخلاص سب چیزوں سے اہم اور قابلِ تحصیل چیز ہے، اخلاص والوں پر شیطان کا داؤ ہی نہیں چلتا اور وہ تھوڑے عمل سے بہت سی نیکیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ شیطان نے مردود ہو کر جب یہ قسم کھائی کہ اے خدا میں تمام انسانوں کو بہکاؤں گا تو اس کو یہ بھی کہنا پڑا مگر تیرے مخلص بندوں کو میں نہ بہکا سکوں گا۔ (سورۂ حجر وغیرہ)

جتنا جس کا اخلاص ہوگا، اسی قدر اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان نماز ختم کرتا ہے اور حال یہ ہوتا ہے کہ کسی کے لئے نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اور کسی کے لئے نماز کا نواں حصہ اور کسی کے لئے آٹھواں حصہ اور کسی کے لئے ساتواں حصہ اور کسی کے لئے چھٹا حصہ اور کسی کے لئے پانچواں حصہ اور کسی کے لئے چوتھائی حصہ اور کسی کے لئے تہائی حصہ اور کسی کے لئے آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔ (ترغیب)

لہٰذا جس کو اپنے عمل کا ثواب زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہو اس کو چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ اخلاص کی کوشش کرے۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نفس کو مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ یَا نَفْسُ اَخْلِصِیْ تَخْلِصِیْ

اے نفس! اخلاص کا خیال رکھ تاکہ دوزخ سے تیری خلاصی ہو۔

دکھاوے کی مذمت یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ عمل سے اگر ذات خداوندی مقصود نہ ہوگی تو دنیا کا کوئی نفع ضرور مقصود ہوگا جو بندوں سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسے شہرت، جاہ، مال وغیرہ۔ اور بندوں سے تعلق ہونے کی وجہ سے بندوں کے سامنے عمل کیا جاتا ہے تاکہ وہ دیکھیں جس سے شہرت ہو۔ ان کے دلوں میں عزت و وقعت قائم ہو۔ بزرگ جان کر ہدیہ دیں۔ اچھے اچھے القاب سے یاد کریں۔ وغیر ذالک۔

چونکہ یہ چیزیں نقد حاصل ہوتی ہیں اور آخرت کا معاملہ ادھار ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص صرف ذات خداوندی کو بنائے تو نفس آڑے آجاتا ہے اور طرح طرح کے مکروفریب پھیلاتا ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے لکھا ہے کہ ریا سب رذائل کے بعد جاتا ہے اور اس سے نجات پانے کے لئے بڑی جدوجہد اور بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔

متعدد احادیث میں ریا کو شرک فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم پر میں سب سے زیادہ شرک اصغر (چھوٹے شرک) کا خوف کرتا ہوں" صحابہؓ نے عرض کیا شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا "دکھاوا" (مشکوٰۃ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا (رواہ احمد)

ایک بار شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ عرض کیا گیا آپ کس وجہ سے روتے ہیں؟ فرمایا ایک بات مجھے یاد آگئی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی اُس نے مجھے رُلا دیا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،

کہ میں اپنی امت پر سب سے زیادہ شرک اور چھپی ہوئی شہوت کا خوف کرتا ہوں۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرنے لگے گی؟ فرمایا ہاں مجھے فرمایا خبردار وہ سورج اور چاند کو نہ پوجیں گے اور نہ کسی پتھر اور بت کی عبادت کریں گے لیکن اپنے اعمال کا کریں گے۔ اور چھپی شہوت یہ ہو گی کہ کوئی ان میں سے ایک شخص روزہ رکھے گا پھر اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش پیش آجائے گی تو وہ اپنے روزہ کو چھوڑ دے گا۔ (احمد و بیہقی)

ایک حدیث میں ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی عمل ایسا کیا جس میں میرے کسی غیر کو شریک کر لیا تو اس کو مع اس کے عمل کے چھوڑ دوں گا۔ (یعنی اس عمل کا کوئی اجر نہ دوں گا) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا میں اس سے بری ہوں۔ اور وہ عمل اسی کے لئے جس کے لئے اس نے کیا ہے (مشکوٰۃ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، پوچھا آپ کیوں روتے ہیں؟ عرض کیا ایک چیز مجھے رلا رہی ہے، جو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور جس نے خدا کے کسی دوست سے دشمنی کی وہ خدا سے جنگ کے لئے میدان میں آگیا۔ بیشک خدا کو نیک پرہیزگار پوشیدہ بندے پسند ہیں جو غائب ہو جائیں تو ان کی تلاش نہ ہو اور موجود ہوں تو ان کو کبھی قریب نہ قابل التفات سمجھ کر) بلایا نہ جائے۔ ان بندوں کے دل ہدایت کے چراغ ہیں (اور حضرات) ہر تاریک مصیبت سے پار ہو جاتے ہیں (مشکوٰۃ)

ریاکاروں کی سزا

غم کا کنواں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا جُبُّ الحُزْنِ (غم کے گڑھے) سے پناہ مانگو۔ عرض کیا یارسول اللہ جب الحزن کیا ہے۔ فرمایا دوزخ میں ایک گڑھا ہے۔

جس سے روزانہ چار سو مرتبہ خود دوزخ پناہ مانگتی ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا اس گڑھے میں کون داخل ہوں گے؟ فرمایا وہ عبادت گزار جو اپنے اعمال کا دکھاوا کرتے ہیں (مشکوٰۃ)

دنیا میں ذلت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے عمل کو مشہور کرے خدا اس کو اپنی مخلوق کی مجلسوں میں برائی سے مشہور کر دے گا اور اس کو ذلیل و حقیر کر دے گا (طبرانی والبیہقی)

آخرت میں رسوائی حضرت ابو ہند داریؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جو شخص دکھاوے اور شہرت کی جگہ کھڑا ہو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا (کہ ریاکار ہے) اور مشہور کر دے گا کہ یہ شہرت کے لئے عمل کیا کرتا تھا

احمد باسناد

ریا جس کی آج دنیا شکار ہے اس کے نقصانات پر آپ نے غور کیا۔ ثواب سے محرومی، عذاب میں گرفتاری، مشرکین میں شمار ہو جانا اور عجب بات یہ ہے کہ وہ دنیا (جس کی تلاش میں ریا کی جاتی ہے) وہ بھی نہیں ملتی اور کچھ ملی تو فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے اللہ جل شانہ ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی توفیق دے۔

تہجد کے لئے اٹھنے والے کتنے مخلص ہیں اور کتنے ریاکار؟ نماز کو اٹھے، نل کھڑکایا چراغ جلایا، کچھ کنڈی کھٹکی، کچھ کواڑ بجے۔ اب بھی لوگوں نے نہ جانا تو الا اللہ کے نعرے تو بہر حال لوگوں کو جگا ہی دیں گے۔ خدا کی عبادت تو ڈھکوسلوں سے کوسوں دور ہے۔ حافظ اور قاری جنہیں ہر محفل و اجتماع میں قرآن کی خدمت سپرد کی جاتی ہے اللہ کے لئے کتنے پارے شب و روز میں تلاوت کرتے ہیں۔ اور جس تجوید اور اصول قرأت کی مع میں رعایت ہوتی ہے۔ رمضانوں اور روزانہ کی تلاوتوں میں بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ مدرس، امام، اور تراویح کے قرآن خواں اگر اپنے عہدوں سے ہٹا دیئے جائیں، تو کیا پھر بھی ان میں سے سب ہی نماز باجماعت، اور عبادات جاری رکھیں گے؟ تراویح میں قرآن سنا کر رقم لی جاتی ہے، چندے ہوتے ہیں۔ اکثر یہ یوں کہا جاتا ہے کہ آپ فی سبیل اللہ قرآن پڑھیں، ہم فی سبیل اللہ خدمت کریں۔ بدلہ اور عوض کچھ نہیں

ذرا غور کیجئے۔ اس عمل سے پہلے اور بعد ان حافظ صاحب کی کتنی بار فی سبیل اللہ خدمت ہوتی ہے، سخاوت ہوتی ہے تو نمایاں طور پر ورنہ کبھی یہ بھی غور کرنا پڑا کہ محلے کے آدمی مستحق ہیں۔ کتنوں کو پیٹ بھر کر کھانا میسر ہوتا ہے، سردی سے بچنے کا کپڑا کس کے پاس نہیں ہے؟ مگر چونکہ سائل نہیں ہیں اس لئے محروم ہیں۔ انہیں کون دے جو لوگوں کے سامنے مانگنا تو درکنار قبول کرتے شرماتے ہیں جو باعفت و حمیت ہیں جو لیکر شہرت اور تعریف نہ کریں گے۔ خواہ تنہائی میں ان ٹوٹے دلوں کی دعا بے حجاب عرش تک جاتی ہو۔ ہاں شوق ہے ان اداروں میں خیرات دینے کا جن سے دنیاوی سفارشیں یا شہرتیں حاصل ہوں جہاں فہرستوں میں نام چھپے وہیں روپیہ خرچ ہوتے ہیں۔ خفیہ خیراتیں بہت کم کی جاتی ہیں جنھیں دینے اور لینے والے کے سوا تیسرا نہ جانے۔

روزہ جس کی حقیقت یہ تھی کہ یہ کوئی وجودی عبادت نہیں بلکہ عدمی عبادت تھی یعنی روزہ چند چیزوں کا نہ کرنا اور چھوڑنا ہوتا ہے۔ کرنا کچھ نئی بات کا نہیں ہوتا مگر اس میں غور کیجئے کہ نفلی روزہ داروں کو کتنے بار اظہار کی ضرورت پڑتی ہے کہ صاحب آج پیاس بڑی لگی روزہ تھا۔ جن حضرات سے کوئی روزہ چھوٹ جاتا ہے یا چاند کی تحقیق کے سلسلے میں ایک روزہ زیادہ رکھنا پڑ جاتا ہے تو اس کو کون ادا کرتا ہے۔

حاجی صاحب۔ کے جانے کے وقت دعوتوں اور اسٹیشنوں اور بندرگاہوں تک پہنچانے کا کتنا شور ہوتا ہے اور واپسی پر صرف حج سے زیادہ ریا و نمود و شہرت کے لئے دعوتوں کا ایک ہنگامہ بپا ہوتا ہے آخر ایک فرض ادا کیا ہے۔ جیسا نماز یا روزہ ادا ہوتے ہیں اس میں ہنگاموں کی کیا ضرورت ہے۔ اور اللہ قبول کرے ان حجوں کو جن میں سیکڑوں نمازیں قضا اور روزے ہضم ہو جاتے ہیں اگر اللہ کے حکم سے یہ عمل کیا جا رہا ہے تو کیا نماز حکم خداوندی نہیں۔ مگر چونکہ شور وشرابا ہاہی اور حاجی حاجی اس میں نہیں ہوتا چپکے سے ادا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کوئی اس کی حیثیت نہیں سمجھی جاتی۔

مبلغ اور واعظ جائزہ لیں اپنی سوانح حیات کا کہ کبھی محض اس لئے بھی کسی کو نصیحت کی ہے کہ میرا بھائی دوزخ میں چلا نہ جائے۔ یا اللہ کا یا رسول کا حکم ہے دین پھیلانے کا اس لئے چلو وقت نکال کر محض لوجہ اللہ نصیحت کریں گے؟۔

قوم کے لیڈروں کو تو کیا کہئے حضرات لیڈران گریبان میں منہ ڈالیں ہماری جماعت میں کتنے ہیں جو قوم کا صحیح درد دل میں رکھتے ہیں۔ اور محض لوجہ اللہ اپنے کو مصیبتوں میں ڈال کر قوم کا نفع چاہتے ہیں۔ لوجہ اللہ کام کرنے والے ہی قابل تقلید ہیں۔ اور صحیح رہبر ہیں۔ آج کے لیڈروں کی اکثریت پر اکبرالہ آبادی کا شعر صادق آتا ہے

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ　　　رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ

ایک کام کیا تو اس کا اظہار ہوتا ہے۔ تقاریر، اخباروں، رسالوں میں شائع ہونے کے متمنی ہیں۔ فوٹو چھپوانے کے لئے بھیجتے رہتے ہیں۔ احادیث سابقہ پر غور کریں تو شاید اصلاح کی راہ ملے۔ مصنف طلب جاہ یا طمع شہرت کے لئے کتابیں لکھتے ہیں۔

ہر صفحہ پر نام ہر کتاب پر لقب لمبے چوڑے القاب شخصیت متولیہ کے اشتہار و ں کی بھرمار بھلا یہ اخلاص ہے یا خدمت دین ہے؟ جماعتیں بنتی ہیں، غریبوں اور کاشتکاروں کی حمایت کے دعوے کے ساتھ مگر مقصد اول اقتدار و حکومت ہوتا ہے ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، کھانے کے اور۔ اور حقیقت دنیا سے اٹھ جاتی ہے اور پریشانی بڑھتی جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم یعنی ایسے نہ بنو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی جانوں سے بے خبر کر دیا کہ اپنے نفع نقصان کو نہیں پہچانتے اللہ جل شانہ ہم سب کو نیک عمل کی توفیق دے اور اخلاص کی دولت سے نوازے۔

اس کا نام ہجرت رکھنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ رسول خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بالتصریح فرمایا ہے کہ اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ (حقیقی مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ

نے رد کیا ہے)
مصنفین، مجاہدین، محدثین، مدرسین، مہتممین سب ہی حضرات
اپنی اپنی نیتوں کا جائزہ لیں کہ مقصد اللہ کی رضا ہے یا کچھ اور مقصد ہے؟
اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنے دین کے سمجھنے کی پوری پوری
توفیق دیں۔

الحدیث الثانی

وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَیْضًا قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ اَطَّلَعَ عَلَیْنَا
رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْهِ
اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَیْهِ اِلٰی رُكْبَتَیْهِ وَوَضَعَ كَفَّیْهِ
عَلٰی فَخِذَیْهِ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ

حدیثِ جبریلؑ

(۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص پر نظر پڑی
جو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلا آرہا تھا۔ اس کے کپڑے
بہت زیادہ سفید اور بال بہت زیادہ کالے تھے۔ اس کے حال سے سفر کے آثار ظاہر نہیں
ہو رہے تھے اور اسے ہم میں سے کوئی پہچانتا بھی نہ تھا (اس کے اس حال سے تعجب اس لئے
ہوا کہ مدینہ منورہ کا باشندہ ہوتا تو اسے ہم پہچانتے ہوتے اور اگر مسافر تھا تو اس پر
سفر کے آثار ظاہر ہوتے اور کپڑے میلے ہوتے۔ اُس وقت تو یہ بھید ہم پر نہ کھلا
بعد میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتانے سے اس بھید کا پتہ چلا) وہ شخص چلتے
چلتے مجلس تک آپہنچا) حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو کر بیٹھ
گیا کہ اپنے گھٹنے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا دیے اور

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ
الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ
اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْأَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ
قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ
كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ
شَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ

اور اپنی ہتھیلیاں آپؐ کی رانوں پر رکھدیں اور اس نے سوال کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بتایئے اسلام کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے بشرطیکہ وہاں تک پہونچنے کی تجھے استطاعت ہو۔

اس جواب کو سُن کر اس شخص نے کہا صَدَقْتَ (آپ نے ٹھیک فرمایا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ بات سن کر ہم کو تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتا ہے اور پھر ایسے انداز میں (ٹھیک بتاتا ہے (جیسے وہ پہلے سے جانتا ہو) پھر اُس نے پوچھا اچھا بتایئے ایمان کیا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر بھلی ہو یا بُری۔

یہ جواب سُن کر اُسنے پھر وہی کہا صَدَقْتَ (آپنے ٹھیک فرمایا) پھر اسنے سوال کیا" اچھا بتایئے احسان کیا ہے؟

---

[1] بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ شخص اپنی رانوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا تھا لیکن نسائی کی روایت میں تصریح ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک رانوں پر اپنی ہتھیلیاں رکھی تھیں ۱۲

قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ
يَرَاكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ
السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا
وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي
الْبُنْيَانِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ
مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرَئِيْلُ
اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ (رواہ مسلم)

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ سو اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے (یعنی اگر تجھے ایسی قوتِ استحضار حاصل نہیں کہ تو یہ سمجھتے ہوئے عبادت کرے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں تو کم از کم یہ سمجھ) کہ بلاشبہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

پھر اس نے سوال کیا کہ اچھا یہ بتایئے قیامت کب آئے گی؟

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال کرنے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے دونوں اس بارے میں برابر ہیں (نہ مجھے معلوم ہے نہ تم واقف ہو)

پھر اس نے کہا اچھا تو اس کی نشانیاں بتا دیجئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کی (بعض نشانیاں یہ ہیں) عورتیں ایسی لڑکیاں جنیں جو اپنی ماں کی سردار ہوں۔ اور ایک نشانی یہ ہے کہ تو ننگے پیر ننگے بدن والے فقیروں اور بکریاں چرانے والوں کو دیکھے کہ اونچے اونچے مکان بنا کر آپس میں فخر کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سوال وجواب کے بعد وہ شخص چلا گیا اور میں بہت دیر تک[1] سوال سے رکا رہا (اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ تین روز کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ سائل جبرئیل علیہ السلام تھے ۱۲

سے یہ پوچھا کہ یہ کون شخص تھا، پھر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا کہ اے عمرؓ کیا تم جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے، اس غرض سے آئے تھے کہ تمہارے سامنے سوال کر کے، تم کو تمہارا دین سکھائیں۔

تشریح

یہ حدیث۔ حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور ہے جو بڑے اہم امور پر مشتمل ہے اس میں تمام اعمال ظاہرہ اور باطنہ آگئے شریعت کے تمام علوم کو حاوی ہے جس طرح سورۂ فاتحہ کو ام القرآن کہا جاتا ہے، اسی طرح اس حدیث کو ام الحدیث کہنا زیبا ہے

بسا اوقات حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دربار رسالت کے رعب کی وجہ سے کچھ دریافت نہیں کر سکتے تھے، اور یہ چاہا کرتے تھے کہ کوئی دیہاتی آجائے اور وہ کچھ دریافت کرے تو ہم کو بھی علم دین سے واقفیت ہو جائے۔ اسی رعب کو صحابہ رضؓ کے مزاجوں سے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تاکہ وہ اپنے حال سے بھی تعلیم دیں اور سوال سے بھی۔

حضرت جبرئیلؑ مجلس نبویؐ میں طالب علم کی حیثیت سے

چنانچہ سب سے پہلی تعلیم تو انھوں نے یہ دی کہ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے آئے جس سے پتہ چلا کہ علوم دین حاصل کرنے والے کو اپنے شیخ کی خدمت میں اچھے حال میں پہونچنا چاہیئے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل قریب ہو کر بیٹھ گئے بتایا کہ شاگرد کو چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو استاد کے قریب بیٹھے۔

ایمان اسلام سائل نے جب اسلام کے متعلق سوال کیا تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں اسلام کے پانچوں ارکان شمار فرما دیئے۔

(۱) کلمۂ طیبہ کی گواہی دینا۔ (۲) نماز قائم کرنا۔

(۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

(۵) بیت اللہ شریف کا حج کرنا بشرطِ استطاعت

ایک روایت میں ہے (جو آئندہ آرہی ہے) کہ ان پانچوں چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اسلام گویا ایک مکان ہے جو ان ستونوں پر قائم ہے۔

حج کس پر فرض ہے | بیت اللہ شریف کے حج کے بارے میں یہ جو فرمایا کہ "بشرطیکہ وہاں تک پہونچنے کی بچہ میں استطاعت ہو" اس کا مطلب یہ ہے کہ سواری پر اپنے شہر سے مکہ معظمہ تک کھاتے پیتے آجا سکتا ہو۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ فرضیت حج کے لئے کتنی وسعت کی ضرورت ہے تو آپ نے فرمایا زادٌ وَّراحلۃ (یعنی کھانے پینے کا خرچ اور آنے جانے کی سواری) آجکل بہت سے لوگ حج سے اسی لئے محروم ہیں کہ اخبارات میں جو حج کا خرچہ شائع ہوتا ہے اس قدر پاس نہونے کی وجہ سے حج کو نہیں جاتے حالانکہ اخبار والے تبرکات اور خیرات وصدقات نیز مدینہ منورہ جانے آنے کا خرچ سب ملا کر خرچ کرتے ہیں۔ لیکن حج فرض ہونے کیلئے صرف مکہ معظمہ تک کا خرچ ہونا کافی ہے اور بس، حاجی صاحبان جو دنیا بھر کے سامان خرید کر لاتے ہیں ان اخراجات کا حج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسلام کے بنیادی عقائد | جب سائل نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھ چیزوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا (جس کو ہمارے عرف میں ایمان مفصل کہا جاتا ہے)۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا یعنی اس کی ذات وصفات کو اسی طرح ماننا جس طرح کتاب اللہ اور رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔

(۲) فرشتوں پر ایمان لانا۔ اُن کو خدا کی مخلوق اور اس کا فرمانبردار بندہ سمجھنا اور ان کے وجود کا قائل ہونا۔

(۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا، اس کی تمام کتابوں کو حق سمجھنا

۱؎ مشکوٰۃ شریف۔

اور اس کا قائل ہونا کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مختلف پیغمبروں پر مختلف کتابیں نازل فرمائی ہیں اور ان میں جو کچھ ہے سب حق ہے، اللہ نے جس کتاب پر جس جس وقت عمل کرانا چاہا اپنے بندوں کو حکم دیا اور اب اس نے قیامت تک فرض اپنی آخری کتاب قرآن مجید کو عمل کے لئے تجویز فرمایا ہے جو آخری نبی حضرت فخر عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔

(۴) اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لانا۔ کہ اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بڑی تعداد میں پیغمبر بھیجے ہیں ان سب پر ایمان رکھتا ہوں یعنی سب کو اللہ کا پیغمبر مانتا ہوں سب ہادی تھے۔ وہ ساری مخلوق سے افضل ہیں، ان کی ذرا سی گستاخی کرنا بھی کفر ہے، سب سے آخر میں اللہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ وہ قیامت تک سارے عالم کے واسطے اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا ماننا اور ان کے لائے ہوئے احکامات پر عمل کرنا فرض اور ضروری ہے اور انھوں نے جو عقائد بتائے ہیں ان کا ماننا فرض ہے۔

ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص ان کے بعد کسی کو نبی یا رسول مانے وہ اللہ تعالیٰ کے صریح ارشاد وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے خواہ اس کا نام مسلمانوں کے ناموں کی طرح ہو۔

(۵) آخرت کے دن پر ایمان لانا۔ یعنے قیامت آنے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے اور حساب و کتاب، پلصراط، جنت اور جہنم اور وہ واقعات جن کا ذکر قرآن و حدیث میں خاص قیامت کے دن اور اس کے بعد کے حالات کے سلسلہ میں آیا ہے۔ ان سب کو حق جاننا اور ماننا۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا۔ یعنی اس کو ماننا کہ اللہ جل شانہ نے کائنات عالم کے ہر بناؤ بگاڑ اور عدم وجود کے متعلق اندازے مقرر فرمائے ہیں کہ ایسا ایسا ہو گا۔ جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے جو بھی خیر و شر مقرر فرمائی ہے وہ ہو کر رہے گی۔

ان چھ چیزوں پر ایمان لانا ان کو بغیر کسی ریب اور شک کے سچے دل سے ماننا

ایمان ہے۔ جتنے بھی عقائد اور اعمال ہیں وہ ان چھ میں آجاتے ہیں۔

احسان کیا ہے

جب سائل نے دریافت کیا کہ احسان کیا ہے تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ مرتبہ تم کو حاصل نہیں تو کم از کم یہ سمجھ کر تو ضرور ہی عبادت کرو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے ایسا تصور کرنے سے عبادت صحیح صحیح ادا ہوگی اور عبادت کو بُرے دل سے سستی کے ساتھ ادا نہ کیا جائیگا۔ جیسے کوئی شخص اپنا مکان مزدوروں سے بنوائے اور خود سامنے کھڑے ہو کر کام کرائے تو مزدور و معمار خوب دل لگا کر اچھی طرح کام کریں گے سارے تصوف اور طریقت کا حاصل یہی ہے کہ احسان کی صفت پیدا ہو جائے۔

جن حضرات کو یہ صفت حاصل ہے ان کی خدمت میں رہ کر اور ان کی ہدایات کے موافق نفس کی تربیت کر کے یہ صفت حاصل ہو سکتی ہے۔

قیامت کی چند نشانیاں

اس کے بعد اس سائل نے عرض کیا کہ قیامت کب آئیگی؟ تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں میں اور تم برابر ہیں! اس نے دوبارہ سوال کیا کہ اس کی نشانیاں ہی بتا دیجئے تو آپ نے قیامت سے پہلے پہلے ہو جانے والی (بے شمار نشانیوں میں سے) دو نشانیاں بتا دیں۔

ناہنجار اولاد پیدا ہوگی

اول یہ کہ عورتیں ایسی لڑکیاں جننے لگیں جو اپنے ماؤں پر سرداری کریں یعنی ایسی اولاد پیدا ہونے لگے جن کے اخلاق بہت گرے ہوئے ہوں اور جو تہذیب سے بہت دور ہوں اور جو اپنے ماں باپ پر حکم چلائیں اور ان کو غلاموں کی طرح حکم دیکر کام کرائیں (جیسا کہ آجکل ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں) لڑکی کو بطور مثال ذکر فرمایا ہے۔ ورنہ اس سے لڑکے لڑکی دونوں مراد ہیں۔ اسی طرح ماں کا ذکر بھی بطور مثال ہے۔ کیونکہ ماں حسن سلوک اور فرمانبرداری کی سب سے زیادہ مستحق ہے۔ جو اس کے ساتھ حاکمانہ برتاؤ کرے وہ دوسروں کے ساتھ کیسے شرافت اور تہذیب سے پیش آسکتا ہے؟ اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا کے اور معنی بھی بیان کئے گئے ہیں جو حدیث و فقہ کے چند مباحث جاننے پر سمجھ میں آسکتے ہیں عوام کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس لئے

ان کو ترک کر دیا گیا اور جو معنی بیان کئے زیادہ واضح ہیں

عمارتوں پر فخر کرنے کا رواج ہوگا

قیامت کی دوسری نشانی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بتائی کہ ننگے پیر پھرنے والے اور ننگے بدن رہنے والے تنگدست اور بکریاں چرانے والے اونچے اونچے مکانات بنا کر آپس میں فخر کرنے لگیں۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایسے انقلاب رونما ہو جائیں کہ ایسے تنگدست لوگ جن کے پاس تن ڈھانکنے کو نہ کپڑا ہو نہ پیر میں ڈالنے کو جوتا ہو اور ان کا گذارہ دیہاتی زندگی میں ہو کہ بکریاں چرا چرا کر گذارہ کرتے ہوں ان کے پاس مال کی فراوانی ہو جائے گی اور اپنی کم سمجھی کی وجہ سے ان کے نزدیک اس مال کا مصرف بس اس سے زیادہ نہ ہوگا کہ اسے مٹی اور گارے میں لگا لگا کر مکانوں کی بلندیوں پر فخر کریں۔

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اتنے تنگدست اور فقیر ہوتے ہوئے بھی کہ ان کے پاس جوتا اور کپڑا تک نہ ہوگا بھیک مانگ کر اور بکریاں چرا چرا کر تھوڑا بہت جمع کرکے۔ اور پیٹ کاٹ کاٹ کر بلند مکان بنائیں گے اور آپس میں فخر کریں گے۔
لیکن پہلا مطلب دوسری روایت کے زیادہ قریب ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔

گونگے بہرے ننگے بادشاہ

واذا رایت الحفاۃ العراۃ الصُمَّ البُکمَ ملوکَ الارضِ

جب تو ننگے پیر، ننگے بدن والے گونگے بہرے لوگوں کو دیکھے کہ وہ زمین کے بادشاہ بن گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ تنگدست اور مفلس لوگ جو اخلاق میں اتنے گرے ہوئے ہوں کہ حق سننے سے بہرے اور حق کے بولنے سے گونگے ہوں گے ان کو اقتدار مل جائیگا اور دولت ملنے پر بلند مکانات بنا بنا کر اپنی بڑائی جتائیں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر میں فرمایا فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ کہ قیامت کا علم ان ہی پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جن کا ذکر سورۂ لقمان

کی آخری آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الخ میں ہے۔

الحدیث الثالث ۳

اسلام کے پانچ ارکان | وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (متفق علیہ)

(۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دینا۔

(۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔

(۴) بیت اللہ کا حج کرنا۔ (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا (بخاری و مسلم)

ارکان خمسہ کی تشریح

ان پانچوں چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے۔ یعنی جو شخص ان پانچوں کو صحیح طریقہ پر ادا کرے (جیسا کہ ان کی ادائیگی کا حق ہے) تو پورے دین پر چل سکتا ہے

پہلا رکن | کلمہ طیبہ کو دل سے ماننا اور اس کے مفہوم کا سچے دل سے اقرار کرنا۔ دین اسلام کی سب سے پہلی کڑی ہے اور سب سے پہلا اور مضبوط ستون ہے۔ اس کو ایمان کہا جاتا ہے۔ جس کے پاس یہ نہیں تو اسلام کا کوئی حصہ ہی اس کے پاس نہیں اور کوئی عمل اللہ کے یہاں کلمہ طیبہ کے اقرار کے بغیر معتبر نہیں۔ ایمان کا مطلب تفصیل کے ساتھ حدیث نمبر ۲ کی تشریح میں لکھدیا گیا ہے۔

دوسرا رکن | اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے۔ دوسری روایتوں میں اس کو عمود (یعنی ستون) فرمایا ہے۔ نماز کلمہ طیبہ کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن اور ستون ہے

جس پر باقی ۰، ۰ کا انحصار ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے

من حفظها و حافظ عليها حفظ دينه و من ضيعها فهو لما سواها اضيع
(مشکوٰۃ شریف)

جس نے نماز کی حفاظت کی اور اس کے پڑھنے کی پابندی کی وہ اپنے رباقی دین کی بھی حفاظت کرے گا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ اپنے رباقی دین کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا۔

اسی وجہ سے کہ نماز اسلام کا سب سے بڑا ستون ہے تارکِ نماز کو (تہدیداً) یوں فرما دیا گیا ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے نماز کی پابندی نہ کی وہ قیامت کے روز فرعون، ہامان، قارون اور اُبَی بن خلف کے ساتھ ہوگا (جبکہ اس نے کافروں کا عمل کیا تو عقل کا تقاضا ہے کہ کافروں کے ساتھ حشر ہو)

تیسرا رکن نماز کے بعد زکوٰۃ کو ذکر فرمایا جو اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كَافِرُوْنَ

اور مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔

آیت شریفہ کا سیاق اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینا مشرکوں کا کام ہے اللہ تعالیٰ بچائیں زکوٰۃ روکنے سے اور نفس کی کنجوسی سے جو اسلام کے ایک رکن کو گرا دیوے

چوتھا رکن حج بیت اللہ کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

مَنْ مَّلَكَ زَادًا وَّ رَاحِلَةً تُبَلِّغُهٗ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ اَنْ يَّمُوْتَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا وَذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا [1]

جو اتنے سامان اور سواری کا مالک ہو گیا جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے اور ایسا شخص حج نہ کرے تو کچھ عجب نہیں کہ یہودیت یا عیسائیت کی حالت میں مرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اور اللہ کیلئے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا حج کرنا ہے جو وہاں پہنچنے کی وسعت رکھتا ہو۔

کیسے غلط لوگ ہیں وہ جو حقیر اور فانی روپیہ کو بچانے کے لئے حج کو غارت کرتے ہیں ؏

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

مبادا دل آں فرومایہ شاد
کراز بہر دنیا دہد دین بباد

جس پر حج فرض ہو جائے جلد سے جلد کر لیوے کل پر نہ ٹالے ایک حدیث میں ارشاد ہے من اراد الحج فلیتعجل[1] یعنی جو حج کو جانا چاہے اسے جلدی کرنا ضروری ہے۔

حج اتنا بڑا رکن ہے کہ اس کے تارک کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودیت یا عیسائیت کی موت مرنے والا فرمایا ہے۔ والعیاذ باللہ حج کس پر فرض ہے۔ قدرے اس کی تفصیل حدیث نمبر ۲ کی تشریح میں گذر گئی۔

پانچواں رکن رمضان المبارک کے روزے رکھنا بھی اسلام کے پانچ ارکان میں سے ہے قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ أَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ۔

اے ایمان والو! فرض کئے گئے تم پر روزے جس طرح فرض کئے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ یہ روزے گنتی کے چند ہیں۔

افسوس کہ سال بھر میں ایک مہینہ اللہ کے لئے روزانہ چند گھنٹے کھانا پینا چھوڑنے کو جو لوگ تیار نہیں اور اسلام کے اس ستون کو ڈھانے میں لگے ہوئے ہیں خود کو کس منہ سے مسلمان کہتے ہیں۔

اَلْحَدِيْثُ الرَّابِعُ

وَعَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ

[1] مشکوٰۃ شریف ۲۲۰

ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَوَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا۔ رواه البخاری ومسلم

تخلیق انسان کے تدریجی مراتب

(۴) ———— ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اور آپ کا فرمانا حق اور بجا ہے کہ یقین جانو (تمہاری پیدائش کی تفصیل اس طرح ہے کہ) ماں کے پیٹ میں نطفہ چالیس روز منتشر رکھ کر ایک جگہ) جمع کر دیا جاتا ہے (اور جمع کر کے اسے جمے ہوئے خون کی شکل دیدی جاتی ہے جسے علقہ کہتے ہیں) پھر اس کے بعد چالیس روز علقہ رہ کر گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے۔ پھر چالیس روز میں وہ بوٹی (آدمی کی صورت کی بنا دی جاتی ہے۔ جس میں اعضاء وجوارح ناک، کان، آنکھ وغیرہ بنا دیے جاتے ہیں) اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے پاس (روح پھونکنے والے) فرشتہ کو بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونک دیتا ہے، اور فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے۔

(۱) اس کا رزق لکھنے کا (۲) اس کی عمر لکھنے کا (۳) اس کا عمل لکھنے کا (۴) اور یہ لکھنے کا کہ شقی ہے یا سعید۔ یعنی نیک بخت ہے یا بدبخت۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی

لہ وقال ابن دقيق العيد وقد جاء عن ابن مسعود في تفسيره ذلك ان النطفة اذا وقعت في الرحم فاراد الله تعالىٰ ان يخلق منها بشرا طارت في بشر المرأة تحت كل ظفر وشعر ثم تمكث اربعين ليلة ثم تصير دما في الرحم فذلك جمعها وهو وقت كونها علقة ۱۲ شرح ابن دقيق العيد على الاربعين النووية ۱۲

جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے بلاشبہ تم سے ایک شخص جنت والوں کے عمل کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہے تو کتاب آگے بڑھ جاتی ہے اور وہ دوزخ والوں کے عمل کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے دوزخ میں چلا جاتا ہے اور (اسی طرح دوسرا رُخ بھی سمجھ لو کہ) بلاشبہ تم میں سے ایک شخص دوزخ والوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب آگے بڑھ جاتی ہے اور وہ جنت والوں کے عمل کرنے لگتا ہے۔ جس کی وجہ سے جنت میں چلا جاتا ہے (بخاری و مسلم)

تشریح۔ اس حدیث میں اولاً انسان کی پیدائش کی تفصیل بیان فرمائی ہے جو ارشاد خداوندی خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ کی تفسیر ہے، اس کے بعد تقدیر کو بتایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ انسان کی خلقت اور تدریجی آفرینش کا ذکر فرمایا گیا ہے سورۂ مومنون میں ارشاد ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ۪ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ (پ ۱۸ سورۂ مومنون ع ۱)

پھر ہم نے اس کو نطفہ (سے) بنایا جو مقام محفوظ (یعنی رحم مادر) میں رہا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا پھر ہم نے اس لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنادیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزاء) کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا پھر ہم نے (روح ڈال کر) ایک دوسری (جیتی جاگتی) مخلوق بنادیا سو خوب بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔

سورۂ زمر میں فرمایا۔

یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ

تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے تین اندھیریوں میں۔

اپنی تخلیق کا مراقبہ

درحقیقت انسان کی پیدائش میں اللہ جل شانہٗ کی قدرت اور تخلیق و ابداع کے زبردست مظاہرے ہیں، اگر انسان تمام کائنات کو چھوڑ کر صرف اپنی ہی ہستی میں غور کرے اور اپنی پیدائش اور نشو ونما کا مراقبہ کرے تو اپنے مالک و خالق کو ضرور پہچان لے گا اور اپنی عاجزی اور ضعف کو سامنے رکھے گا تو بتقاضائے عقل سلیم اسے مالک الملک کی بارگاہ صمدیت میں جبین نیاز رکھنی ہوگی اور اس کا اقرار کرنا ہوگا کہ ضرور کوئی میرا خالق و مالک ہے جو میرا معبود ہے اور میں اس کا بندہ، مخلوق اور مملوک ہوں۔ سورۂ زمر کے اسی ٹکڑے کے بعد جو ابھی گذرا اسی حقیقت کی طرف رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ

یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کیلئے ملک ہے، اسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو ان دلائل کے بعد تم کہاں (حق سے) پھرے جاتے ہو۔

سورۂ ذاریات میں فرمایا۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

اور خدا کی وحدانیت کی، زمین میں یقین لانے والوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی ہیں کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا

آجکل لوگوں کی معلومات بڑھ رہی ہیں اور سائنس کی ترقی ہو رہی ہے، یوماً فیوماً ایجادات میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن افسوس کہ انسان اسی قدر اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے جا رہے ہیں جس قدر اس کی معرفت کی نشانیاں اور اس کی قدرت کے مظاہرے سامنے آ رہے ہیں حالانکہ کائنات عالم میں نظر اور بصیرت رکھنے والوں ہی کو اللہ جل شانہٗ کی معرفت میں بڑھا ہوا ہونا چاہیے تھا اگر فکر صحیح رکھتے تو رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا کہنے والے یہی انسان ہوتے جو کائنات عالم میں اپنی بصیرت سے ایجادات بڑھا رہے ہیں۔

انسان کی تدریجی آفرینش بتلانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اس کے بعد اس بچہ کی تقدیر لکھ دی جاتی ہے یعنی یہ مقدر کر دیا جاتا ہے کہ اس کا رزق کس قدر ہوگا اور اس کی عمر کتنی ہوگی اور وہ اپنی زندگی میں — کیا عمل کرے گا اور اس کی موت سعادت پر ہوگی یا شقی ہو کر مرے گا۔

تقدیر حق ہے تقدیر حق ہے اس پر ایمان لانا فرض ہے جو تقدیر پر ایمان نہ لائے وہ ہرگز مومن اور مسلم نہیں ہو سکتا، ایمان کا مطلب یہی ہے کہ بلا چون وچرا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو مان لے دلیل و فلسفے سے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، یہ ایمان رکھنا ضروری ہے کہ تمام احوال وواقعات اللہ کی قضا و قدر سے ہوتے ہیں۔ ہر خیر و شر، نفع و ضرر تقدیر کے ماتحت ہوتا ہے۔ جو تقدیر کو نہ مانے گا وہ کافر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو پورا حق اور اختیار ہے اس پر کسی کو اعتراض کی مجال نہیں ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ اس کی شان ہے۔ قال ابن دقیق العید واجب علینا ان نقف حیث حُدّ لنا فلا نتجاوز۔

چونکہ تقدیر کا مسئلہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتا اس لئے بعض روایات میں اس کے متعلق گفتگو کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدَرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ (مشکوٰۃ شریف)

جو شخص تقدیر کے متعلق ذرا سی بھی بات کرے گا اس سے قیامت کے روز پرسش ہوگی (یعنی ایسی بات جس سے شک والکار ظاہر ہو)

حدیث شریف میں یہ جو فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب آگے بڑھ جاتی ہے اور وہ دوزخ کے عمل کر کے دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے"۔ اس سے چند باتیں نکلتی ہیں۔

(۱) قطعی طور پر اس دنیا میں کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا

(۲) اپنے عمل پر بھروسہ کر کے اپنے کو جنتی نہ سمجھ لینا چاہیے اور عمل پر اترانا درست نہیں کیونکہ خاتمہ کا پتہ نہیں۔

(۳) اعمال کا مدار خاتموں پر ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی دعا کرتا رہے۔

(۴) موت تک مومن کو چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ "سوء خاتمہ سے ڈرتا رہنا چاہیے" نہ معلوم خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے یا کفر پر۔

اَلْحَدِیْثُ الْخَامِسُ

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ عَبْدِ اللّٰہِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ۔

اسلام کی جامعیت

(۵) ـــــــ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہمارے اس دین میں وہ کام جاری کرے جو دین میں سے نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے سو وہ مردود ہے۔

تشریح دین اسلام ایک صاف ستھرا کامل و مکمل دین ہے رہتی دنیا تک ہمیشہ تا قیام قیامت اس کا ہر ہر حکم محفوظ ہے۔ کیسے ہی احوال بدل جائیں اور کیسے ہی انقلابات آجائیں لیکن اسلام اپنی جگہ اٹل ہے اس کی کسی چیز میں بدلنے کی گنجائش نہیں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے قوانین اسلام نے ایسے وضع کئے ہیں کہ ان سے بہتر کوئی پیش نہیں کر سکتا اور نہ آج تک کوئی پیش کر سکا۔ اسلام کامل اس قدر ہے کہ اسلام کے نہ نظام حکومت میں تبدیلی کی گنجائش ہے نہ اس کے نظام اقتصادیات میں کسی اضافہ یا کمی کا کسی کو حق ہے نہ اس کے نظام معاشرت میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے، نہ اس کے وضع کردہ طرق معاملات کے متعلق کسی ترمیم کی حاجت ہے۔ غرضیکہ تمام شعبہائے

زندگی میں۔ اسلام جاری وساری ہے اور اس میں کہیں بھی کسی جگہ تغیر وترمیم کی ضرورت نہیں اور کیونکر تبدیل کی ضرورت ہو سکتی ہے جبکہ اللہ جل شانہ الیوم اکملت لکم دینکم کا اعلان فرما چکے ہیں۔

پھر اسلام کے احکامات میں کوئی الجھاؤ اور پیچیدگی نہیں ہے جس کی وجہ سے سمجھنے یا عمل کرنے میں دقت پیش آئے بلکہ اس کا ہر فیصلہ دو ٹوک اور ہر حکم صاف صریح اور ہر قانون ظاہر اور بیّن ہے، الترغیب والترہیب میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لقد ترکتکم علی مثل البیضاء لیلها کنهارها لا یزیغ عنها الا هالک — البتہ میں نے تم کو ایسے صاف راستہ پر چھوڑا ہے جس کا رات اور دن برابر ہے اس سے وہی ہٹے گا جو ہلاک ہوگا یعنی اپنی جان کو دوزخ میں ڈالنے کو تیار ہوگی

بدعت کی مذمت اور مضرت جبکہ دین اسلام کامل ومکمل اور صاف وصریح دین ہے جس میں ذرا سی بھی ترمیم اور اضافہ کی گنجائش نہیں ہے تو اب اس میں کسی بدعت کا نکالنا اور اپنی طرف سے کسی ایسے کام کو دین میں داخل کرنا جو دین میں نہیں ہے سراسر گمراہی ہو گی اور دین میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہو گا حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من اتی بدعة ظن ان محمدا اخطاء الرسالة یعنی جس نے بدعت کا کام کیا گویا اس نے یہ سمجھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پہونچانے میں غلطی کی ہے۔ (اور پورا دین نہیں پہونچایا ہے اور احکام ٹھیک ٹھیک نہیں بتلائے ہیں لہذا میں اس میں اپنی طرف سے کوئی عمل جاری کرکے ناقص دین کی تکمیل کرتا ہوں) (اللہ کی پناہ) بدعت والے یوں تو ہرگز نہیں کہتے کہ ہم بدعت کر رہے ہیں بلکہ اپنے اعمال کو عین دین سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو قرآن و حدیث دیکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی اور حق و باطل میں تمیز نہیں رہتی۔

بدعت سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی چونکہ معصیت اور سراسر نافرمانی کو اہل بدعت نیکی سمجھتے ہیں۔ اس لئے بدعت سے توبہ بھی نہیں کرتے بدعت کے علاوہ کوئی

کتنا ہی بڑا گناہ ہو چونکہ انسان اسے گناہ سمجھتا ہے اس لئے اس کے کرنے سے ڈرتا بھی ہے اور توبہ بھی کرتا ہے۔ قیامت کے دن کی پکڑ کا بھی خیال اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بدعت کو چونکہ نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے اس لئے اس سے توبہ کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا عام گناہوں میں مبتلا ہونا اس قدر بُرا نہیں ہے جس قدر بدعت میں لگنا بُرا اور مذموم ہے۔ شیطان کی سب سے بڑی چال یہی ہے کہ انسان کو ایسے عمل پر ڈالدے جو حقیقت میں گناہ ہو اور کرنے والا اُسے نیکی سمجھتا ہو۔ الترغیب والترہیب میں ہے۔

اِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالذُّنُوْبِ فَاَھْلَکُوْنِیْ بِالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَأَیْتُ ذٰلِکَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالْاَھْوَاءِ فَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ فَلَا یَسْتَغْفِرُوْنَ۔

ابلیس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہ کرا کے ہلاک کیا (اور دوزخ کا مستحق بنایا) تو انھوں نے مجھے اس طرح ہلاک کر دیا کہ گناہ کر کے توبہ کرلی اور میری محنت پر توبہ کرکے پانی پھیر دیا) جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو میں نے ایسے عمل جاری کر دیئے جو نفسوں کے موافق ہیں (اور حقیقت میں گناہ ہیں اب وہ ان کاموں کو چونکہ نیکی سمجھتے ہیں) اس لئے اپنے کو ہدایت پر جانتے ہیں لہذا استغفار نہیں کرتے

چونکہ خلاف سنت کا نام بدعت ہے اس لئے بدعت کے اعمال مقرر نہیں ہیں بلکہ بے شمار ہیں اور ہر ملک اور ہر صوبہ میں علیحدہ علیحدہ بدعتیں ہیں ذاتی مصالح اور دنیاوی منافع کی وجہ سے عوام سے مرعوب ہو کر بہت سے علاقوں میں علماء بھی بدعتوں میں شریک نظر آتے ہیں علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام میں جو بھی کوئی عمل ہوتا دیکھیں اسے قرآن و حدیث اور سنت خلفاء راشدین و عمل صحابہ میں تلاش کریں۔ اگر نہ ملے تو پوری کوشش صرف کریں کہ وہ عمل چھوٹ جائے اور اس کی جگہ سنت نبویہ (علے صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) پر عمل ہونے لگے، بیاہ شادی مرنے جینے میں ہر جگہ بے شمار بدعتیں ہوتی ہیں، قبروں پر بے انتہا گناہ ہوتے ہیں جن کو کار ثواب سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں بدعت ہوتے ہیں۔

تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی، ثواب پہونچانے کے گھڑے ہوئے خود ساختہ طریقے، قبروں کے عرس، قبروں پر چادریں یا پھول چڑھانا۔ قبروں کو غسل دینا۔ پختہ بنانا۔ قبروں پر روٹیاں یا غلہ تقسیم کرنا۔ شب برات کا حلوا۔ حضرت جعفر کے کونڈے۔ حضرت پیران پیر کے نام کی گیارھویں۔ مولود میں قیام، بی بی جی کی صحنک وغیرہ وغیرہ بے شمار بدعتیں رائج ہیں اور ان کے مٹانے کے لئے اللہ کے سچے بندے جان توڑ کوشش کر چکے ہیں لیکن چونکہ ان چیزوں کو نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے اس لئے چھوڑنے کے بجائے علماء کرام ہی کو برا کہہ دیا جاتا ہے۔ جو لوگ ان بدعتوں میں پھنسے ہوئے ہیں ان پر لازم ہے کہ جن علماء پر اعتماد رکھتے ہیں ان میں سے ہر ہر چیز کے متعلق ان سے سوال کرلیں کہ قرآن و حدیث اور ائمہ کے فقہ میں اس کا ذکر کہاں ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ سے ان کا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

ہند و پاکستان میں بہت سی مروجہ بدعتوں کی تردید تفصیل کے ساتھ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے مواعظ و ملفوظات اور بالخصوص موصوف کی مشہور کتاب اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور حصہ ششم پڑھئے۔

الحدیث السادس

عن ابی عبد اللہ النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اِنَّ الْحَلَالَ بَیِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ وَبَیْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهُنَّ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِیْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ کَالرَّاعِیْ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّرْتَعَ فِیْهِ اَلَا وَاِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی اَلَا وَاِنَّ حِمَی اللّٰهِ

مَحَارِمُهُ اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ)

شبہ کی چیزوں سے پرہیز

(۶) ــــــــــ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حلال (بھی) ظاہر ہے اور بلاشبہ حرام (بھی) ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں۔ جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے سو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا (یعنی شبہ کی چیزوں کو چھوڑنے کی بجائے اپنے عمل میں لے آیا) وہ حرام میں پڑ جائے گا، جیسا کہ چرواہا (اپنا ریوڑ کسی کھیت کی) باڑ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں بھی، اس کا ریوڑ چرنے لگے گا

پھر فرمایا کہ خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کر کے) باڑ لگادی ہے (اور اپنی رعایا کے لئے حدبندی کر دی ہے) اور بلاشبہ اللہ کی حدبندی وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام بتائی ہیں، پھر فرمایا کہ خبردار انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور وہ ٹکڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ ٹکڑا دل ہے (بخاری ومسلم)

تشریح قرآن وحدیث میں ان گنت چیزوں کو حلال اور اسی طرح بے شمار چیزوں کو حرام فرمایا ہے لیکن چونکہ ہر شخص کو پورے قرآن وحدیث کا علم نہیں ہے اور علم ہوتے ہوئے بھی کسی خاص معاملہ کے متعلق قرآن وحدیث سے حل نکالنا ہر عالم کا کام نہیں ہے اس لئے زندگی میں بہت سے واقعات ایسے پیش آتے ہیں کہ انسان بعض چیزوں کے متعلق حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اور شبہ میں پڑ جاتا ہے۔

مشتبہات کا حکم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارک میں ایک ایسا جامع قاعدہ بتادیا ہے جس پر عمل کرنے سے مشتبہ مواقع میں انسان کو پوری پوری رہنمائی ہوسکتی ہے اور دنیا و آخرت کی بے شمار آفات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ نہ ہوسکتا ہو اس کو چھوڑ دے اور اس میں نفی کی صورت اختیار کرلے یعنی اس پر عمل نہ کرے، چونکہ اس کے حرام ہونے کا احتمال ہے اس لئے اگر وہ حقیقت میں حرام ہوگا تو اس سے پرہیز ہو جائیگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود اپنے گھر میں ایک کھجور پڑی ہوئی ملی۔ اسکو دیکھ کر فرمایا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ شاید یہ صدقہ کی ہو تو میں اسے کھالیتا۔ (الترغیب والترہیب) اس کھجور کے متعلق شک ہوا کہ صدقہ کی ہے یا غیر صدقہ کی ہے، اگر صدقہ کی تھی تو آپ کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں تھا اور اگر غیر صدقہ (ہدیہ وغیرہ) کی تھی تو اس کا کھانا جائز تھا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کھانے ہی کی شق کو ترجیح دی اور اس کو نہ کھا کر شبہ سے پرہیز فرمایا۔ اُمت کو چاہئے کہ شبہات کے مواقع میں اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول و عمل کا اتباع کرے۔

دین اور آبرو کی حفاظت شبہ کی چیز سے بچنے ہی میں دین اور آبرو کی حفاظت ہے۔ کیونکہ جب شبہ سے بچ گیا تو اگر وہ حقیقت میں جائز تھا تو اس کے چھوڑنے سے ایک جائز چیز چھوٹ گئی جس کے چھوٹ جانے سے کوئی گناہ نہیں ہوا۔ لیکن اگر اُسے کر گذرا اور شبہ سے نہیں بچا تو چونکہ اس کے حرام ہونے کا احتمال ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حرام ہی ہو اور ارتکاب گناہ ہو جائے (یہ تو دین کا نقصان ہوا) اور جب شبہ کے کام کو کرے گا تو بہت سے لوگ جو اس کام کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اس شخص کو کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی غیبت کریں گے اور بُرا بھلا کہیں گے (یہ آبرو کا نقصان ہوا)

جو شبہات سے نہ بچے تو حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ | جو شخص مشتبہ چیزوں سے نہیں بچتا رفتہ رفتہ اس کے قلب کا ناس ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ ان کاموں کو بھی کرنے پر اُتر آتا ہے جو کھلے طور پر حرام اور ناجائز ہیں جن کے منع ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں ہوتا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا ریوڑ کسی جنگل میں چراتا ہو اور چرانے کی جگہ مخصوص اور مقرر ہو، اس جگہ کے علاوہ دوسری جگہ (جہاں دوسروں نے باڑ لگا کر اس کے ریوڑ کے آنے کی روک تھام کر رکھی ہو اگر چرائے گا تو کچھ عجب نہیں ہے کہ اس کی بکریاں دوسرے کی باڑ کو پھاند کر اندر چلی جائیں اور اس کا کھیت وغیرہ چرلیں۔ تو جس طرح یہ ریوڑ والا شخص ہر ممکن کوشش اس بات کی کرتا ہے کہ میری بکریاں دوسرے کی باڑ کے قریب نہ چریں۔ اسی طرح ایماندار بندوں کو چاہیئے کہ اپنے دین اور آبرو کی حفاظت کے لئے شک و شبہ کی چیزوں سے بچیں۔ جو کھلی ہوئی حرام چیزیں ہیں وہ اللہ کی باڑ یعنی اس کی حد بندیاں ہیں اور شبہ کی چیزیں گویا اس باڑ کے قریب کی چیزیں ہیں تو جو شخص باڑ کے قریب پہونچے گا۔ کچھ عجب نہیں کہ باڑ کو پھاند جائے اور کھلے ہوئے حرام میں پڑ جائے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ چھوٹا گناہ بڑے گناہوں تک پہونچا دیتا ہے اور بڑے گناہ کفر تک پہونچا دیتے ہیں۔

قلب صحیح کی ضرورت | حرام اور شبہ سے وہی بچ سکتا ہے جس کا قلب صحیح ہو، قلب میں خدا کا خوف اور آخرت کی فکر بھری ہوئی ہو، اصل نیکی اور گناہ کرانے والا قلب ہی ہے جو بظاہر ذرا سا ٹکڑا ہے لیکن سارے بدن پر اس کی حکومت اور سلطنت ہے اگر دل میں کنجوسی نہ ہو تو ہاتھ خرچ کرنے سے نہ رکیں، اگر دل میں حرام سے بچنے کا خیال ہو تو ہاتھ رشوت نہ لیں اور پاؤں حرام کمانے کی طرف نہ چلیں، اگر قلب میں فواحش اور سینما دیکھنے کا ذوق نہ ہو تو نہ کان گانا سنیں نہ آنکھیں غیر محرم پر پڑیں نہ پاؤں ناچ گانے کی محفل میں جائیں۔ اسی کو رسول خدا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا الا وان فی الجسد الخ یعنی خوب سمجھ لو!

اس میں شک نہیں کہ انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہے تو سارا بدن درست ہے اور وہ فاسد و خراب ہے تو سارا بدن خراب ہے۔

دل کو سنوارنے اور خوبیوں سے آراستہ کرنے کے لئے مشائخ صوفیہ اور اہل اللہ کی خدمت میں رہنا ضروری ہے اور تصوف کی کتابیں دیکھنا بالخصوص حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا از حد مفید ہے۔

نسئل اللہ العظیم ان یصلح فساد قلوبنا یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک یا مصرف القلوب صرف قلوبنا الی طاعتک۔

الحدیث السابع

عَنْ اَبِیْ رُقَیَّۃَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ (رواہ مسلم)

دین سراپا خیر خواہی ہے

(۷) ——— حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے! ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کس کی خیر خواہی؟ فرمایا: اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے ائمہ دین کی اور تمام مسلمانوں کی۔

تشریح نصیحت بہت جامع لفظ ہے۔ علامہ ابن دقیق العید لکھتے ہیں کہ کلام عرب میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ اس کے مفہوم کو ادا کر سکے بہت سے شعبے ہیں اور اس کے معنے میں بڑی تفصیل ہے جو ایک لفظ میں نہیں آسکتی۔ نصیحت کا ترجمہ "خیر خواہی" جو ہم نے کیا ہے اس کے قریبی معنی ہیں، کسی قدر تفصیل سے اس کے معنی بیان کیے جائیں تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر شخص کے متعلق یہ کوشش کرنا کہ اس کا پورا پورا حق ادا ہو جائے اور پوری

ذات سے اسے ہر ممکن فائدہ اور راحت پہونچ جائے۔ علامہ خطابی نے اس مفہوم کو اپنی اس عبارت میں اس طرح ادا کیا ہے کہ النصیحۃ کلمۃ جامعۃ معناھا حیازۃ الحظ للمنصوح لہٗ۔

اللہ کی نصیحت درحقیقت اپنے ہی لئے نصیحت یعنی خیر خواہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات کو اسی طرح مانے جیسا کہ اسلام نے بتایا ہے کسی کو اس کا شریک نہ بناوے اس کو تمام عیوب ونقائص سے پاک سمجھے تمام صفات کمال وجلال جن سے اس کی ذات متصف ہے ان کو مانے، اس کے احکام کی پابندی کرے۔ نافرمانیوں سے بچے، اسی کے لئے محبت کرے، اسی کے لئے بغض اور دشمنی رکھے، اس کے منکر سے جہاد کرے۔ اس کی نعمتوں کی شکرگذاری کرے۔ ہر موقعہ اور ہر حال میں اس کی رضا کے لئے عمل کرے اور تمام انسانوں کو اس کی وحدانیت اور اطاعت کی دعوت دیوے جو مذکورہ عمل کرے گا اپنا ہی بھلا کرے گا۔ ورنہ خدا کو کسی کے مومن ہونے سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا اور کسی کافر ومنکر ہونے سے کچھ نقصان نہیں پہونچتا۔ قال الخطابی رحمہ اللہ تعالیٰ وحقیقۃ ھذہ الاوصاف راجعۃ الی العبد فی نصحہ لنفسہ واللہ تعالیٰ غنیٌ عن نصح الناصح۔

اللہ کی کتاب کی خیر خواہی (یعنی اس کے حقوق کی ادائیگی) یہ ہے کہ اسے اللہ کا کلام مانے اور یہ یقین کرے کہ بندے اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے، اسکی تعظیم کرے اس کی تلاوت ٹھیک کرے یعنی تجوید وقرات کے اصول وفروع کا لحاظ رکھتے ہوئے حضور قلب کے ساتھ پڑھے۔ اس میں جو کچھ ہے اُسے تسلیم کرے۔ اس کے دوست نما دشمن جو اس کے معنی بدلتے ہوں ان کی لغو اور بے ہودہ باتوں کی تردید کرے۔ اس کے احکام پر عمل کرے، جن چیزوں سے اس نے روکا ہے ان سے باز رہے، اس کے علوم کو پھیلائے اور ساری مخلوق کو قرآن کے ماننے کی دعوت دے۔

اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خیر خواہی یعنی آپ کے حقوق کی ادائیگی یہ ہے کہ آپ کی تصدیق کرے۔ آپ کی رسالت پر ایمان لاوے یعنی آپ نے جو کچھ فرمایا جو جو عقائد رکھنے کی تعلیم دی من وعن بلا چون وچرا سب کو حق سمجھے اور دل سے مانے آپ کے ارشادات کی تعمیل کرے جن چیزوں سے آپ نے منع فرمایا ہے ان کو ہر گز نہ کرے۔ آپ کے دشمنوں سے دشمنی اور آپ کے دوستوں سے محبت رکھے، آپ کے طریقہ کو زندہ کرنے کی کوشش میں لگا رہے آپ کے علوم کو سیکھے اور سکھاوے، علوم سنت رکھنے والوں سے محبت کرے آپ کے آل واصحاب کی تعظیم کرے، مبتدعین سے دور رہے جو آپ کی شریعت میں اپنی طرف سے پخچڑ لگاتے ہیں۔

مسلمانوں کے اماموں (یعنی اسلام کے طریقہ پر حکومت چلانے والے مسلمان حاکموں) کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق پر ان کی معاونت کرے، ان کی اطاعت کرے لوگوں کو ان کی اطاعت پر آمادہ کرتا رہے، ان کو عوام کے حقوق سے مطلع کرتا رہے اور جو ان میں خرابی دیکھے اسے مخلصین کے طریقہ پر دور کرے، غرضیکہ ان کی دنیا و آخرت کے متعلق جو بھی بھلائی ان تک پہنچا سکتا ہے پہونچا دیوے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی کی کچھ تفصیل عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ جب ایک مسلمان بھائی مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرے، وہ وفات پا جائے تو اس کے کفن دفن اور نماز جنازہ میں شریک ہو، جب کسی ضرورت یا ضیافت کرنے کے لئے بلاوے تو اس کے پاس چلا جاوے، جب اس سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرے، وہ سلام کرے تو سلام کا جواب دیوے، اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہے، اس کے سامنے اور پیچھے اس کی خیر خواہی کرے، ہدیہ لیا دیا کرے، وہ مقروض ہو اور ادا نہ کر سکتا ہو تو اس کا قرضہ ادا کر دیوے، خود اس پر اپنا قرضہ ہو تو سختی سے تقاضا نہ کرے۔ مہلت دیوے اور معاف بھی کر دیا کرے کسی گناہ پر اُسے عار نہ دلاوے، اس کی مصیبت پر خوش نہ ہووے، اس کا

مذاق نہ اڑا دے، اس کے دکھ درد میں کام آدے، اس کو حقیر نہ جانے، وقت ضرورت اُس کی رجانی مالی) مدد سے منہ نہ موڑے، اس سے اللہ کے لئے محبت کرے جو اپنے لئے پسند کرے وہ ہی اس کے لئے پسند کرے اور جو اپنے لئے ناپسند کرے وہی اس کے لئے ناپسند کرے، اس کی غیبت نہ کرے، نہ اس کی غیبت سُنے۔ دوسرا اس کی غیبت کرتا ہو تو پارٹ لیوے، اس کے بارے میں اچھا گمان رکھے، اس کی غلطی معاف کر دیوے، چھوٹوں پر رحم کرے۔ بڑوں کا احترام کرے۔ بوڑھے مسلمان کے اکرام واعزاز اور خدمت کا خاص دھیان رکھے اپنی ضرورت کا ایثار کر کے اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کر دیوے۔ کسی جگہ جائے تو وہاں کے امام کی اجازت کے بغیر امام نہ بنے کسی کے گھر جانا ہو تو اس کے مقام خاص مسند و کرسی وغیرہ پر نہ بیٹھے، جب مسلمان کو اپنی مجلس میں آتا ہوا دیکھے تو جگہ ہوتے ہوئے بھی اس کے احترام کے لئے ذرا سا ہٹ جاوے ماں باپ اولاد، استاد، شوہر، شاگرد غرضیکہ ہر چھوٹے بڑے کے حقوق معلوم کر کے ادا کرے۔

معاملہ میں فریب نہ دے، نہ خیانت کرے، جو معاملہ کر کے پچھتا وے اس کا پچھتاوا دور کر دے یعنی معاملہ توڑ دیوے، بیچتے وقت جھکا کر تولے۔ ضرورت کے وقت غلہ ہرگز نہ روکے، دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے، نہ اس کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام بھیجے، خریدنے کی نیت نہ ہو تو دام لگا کر دوسرے کو دھوکہ میں نہ ڈالے۔ راستوں میں اور پانی کے گھاٹ پر اور جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں رسایہ میں یا سردی کے موسم میں یا دھوپ میں) وہاں پاخانہ، پیشاب نہ کرے۔ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر یا کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے، گردنوں سے پھاند کر مجلس میں نہ آوے چھپ کر کسی کی بات نہ سُنے جسے وہ سنانا نہیں چاہتے، گالی نہ دیوے، تہمت نہ لگا دے، چغلخوری سے بچے، کسی کی چیز مذاق میں لے کر نہ رکھ لیوے، بغیر اجازت کسی کے گھر میں منہ

داخل ہو نظر ڈالے، مشورہ صحیح دیوے، ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے موافق
پیش آوے۔ نرمی اور خوش خلقی کا برتاؤ کرے۔ بدگمانی نہ کرے، ظلم سے
بچے، ضرورتمند کے لئے سفارش کر دیوے، کسی کو تکلیف نہ پہونچاوے
عیب جوئی نہ کرے، جو عیب کسی کا معلوم ہو جاوے اسے چھپاوے۔ الی
غیر ذلک مالا یکاد یحصر فی العبارۃ۔

فائدہ: یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی تشریح
ہے جو ابھی پوری ہرگز نہیں ہے، ناظرین اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو اللہ جل شانہ نے جوامع الکلم عطا فرمائے تھے۔
ان کی جامعیت کس قدر ہے۔

الحدیث الثامن

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ
سَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ
لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ
وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَھُمْ وَ
اَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی
(رواہ البخاری ومسلم)

قتال کا حکم کب تک ہے

(۸) —— حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے (خدا
کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ اس وقت تک لوگوں سے جنگ کروں جبتک
کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دیدیں اور جب تک کہ نماز قائم
نہ کریں اور زکوٰۃ ادا نہ کریں۔ جب وہ ان چیزوں کو کرلیں گے تو (میں جنگ
روک دوں گا اور) وہ مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے، ہاں

اسلام کے کسی حق کی وجہ سے ان کا خون بہانا یا مال لیکر کسی کو دینا ضروری ہوگا
تو اس پر ضرور عمل کروں گا، اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (بخاری ومسلم)

تشریح | اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام کے سوا کوئی دین مقبول نہیں | اسلام زندگی گذارنے کا سب سے اچھا اور مقبول طریقہ ہے، قیامت
نزدیک آنے تک اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کے انسانوں کے لئے اسلام ہی کو پسند
فرمایا ہے۔ اور اپنی روشن اور واضح کتاب میں اعلان فرما دیا ہے کہ وَمَنْ
يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ ۔ یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی دین کو اختیار کرے گا تو وہ اس سے
ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اور وہ شخص آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں ہوگا۔

تو جبکہ اسلام کے علاوہ دوسرا دین اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہے اس لئے
سارے عالم کے لئے ضروری ہوا کہ وہ دین اسلام کو قبول کرے اور مسلمانوں کے
ذمہ ہوا کہ اسلام کو ہر ممکن طریقہ سے پھیلانے اور انسانوں کی زندگیوں میں جاری
ساری کرنے کی انتھک کوشش کریں۔ انسان اپنی ناقص فہم کی وجہ سے اپنے
آبائی دین کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے اور اپنی نادانی کی وجہ سے (اور بہت سے
جانتے ہوئے بھی ہٹ دھرمی کے باعث) کفر میں پڑے رہ کر اپنے کو دوزخی
بناتے ہیں اس لئے ان لوگوں پر اسلام نے رحم کھا کر جہاد اور قتال شروع فرمایا
تاکہ لوگ تلوار کے خوف سے ہی اسلام قبول کر کے اپنے کو دوزخ سے بچالیں
لیکن اس سلسلہ میں درمیانی راہ اختیار کی گئی ہے۔ زبردستی بھی نہیں رکھی۔ مجاہدین
کو حکم دیا ہے کہ اول اسلام پیش کریں اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو وہ اور ہم ایک
ہوگئے اُن کا جان ومال محفوظ ہوگیا اور اگر مسلمان ہونے سے انکار کریں تو
ان سے کہا جائے کہ ذمی ہو کر رہو۔ یعنی جزیہ دینا منظور کرو اس صورت میں بھی
ان کا جان ومال محفوظ رکھا جائیگا، پھر جب جزیہ قبول کر اسلام کی عملداری میں
رہیں گے۔ تو اسلام کا عدل وانصاف، مسلمانوں کی پاکبازی، خدا ترسی،

معاملات کی خوبی دیکھ کر اسلام قبول کرلیں گے، ان کی جانی مالی حفاظت کے عوض میں جزیہ لے کر ذمی بنا کر رکھنا بھی ان کے حق میں رحمت ہی ہے، کیونکہ اس طرح وہ اسلام قبول کرکے دوزخ سے بچ سکتے ہیں۔ لازم ہے کہ مسلمان ان کے اچھا برتاؤ کریں اور اسلام کے احکام کو خود اپنی زندگی میں لئے ہوں۔ جسے دیکھ کر ذمیوں کو بھی اسلام کی طرف توجہ ہو۔

اس حدیث پاک میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب لوگ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیدیں گے اور اس کو دل سے مان لیں گے اور مان لینا نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے ظاہر ہوگا تو میں ان کو مومن سمجھ لوں گا اور ان کے جان و مال کو محفوظ رکھا جائے گا (قتال بند کرنے کی دوسری شق یعنی جزیہ لینا اس میں ذکر نہیں کیا گیا ہے دوسری روایات سے ثابت ہے، جب ایک حدیث میں آگیا تو باقی احادیث کی تشریح اس ایک حدیث کو سامنے رکھ کر کی جائے گی۔

حسابھم علی اللہ کی تشریح یہ جو فرمایا وحسابھم علی اللہ (کہ ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے)، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں لوگوں کے ظاہر کو دیکھنے والا ہوں ان کے دلوں کے احوال کا دیکھنا میرے ذمہ نہیں کیا گیا، اگر میرے سامنے کلمہ کا اقرار کرلیں اور اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے لگیں بس میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا، اگر کسی نے بظاہر کلمہ پڑھ لیا اور اپنے کو مسلمان کہنے لگا اور اس کے کسی قول یا عمل سے کفر وارتداد ظاہر نہیں ہے تو ہم اسے کافر نہیں سمجھیں گے۔ دلوں کا حال اللہ ہی جانتے ہیں، اگر اللہ کے نزدیک کافر ہوگا تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ عقائد کا حساب کریں گے، ہم تو ظاہری اسلام دیکھ کر اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھیں گے اس کو اپنے قبرستان میں دفن بھی کریں گے اور ہر معاملہ میں اس سے مسلمانوں جیسا برتاؤ کریں گے۔ اگر کوئی نماز پڑھتا ہے تو خواہ مخواہ اس کے وضو بے وضو ہونے سے بحث نہیں کریں گے اس کو باوضو پڑھنے والا سمجھیں گے ہاں اگر حقیقت میں

بے وضو پڑھتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ چونکہ جانتے ہیں اس لئے آخرت میں اس کا حساب لے لیں گے۔ اسی طرح کوئی شخص گھر میں کھا پی کر باہر آکر اپنے کو روزہ دار ظاہر کرتا ہے تو ہم اسے روزہ دار ہی سمجھیں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کریں گے۔ (حدیث میں جو الا بحق الاسلام فرمایا ہے اس کی کچھ تشریح حدیث ۱۲ میں آرہی ہے)۔

الحدیث التاسع

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا نَهَیْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰی اَنْبِیَائِهِمْ (رواہ البخاری ومسلم)

بلا ضرورت سوال کرنے کی ممانعت

(۹) ——— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو جن کاموں سے روکا ہے ان سے بچو اور جن چیزوں کا حکم دیا ہے جہاں تک ہو سکے (انتہائی کوشش کے ساتھ) ان کو کرو (خواہ مخواہ سوالات میں مت پڑو)، کیونکہ پہلی امتوں کے لوگوں کو زیادہ سوال کرنے اور نبیوں کے خلاف چلنے کے طرز عمل نے ہلاک کر دیا (بخاری و مسلم)

تشریح یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے، یہ جو فرمایا کہ میں نے جن چیزوں کا حکم دیا "جہاں تک ہو سکے" ان کو کرو، اس میں لاتعداد مسائل آجاتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر پڑھے۔ اس پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر پڑھے۔ وضو میں کسی عضو کو دھونا

نقصان دے تو باقی اعضاء کو دھودے اور اس پر مسح کر لیوے۔ برائیوں کو روکنے میں اگر سب برائیوں کو نہیں روک سکتا ہے تو بالکل ہی گونگا ہو کر نہ بیٹھ جائے جس قدر ہو سکے برائیوں کو مٹانے کی کوشش کرے۔ "جہاں تک ہو سکے" یہ لفظ اتنا عام ہے کہ انسان اس سے ہزاروں موقعوں میں عمل کے لئے راہ پا سکتا ہے۔

اس حدیث مبارک میں زیادہ سوال کرنے سے بھی منع فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ پہلی امتوں کو ان کی اسی حرکت نے ہلاک کر دیا۔ وہ سوال کرتے تھے اور نبیوں کے خلاف چلتے تھے۔ لہذا اس امت کو چاہیے کہ ہلاک ہونے والوں کی راہ اختیار نہ کریں اور خواہ مخواہ بلا ضرورت سوالات نہ کریں۔ ادھر اُدھر کی بحثوں اور نکتہ چینیوں میں لگنے کے بجائے مطلب کی باتیں ضروری مسائل جو اپنی ذات سے متعلق ہوں معلوم کریں اور دین کی جو بات معلوم ہو جائے اس پر انتہائی کوشش کے ساتھ عمل کریں، بنی اسرائیل کی طرح اپنے کو ہلاک نہ کریں کہ سوالات بہت کرتے تھے اور عمل سے بچتے تھے، جب بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو خواہ مخواہ کے سوالات شروع کر دیئے کبھی اس کا رنگ پوچھتے، کبھی اس کی عمر پوچھتے کبھی اور کچھ سوالات کرتے حالانکہ حکم سن کر کوئی سی بھی گائے ذبح کر دیتے تو حکم پر عمل ہو جاتا۔

بہت سے لوگوں کو سوالات کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ سوال وجواب اور قیل وقال ان کی ذہنی تفریح اور دماغی عیاشی بن جاتے ہیں، تصوف کی باریکیاں اور فقہ کی نکتہ سنجیاں اور لفظی لطیفہ بازیاں تو بہت جانتے ہیں لیکن عمل میں کورے نظر آتے ہیں یہ حرکت بہت بے جا اور بُری ہے۔ بعض لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام والسلام کی والدہ کا نام پوچھا کرتے ہیں حالانکہ اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ جسے موصوفہ کا نام معلوم نہ ہوگا، جنت میں جانے سے نہیں روکا جائیگا، نماز فرائض اور واجبات تک معلوم نہیں اور نماز میں پڑھنے کی چیزیں صحیح یاد نہیں۔ لیکن

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا اسم گرامی معلوم کرنا ضروری سمجھ رکھا ہے، رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے قیل و قال اور کثرت سوال و اضاعۃ المال کو ناپسند فرماتے ہیں (مشکوٰۃ)

الحدیث العاشر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ تَعَالٰی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ یَقُوْلُ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ (رواہ مسلم)

حلال کھانے کی اہمیت

۱۰ــــــــــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ پاک ہے اور پاک (عمل اور مال) ہی کو قبول فرماتا ہے، اور بلاشبہ اللہ نے مومنوں کو وہی حکم حکم دیا ہے جو پیغمبروں کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ (پیغمبروں سے خطاب فرماتے ہوئے) ارشاد ہے

یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ — اے رسولو! طیب چیزیں کھاؤ۔

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ — اور نیک عمل کرو۔

اور (عام مومنوں کو خطاب فرماتے ہوئے) ارشاد ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ — اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے پاک چیزیں کھاؤ۔

یہ فرمایا کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رزق پاک یعنی حرام مال کھانے کا وبال ذکر کرتے ہوئے، فرمایا کہ ایک ایسا شخص جو لمبا سفر کر رہا ہو، اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں، بدن پر غبار لگا ہوا ہو، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یا رب یا رب کہتا ہو اور اس کا کھانا حرام ہو اور پینا حرام ہو اور لباس حرام ہو اور حرام سے اس کو غذا ملی ہو تو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

تشریح ایک حدیث میں ہے کہ جب تک انسان سفر میں رہتا ہے اسکی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور اگر سفر کے ساتھ شکستہ حال بھی ہو تو اس کی دعا اور بھی زیادہ قبولیت کے لائق ہو جاتی ہے۔ اس حدیث مبارک میں فرمایا کہ یہ سب کچھ سفر اور شکستہ حالی ہوتے ہوئے اس شخص کی دعا قبول نہ ہوگی جس کا کھانا، پینا، پہننا حرام ہو۔

حرام کھانے اور حرام کمانے کی مذمت اور مضرت آج بے انتہا دعائیں کی جاتی ہیں اور مصیبتوں کے دفع کرانے کے لئے خوب رو رو کر اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں مگر دعا قبول نہیں ہوتی؟ اور قبول کیونکر ہو جبکہ حرام سے بچنے کا خیال ہی نہیں رہا اور باستثنائے چند خال خال افراد کے سب ہر چہ آید در گھسیٹ پر ہی عمل کر رہے ہیں۔ کافروں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی اپنی زندگی کا مقصد اسی دنیا کو بنا رکھا ہے اور نظریہ یہ ہے کہ یہاں کھاتے پیتے، آرام سے گذر جائے آخرت میں کچھ ہوا کرے، پیٹ بھرنا چاہیئے حلال سے بھرے یا حرام سے بھرے، دنیا کی رواجی ضرورتیں پوری کرنا ضروری سمجھتے ہیں خواہ کسی طرح بھی پوری ہو، بس روپیہ چاہیئے خواہ سینما کی آمدنی ہو، خواہ شراب کی دوکان سے حاصل کیا ہو خواہ رشوت اور سود سے رقم کھینچی ہو، خواہ بیوپار میں ناجائز چیزیں فروخت کی ہوں۔ غرضکہ روپیہ ملنے کے سلسلے میں مسلمان یہ سوچتا ہی نہیں

کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے اور کمانے کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کے کیا کیا احکامات ہیں؟ سجدہ سہو کے مسائل پوچھنے والے تو بہت ملتے ہیں۔ لیکن مفتی سے یہ سوال کرنے والوں کا تقریباً قحط ہے کہ فلاں کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔ یا فلاں کمپنی کا حصہ دار بننا چاہتا ہوں اس کا شریعت میں کیا حکم ہے۔

حرام کی خوراک و پوشاک

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے دس درہم کا ایک کپڑا خریدا اور ان میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا خدا تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ فرمائیگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا جو حرام سے بڑھا ہو، جو گوشت حرام سے بڑھا ہو دوزخ ہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ نیز سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بغیر پاک ہوئے کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال سے کوئی صدقہ قبول نہیں۔ اور آپ نے فرمایا کوئی بندہ حرام کما کر اس میں سے صدقہ کرے تو وہ قبول نہیں ہوگا۔ اور اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہیں ہوگی اور اس کو اپنے مرے پیچھے چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے لئے دوزخ کا سامان ہوگا۔ یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔

حرام سے صدقہ کرنا

حدیث شریف میں یہ جو فرمایا کہ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا (یعنی اللہ صرف پاکیزہ عمل اور مال قبول فرماتے ہیں) اس میں ان لوگوں کے عمل کی تردید کی گئی ہے جو حرام کما کر اس میں سے کچھ صدقہ کرکے سمجھ لیتے ہیں کہ اب سارا مال پاک ہوگیا؛ حالانکہ جو صدقہ کیا ہے وہی قبول نہیں ہوا فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس شخص نے حرام مال سے صدقہ کیا اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نیک کام میں حرام مال خرچ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پیشاب سے اپنا کپڑا پاک کرے۔

افسوس کہ بہت سے لوگ بیوی بچوں کے چونچلوں، فرنیچر اور ریفریجریٹر

صوفہ سیٹ، ٹیلیویژن وغیرہ کے لئے حرام کماتے ہیں اور اپنے لئے دوزخ تیار کرتے ہیں۔ حالانکہ قیامت کے روز بیوی بچے، ماں، باپ سب علٰحدہ ہوجائیں گے اور اپنے حرام کمانے کا خود حساب دینا ہوگا (اور حرام خوری کا تو سب کو ہی حساب دینا ہوگا۔

یہ بات غلط ہے کہ حلال ملتا ہی نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ آجکل حلال ملتا ہی نہیں پھر حرام سے کیونکر بچیں؟ یہ بات بالکل غلط اور شیطان کا دھوکا اور نفس کا فریب جو بندے حلال ہی کمانا چاہتے ہیں ان کو خدا حلال ہی دیتا ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ حلال عموماً تھوڑا ملتا ہے۔ مزے اڑانے اور فضول خرچی کرنے کے لئے نہیں ملتا مگر بڑے مبارک ہیں وہ لوگ جو دنیا کی لذتوں کو دوزخ کے عذاب سے بچنے کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور تھوڑے پر صبر کر لیتے ہیں۔ اگر حلال کا خیال کیا جاوے تو مال کم ملے گا۔ آمدنی کے ذرائع محدود ہوجاویں گے اور زندگی پر اثر پڑے گا۔ اور وہ یہ کہ بیوی کے پاس زیور نہ ہوگا، ہاتھ میں گھڑی نہ ہوگی، بڑھیا لٹھا اور ململ زیب تن نہ کر سکیں گے۔ دنیا کی ناک اونچا کرنے کے لئے بیٹی کو جہیز زیادہ نہ دے سکیں گے۔ لیکن یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو چھوٹ سکتی ہیں۔ اگر ان کو اور ان جیسی اور بے ضرورت چیزوں کو چھوڑنے پر راضی ہوجائیں تو تھوڑے مال کی ضرورت پڑے گی اور دنیا میں کچھ تکلیف اٹھا کر ناک نیچی کر کے رہ سکیں گے۔ لیکن آخرت میں باعزت اور آرام سے رہیں گے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَّالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی اس سلسلہ میں احقر کی کتاب "کسب حلال وادائے حقوق" کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

الحدیث الحادی عشر

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سِبْطِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَیْحَانَتِہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ۔ رواہ الترمذی والنسائی وقال الترمذی حدیث حسن

جو چیز دل میں کھٹکے اُسے چھوڑ دو

(۱۱) ——— حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کی بہت سی باتوں میں مجھے آپ) کی (ایک) یہ بات یاد ہے کہ آپ نے فرمایا جو چیز شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اس کو اختیار کرلے جو شک میں نہ ڈالے (ترمذی ونسائی)

تشریح یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے، ہر موقعہ پر انسان کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اس میں جو مضمون ہے اس کی تشریح تفصیل کے ساتھ حدیث نمبر ۶ کے ذیل میں گذر چکی ہے اور حدیث نمبر ۲۷ کے ذیل میں جو تشریح ہم لکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اُس سے بھی اس مضمون کی توضیح ہو جائے گی، یہاں صرف اتنی بات عرض کرتے ہیں کہ یہ حدیث جس طرح شریعت کے مسائل میں رہنمائی کرتی ہے۔ اسی طرح دنیا کے حالات کے لئے بھی مشعل راہ ہے کاروبار وغیرہ میں بھی اگر کوئی اس پر عمل کرے کہ جس چیز کے کرنے نہ کرنے میں دل کو اطمینان نہ ہو اور دل ایک طرف نہ ہوتا ہو تو اس کو ترک کردے ایسا کرنے سے بہت سی الجھنوں اور دقتوں سے محفوظ رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

الحدیث الثانی عشر ۱۲

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ (رواہ الترمذی وغیرہ)

لایعنی سے پرہیز کی اہمیت

(۱۲) ——— حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کی ایک خوبی بیفائدہ

چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے (ترمذی وغیرہ)

تشریح انسان اس دنیا میں آخرت کمانے کے لئے آیا ہے اور آخرت اتنی بڑی چیز ہے کہ کوئی شخص ارب ہا ارب سال بھی آخرت کے کاموں میں لگا رہے تو وہاں پہونچکر اپنے اس عمل کو تھوڑا سمجھے گا اور یہ حسرت کرے گا کہ کاش اور نیکیاں کما لاتا تو اچھا ہوتا، اس لئے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ آخرت کی لذتوں اور نعمتوں کے حاصل کرنے اور درجات بلند کرنے کے لئے ایک ایک سانس کو قیمتی اور بہت بڑی نعمت سمجھے اور اسے آخرت کے کاموں میں خرچ کرے اور یہی نہیں کہ اپنے کو گناہوں سے بچائے بلکہ فضول باتوں اور بیکار کاموں سے بھی بچے۔ جن کے کرنے سے دین و دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ کیونکہ فضول بات اور بے فائدہ کام میں اگر گناہ بھی نہ ہو تو کیا یہ تھوڑا نقصان ہے کہ جتنی دیر کوئی فضول بات کی یا بے فائدہ کام کیا اتنی دیر میں جو آخرت کی کمائی ہو سکتی تھی اس سے محروم ہو گیا۔

مومن کی شان یہ ہے کہ بہتر سے بہتر اخلاق اور زیادہ سے زیادہ اجر بڑھانے والے کام کرتا رہے اور گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ بے فائدہ باتوں اور لایعنی کاموں سے بھی بچے کیونکہ لایعنی میں پڑنے سے نیکیوں کی رونق جاتی رہتی ہے اور لایعنی سے بچنے کی احتیاط نہ کرنے سے انسان بسا اوقات زبردست گناہوں میں گھر جاتا ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک صحابی کی وفات پر کسی نے کہا کہ تجھے جنت کی خوشخبری ہے، یہ سن کر رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خوشخبری دے رہے ہو حالانکہ تم کو پتہ نہیں کہ شاید اس نے لایعنی بات کہی ہو یا ایسی چیز کے خرچ سے بخل کیا ہو جو خرچ سے گھٹتی نہیں (جیسے علم، آگ، نمک وغیرہ)

حضرت لقمان حکیم سے کسی نے سوال کیا کہ تم کو یہ حکمت کا درجہ کیسے نصیب ہوا، انھوں نے جواب دیا کہ

صدق الحدیث واداء الامانۃ	سچ بولنے، امانت ادا کرنے، لایعنی سے بچنے
وترک مالا یعنینی (مشکوٰۃ)	سے یہ مرتبہ مجھے ملا،

مومن کو چاہیے کہ اِدھر اُدھر کے سوالات اور بحث مباحثہ اور دنیا بھر کی سیاست پر بے فائدہ تبصرہ کرنے اور بلا ضرورت بازار اور منڈیوں کے بھاؤ کے تذکرے کرنے سے بچے اور ہر منٹ کو آخرت کے کاموں میں لگائے رکھے بعض بزرگوں کے متعلق مشہور ہے کہ ۳۰ سال سے انھوں نے صرف اس لئے روٹی کھانا چھوڑ رکھا تھا اور ستو پی لیتے تھے) کہ ہر لقمہ پر ستر مرتبہ سبحان اللہ ناغہ ہوجاتا ہے، مسلمان کا مقام یہ ہے کہ ہر کلمہ آخرت کے نفع کا نکالے، ہر نظر آخرت کے فائدہ کے لئے، ہر قدم مرنے کے بعد کام آنے والے عمل کے لئے اُٹھائے۔ اور فکر کو آخرت ہی سے وابستہ رکھے دماغ کے سوچنے کی طاقت کو آخرت ہی کے نفع کے لئے استعمال کرے۔

الحدیث الثالث عشر [۱۳]

عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (رواہ البخاری ومسلم)

جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ تعالےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا۔ جب تک اپنے (مومن) بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (بخاری ومسلم)

تشریح دوسری حدیث میں ہے جس کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسا ایمان افضل ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا یہ کہ تو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں

لگائے رکھے۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کیا کروں؟ اس کے بعد یہ کہ تو لوگوں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (مشکوٰۃ شریف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب لوگوں کے ساتھ یہ برتاؤ رکھے کہ جو اپنے لئے پسند ہو وہ سب کے لئے پسند ہو اور جو اپنے لئے اچھا نہیں سمجھتا اس کو دوسروں کے لئے بھی برا سمجھے، مثلاً اگر اپنے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو تو یہ خیال کرے کہ میرا قرض چاہتا ہوتا تو جلد سے جلد وصول کرتا۔ لہذا اس کے لئے اسی کو پسند کروں اور جلد ادا کر دوں، اسی طرح اگر کسی پر اپنا قرض چاہتا ہو تو یہ سوچے کہ اگر مجھ پر کسی کا قرض ہوتا تو میں مہلت کا خواستگار ہوتا۔ لہذا مجھے چاہیئے کہ اس کے لئے وہی پسند کروں جو اپنے لئے پسند کرتا۔ لہذا اس کو مہلت دوں اور مطالبہ میں سختی نہ کروں اسی طرح ہر موقعہ اور ہر معاملہ میں سوچ لیا کرے۔

درحقیقت اگر لوگ صرف اسی ایک حدیث پر عمل کر لیں تو کبھی تعلقات میں کشیدگی نہ ہو۔

الحدیث الرابع عشر

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک دینہ المفارق للجماعۃ (رواہ البخاری)

خون مسلم کی حفاظت

(۱۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون بہانا حلال نہیں ہے۔ الا یہ کہ ان تین چیزوں میں سے کسی کو کر گذرے۔

(۱) شادی شدہ ہو کر زنا کر لیوے۔ (۲) کسی کو قتل کر دیوے۔

(۳) اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علٰحدہ ہو جاوے۔ (بخاری شریف)

تشریح مسلم کی جان بہت قیمتی ہے حتیٰ کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمام آسمان و زمین والے مل کر کسی مومن کو قتل کریں تو ان سب کو خداوند منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا کے نزدیک ساری دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے قتل ہو جانے کے مقابلہ میں بہت ہی بے حقیقت ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) اسی حقیقت کے پیش نظر اس حدیث میں یہ فرمایا کہ مسلمان کا خون بہانا کسی طرح بھی حلال نہیں ہے ہاں اگر وہ زنا کر لیوے تو اس کو پتھروں سے مار دیا جاوے (جسے رجم کہتے ہیں) بشرطیکہ وہ شادی کر چکا ہو اور اس کے بعد زنا کیا ہو اور اگر شادی شدہ نہ ہو اور زنا کر لیوے تو اسے سو کوڑے لگائے جاویں جس کی پوری تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے)

دوسرا سبب مسلمان کا خون بہانے کے جائز ہونے کا یہ ہے کہ وہ کسی کو قتل کر دیوے تو اس کے بدلہ اسے قتل کیا جاوے اور تیسرا سبب یہ ہے کہ وہ اسلام سے پھر جاوے یعنی کافر ہو جاوے (مثلاً اسلام کے عقائد کا انکار کرے یا اسلام کی کسی چیز کا استہزاء اور مذاق اڑاوے۔ آج تک امت مسلمہ جس چیز کو اسلام کی چیز سمجھتی آئی ہو اس کا انکار کر دیوے (جیسے ختم نبوت کا مسئلہ ہے) مرتد کو پہلے سمجھایا جاوے اور اسلام میں واپس آنے کی دعوت دی جاوے اگر اسلام قبول کر لیوے اور اپنے غلط عقیدہ سے باز آجاوے تو بہت اچھا ہے ورنہ اُسے قتل کر دیا جاوے۔ ان احکام کی تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں، حدیث ۸ میں الا بحق الاسلام جو فرمایا اس کی تشریح بھی اس حدیث سے ہو گئی۔

الحدیث الخامس عشر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ (رواه البخاری)

مومن کی بعض ضروری صفات | (۱۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ بھلی بات کرے یا خاموش رہے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا احترام کرے (بخاری ومسلم)

تشریح | اس مبارک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین چیزوں کا حکم دیا ہے۔

(۱) بھلی بات کرے یا خاموش رہے۔

(۲) پڑوسی کا اکرام کرے۔

(۳) مہمان کا اکرام کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یوں بھی ارشاد فرما سکتے تھے کہ ایسا ایسا کیا کرو۔ لیکن اس کے بجائے یوں جو فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ ایسا کرے۔ اس عنوان کے اختیار کرنے میں یہ جتانا مقصود ہے کہ یہ کام ایمان والوں کے کرنے کے ہیں اور مومنوں کے خاص اوصاف ہیں جس کے دل میں ایمان ویقین کی مایہ ہوگی وہ پڑوسی کے حقوق کی ضرور نگہداشت کرے گا اور اچھی بات کرے گا یا خاموش رہیگا۔ اور مہمان کا اعزاز واکرام ضرور کرے گا، صرف ایمان کا دعویٰ کرنے سے کوئی شخص مومن نہیں بن جاتا ہے بلکہ دعوے کے ساتھ ایمان کے اوصاف کو اختیار کرنا اور

ایمانی اخلاق اپنے اندر پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔

زبان کی حفاظت پہلی چیز جو اس مبارک حدیث میں آئی وہ زبان کی حفاظت ہے کہ مومن اپنی زبان سے اچھے بول نکالتا ہے (مثلاً تلاوت، استغفار، ذکراللہ اور درود شریف کا ورد، امر بالمعروف نہی عن المنکر میں لگا رہے) اور اگر یہ نہیں تو خاموشی اختیار کرے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں لایعنی بول اپنی زبان سے نہ نکالے

ایک حدیث میں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کُلُّ کَلَامِ ابْنِ اٰدَمَ عَلَیْہِ لَا لَہٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَھْیٌ عَنْ مُنْکَرٍ اَوْ ذِکْرُ اللّٰہِ۔ (ترمذی)

انسان کا ہر بول اس کے لئے وبال ہے نفع کی چیز نہیں ہے سوائے اس کے کہ امر بالمعروف کرے یا نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے یا اللہ کا ذکر کرے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ انسان اپنے قدم سے جتنا پھسلتا ہے اس سے زیادہ اپنی زبان سے پھسلتا ہے۔ (ابن ابی) حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرے متعلق سب سے زیادہ آپ کو کس چیز کا زیادہ خوف ہے آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کہ سب سے زیادہ خطرہ اس کا ہے (ترمذی)

احمد و ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (مَنْ صَمَتَ نَجَا) جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

(تَشْتَرُوْنَ الْقَرَاطِیْسَ لِلْحَفَظَۃِ لَسَکَتُّمْ عَنْ کَثِیْرِ الْکَلَامِ) اگر تم کو کراماً کاتبین کے لئے کاغذ خریدنا پڑتا تو اس کی قیمت کے بوجھ کی وجہ سے) زیادہ بولنے سے رُک جاتے۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ اپنی بات کو مال کی طرح حفاظت سے رکھے اور جب خرچ کرنا چاہے تو خوب دیکھ بھال کر اور سوچ بچار کر کے

خرچ کرے۔ حفاظت زبان کے بارے میں حدیث ۲۹ کی تشریح کا آخری حصہ بھی دیکھ لیں۔

پڑوسی کا اکرام دوسری چیز جس کا اس حدیث مبارک میں حکم ہے وہ پڑوسی کا اکرام ہے ایک روایت میں فلا یؤذ جارہ آیا ہے (یعنی جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے) پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت رکھنے کی احادیث مقدسہ میں بہت تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل (علیہ السلام) مجھے پڑوسی کے حقوق کے متعلق اس قدر تاکید فرماتے رہے کہ مجھے خیال ہوا کہ اسے وارث بنا کر چھوڑیں (مشکوٰۃ شریف) نیز فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے دو پڑوسی جھگڑا لے کر کھڑے ہوں گے (ایضاً) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ قسم وہ مومن نہیں (جب تین بار اسی طرح فرمادیا تو کسی نے سوال کیا۔ کون یا رسول اللہ؟ فرمایا جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی مطمئن نہ ہو (بخاری شریف) دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی مطمئن نہ ہو (مسلم شریف) نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے لئے بہتر ہو اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے لئے بہتر ہو (ترمذی) اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ وہ مومن نہیں ہے جو پیٹ بھر کھالیوے اور اس کا پڑوسی اس کی بغل میں بھوکا ہو (بیہقی)

ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں، اس کے جواب میں رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے پڑوسی تجھے اچھا کہیں تو تو اچھا ہے اور جب تیرے پڑوسی تجھے برا کہیں تو تو برا ہے (ابن ماجہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت کے متعلق شہرت ہے کہ (نفلی) نماز روزہ میں بہت مشغول رہتی ہے اور صدقہ بہت کرتی ہے، لیکن اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو ایذا دیتی ہے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہوگی۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں عورت کے متعلق مشہور ہے کہ (نفل) نماز بہت کم پڑھتی ہے اور (نفلی) روزے بہت کم رکھتی ہے۔ اور صدقہ بھی کوئی قابل ذکر نہیں کرتی صرف (پنیر کے ٹکڑے صدقہ کردیتی ہے لیکن اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو ایذا نہیں دیتی۔ اس کے جواب میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں ہوگی (احمد و بیہقی)

اکرام ضیف تیسری چیز جس کا اس حدیث مبارک میں حکم ہے، مہمان کا اکرام ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اچھا کھانا ایک دن ایک رات ہونا چاہیئے اور مہمانی تین دن تک ہے۔ اس کے بعد وہ ٹھیرے گا تو) اس کو کھلانا صدقہ ہوگا۔[1] کھلانے پلانے کے علاوہ اور اس کی خدمت مدارات کرے اس کے خلاف طبع کوئی بات پیش نہ آنے دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ سفر کرتے ہوئے مقیم ہوگئے ان لوگوں نے کھانے پینے کو کچھ نہ دیا۔ لہٰذا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اپنے پاس جو کچھ تھا اُسے کھانے لگے اور اس کے کھاتے وقت آپ) نے ان لوگوں کی صلاح لی۔ ان لوگوں نے دعوت قبول کرنے سے بھی انکار کردیا' جب ان کا یہ حال دیکھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم عجیب لوگ ہو (خدا جانے کیسے مسلمان ہو مجھے تو) معلوم ہوتا ہے کہ تم میں اسلام کی کوئی بات نہیں ہے، نہ خود دعوت کرتے ہو نہ دعوت قبول کرتے ہو۔ یہ بات سن کر ان میں سے ایک شخص نے ان کو پہچان لیا اور کہنے لگا کہ آئیے آئیے آپ ہمارے مہمان ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو اور بھی برا ہے کہ جسے پہچانتے ہو۔

---

[1] بخاری و مسلم ۱۲

صرف اُسی کی دعوت کرتے ہوں۔

فائدہ:۔ مہمان کے ساتھ دروازہ تک جانا سنت ہے (مشکوٰۃ)

فائدہ:۔ جس طرح مہمان کا اعزاز و اکرام اس کا حق ہے اسی طرح میزبان کے بھی حقوق ہیں مثلاً فرمائش نہ کرے اپنے ساتھ طفیلی نہ لائے وغیرہ وغیرہ۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھیرے کہ اسے تنگ کر دیوے (بخاری و مسلم)

صلہ رحمی | بخاری و مسلم کی ایک روایت میں پڑوسی کے ذکر کے بجائے یوں ہے کہ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے)

اپنے رشتہ داروں سے تعلقات اچھے رکھنے اور ان کے ساتھ سلوک کرنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں ایک حدیث میں ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جسے یہ پسند ہو کہ اس کا رزق بڑھے اور عمر لمبی ہو اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے (بخاری و مسلم)

اَلْحَدِیْثُ السَّادِسَ عَشَرَ[۱]

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ فَقَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ (رواہ البخاری)

غصہ کی اہمیت

(۱۶) ——— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا لَا تَغْضَبْ یعنی "غصہ نہ کیا کر" اس نے پھر یہی عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا اس نے پھر وہی عرض کیا

---

[۱] شرح ابن رجب ص ۱۲

آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ غرضیکہ اس شخص نے چند بار یہی عرض کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ غصہ نہ کیا کرو (بخاری شریف)

تشریح بعض روایات میں یہ حدیث اس طرح ہے کہ ایک شخص رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کچھ بتادیجئے جس پر عمل کروں مگر زیادہ نہ ہو، شاید میں اسے گرہ باندھ لوں رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو، اس نے پھر وہی بات کہی، آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ غرضیکہ چند بار اسی طرح سوال وجواب ہوا۔[1]

دوسری روایت میں ہے کہ سائل نے یوں کہا تھا کہ یارسول اللہ مجھے ایک ایسا عمل بتادیجئے جس کے ذریعہ جنت میں داخل ہو جاؤں لیکن زیادہ نہ بتائیے آپ نے فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔[2] ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو ایسی چیز بتائی تھی جس پر عمل کرنے سے بہت سی برائیوں سے بچا جا سکتا ہے اور بہت سی بھلائیوں کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

غصہ کا علاج حدیثوں میں غصہ کے کئی علاج بھی آئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ غصہ آوے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ کہے۔[3] دوسرا علاج یہ ہے کہ زبان بند کر لیوے اور بالکل گونگا ہو جاوے[4]۔ تیسرے یہ کہ زمین سے چپک جاوے۔[5]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی ہی بجھاتا ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو وضو کر لیوے۔[6] حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آوے اور وہ

---

[1] شرح ابن رجب حنبلی [2] ایضاً [3] مشکوٰۃ شریف [4] مسند احمد [5] احمد و ترمذی [6] مشکوٰۃ شریف ۱۲

اس وقت کھڑا ہو تو چاہیے کہ بیٹھ جائے، اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے تو خیر ورنہ لیٹ جائے۔[1]

مشکوٰۃ شریف میں بیہقی کی ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ غصہ ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔ طبعی طور پر انسان میں غصہ رکھا گیا ہے اور غصہ کا روکنا گو مشکل ہے لیکن انسان اس پر قابو پا سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ (اپنے مقابل پہلوان کو) پچھاڑ دینے والا زوردار اور پہلوان نہیں ہے۔ زوردار اور پہلوان وہی ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے (بخاری و مسلم)

غصہ پینے کی فضیلت بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے غصہ کو روک لیتا ہے خدا قیامت کے روز اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رضا کے لئے غصہ کا گھونٹ پی جانے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گھونٹ کا پینا افضل نہیں ہے (احمد)

غصہ پینے کا ثواب حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ اَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ رواه الترمذی وابوداؤد وفی روایة لابی داؤد ملأ الله قلبه امنا وايمانا (مشکوٰۃ شریف)

جس نے غصہ کے تقاضے پر عمل کرنے کی قوت رکھتے ہوئے غصہ پی لیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ساری مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دیں گے کہ جو حور تو پسند کرے لے لے، دوسری روایت میں ہے کہ اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دیں گے۔

---

[1] احمد و ترمذی ۱۲

الحدیث السابع عشر

عَنْ اَبِیْ یَعْلٰی شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَۃَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ (رواہ مسلم)

ہر بات میں خوبی کا برتاؤ کرو

(۱۷) ــــــ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا شبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب کسی کو (کسی جائز وجہ سے) قتل کرو تو خوبی کے ساتھ قتل کرو۔ اور جب (جانور کو) ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ ذبح کرو اور (خوبی کی ایک صورت یہ ہے کہ) ذبح کرنے والا اپنی چھری تیز کرلیوے اور جانور کو آرام پہونچائے (مسلم شریف)

تشریح احسان حسن سے لیا گیا ہے جس کا ترجمہ ہم نے "خوبی کا برتاؤ کرنا" کیا ہے مومن کو چاہیے کہ جس سے بھی اس کا واسطہ پڑے (انسان ہو یا جانور) اس سے خوبی کا برتاؤ اور اچھا سلوک کرے۔ خوبی کے برتاؤ کا قاعدہ مقرر نہیں جو بیان کردیا جائے یہ تو ہر شخص کی خود اپنی بصیرت پر ہے کہ ہر موقعہ اور ہر معاملہ میں یہ غور کرلے کہ اس وقت میرے لئے خوبی کے برتاؤ کا کیا موقعہ ہے؟ جب ذبح اور قتل کرنے میں بھی خوبی کے برتاؤ کی ضرورت ہے۔ جو ذرا سی دیر کا کام ہے اور جس میں وقتی تکلیف ہے تو جن اشخاص سے روزانہ واسطہ پڑتا ہو، ان کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا کس قدر ضروری ہوگا۔

جانوروں سے اچھا برتاؤ ذبح کرنے میں خوبی کا برتاؤ کرنے کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جزوی مثال بھی ذکر فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ کُھٹل چھری سے

ذبح نہ کرے اور چھری کو ذبح سے پہلے تیز کر لیوے، نیز یہ بھی فرمایا کہ ذبیحہ کو آرام پہونچائے جس کی بہت سی صورتیں ہیں، مثلاً یہ کہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال نہ کھینچے اور کوئی عضو نہ کاٹ لیوے بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح نہ کرے۔

اسی سلسلہ میں فقہاء نے لکھا ہے ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے اور چھری کو اس کے سامنے تیز نہ کرے۔ ایک شخص ایک بکری کو کان پکڑ کھینچے لئے جا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کان چھوڑ دے اور گردن پکڑ کر لے جا (ابن ماجہ)

دودھ دوہنے میں خوبی کا برتاؤ یہ ہے کہ ناخون بڑھے ہوں تو ان کو تراش کر دودھ نکالے تاکہ تھنوں میں نہ چبھیں۔

سوار ہونے میں خوبی کا برتاؤ یہ ہے کہ جانور کو خواہ مخواہ نہ دوڑائے، اس کو ٹھہر کر چڑھے، چڑھے چڑھے باتیں نہ کرے۔ منزل پر پہنچکر پہلے اس کے چارہ کی فکر کرے اور اس کا کجاوہ کا تھی زین اتار کر دوسرے کام میں لگے وغیرہ وغیرہ اس سلسلہ میں ارشاد الہائم فی حقوق البہائم مولٰنا حضرت تھانوی رح کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ اگر حکم شرع کی وجہ سے کسی انسان کو قتل کرے تو ترسا ترسا کر نہ مارے تیز تلوار سے گردن جدا کردے زندہ کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک نہ کاٹے وغیرہ وغیرہ۔

الحَدِيثُ الثَّامِنَ عَشَر

عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ ابْنِ جُنَادَةَ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن وفی بعض النسخ حَسَنٌ صَحِيحٌ

خدا کا ڈر

(۱۸) —— حضرت ابوذر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈر اور گناہ ہو جاوے تو اس کے بعد نیکی کر وہ نیکی گناہ کو مٹا دے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ میل جول رکھ (ترمذی شریف)

تشریح یہ ارشاد مبارک تین اہم نصیحتوں پر شامل ہے جو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کو جامع ہیں۔ اول تو یہ فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرو، جب انسان ہر موقعہ اور ہر مقام میں اللہ سے ڈرے گا اور اس کا یقین رکھے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مجھ کو دیکھ رہے ہیں تو کوئی گناہ نہ کر سکیگا اور خالق یا مخلوق کے حق میں کوتاہی نہ کرے گا۔ اور اس کا ہر کام خوبی کے ساتھ انجام پائے گا۔ کما فی روایۃ اُخرٰی علیک تقوی اللہ فانّہ اَزیَنُ لامرکَ کُلِّہ، اللہ کا خوف بہت بڑی چیز ہے جس سے لوگ بہت غافل ہیں۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اتقوا اللہ وارد ہوا ہے اور احادیث مقدسہ میں بہت سی جگہ اللہ سے ڈرنے کا حکم اور اس کی نصیحت آئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ جنت میں اکثر داخل کرانے والی کیا چیز ہے۔ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا خوف۔ اور اچھے اخلاق (احمد و ترمذی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

تَمَامُ التَّقْوٰی اَنْ یَّتَّقِیَ اللّٰہَ الْعَبْدُ حَتّٰی یَتَّقِیَہٗ فِیْ مِثْقَالِ ذَرَّۃٍ وَحَتّٰی یَتْرُکَ بَعْضَ مَا یَرٰی اَنَّہٗ حَلَالٌ خَشْیَۃَ اَنْ یَّکُوْنَ حَرَامًا۔	پورا تقویٰ یہ ہے کہ بندہ ایک ایک ذرہ کے بارے میں اللہ سے ڈرے اور حرام کے ڈر سے بعض ان چیزوں کو بھی چھوڑ دیوے جو اس کے خیال میں حلال ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ کی تفسیر میں فرمایا۔

اَنْ یُّطَاعَ فَلَا یُعْصٰی وَیُذْکَرَ	اللہ سے ڈرنے کا پورا حق یہ ہے کہ اس کی

فَلَا یَنْسٰی وَاَنْ یُّشْکَرَ فَلَا یُکْفَرَ[1]

پوری فرمانبرداری کرتا ہو نافرمانی نہ کرے اور اس کی یاد دل میں بسی ہو کر بھولتا نہ ہو اور اس کا شکر کرتا ہو اس کی ناشکری سے بچتا ہو۔

علم بھولنے کا علاج حضرت یزید بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں اور حافظہ کی کمی کی وجہ سے ڈر رہتا ہے کہ کہیں آپ کے فرمان کا آخری حصہ مجھے اس کا اول حصہ نہ بھلا دے یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا علم تم کو حاصل ہو جائے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو (یعنی اس پر عمل کرو) یہ اللہ سے ڈرنا تمہارا حافظہ مضبوط کر دے گا[2]

ایک بزرگ کی وصیت ایک بزرگ سے کسی نے ان کی موت کے وقت وصیت کرنے کو کہا تو انھوں نے فرمایا کہ میں تم کو سورہ نحل کی آخری آیت اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ[3] پر عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں[4]۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے ایک پیغمبر کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ تم کو کیا ہوا جو گناہوں کو مخلوق سے چھپاتے ہو اور میرے سامنے کرتے ہو۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں تم کو نہیں دیکھتا تو یہ شرک ہے اور اگر مجھے دیکھنے والا سمجھتے ہو تو کیا بات ہے کہ میرے دیکھنے کو مخلوق کے دیکھنے سے کم سمجھتے ہو (کہ مخلوق کے سامنے گناہ کرنے سے بچتے ہو اور میرے سامنے کرتے ہو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم میرے دیکھنے کا ذرا سا بھی خیال نہیں رکھتے ہو[5]۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ جس قدر اللہ کی تجھ پر قدرت غالب ہے تو اسی قدر اللہ سے ڈر۔ اور جس قدر وہ تجھ سے قریب اسی قدر اس سے شرم کر[6]۔

---

[1] شرح ابن رجب حنبلیؒ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً

[3] بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں۔ اور جو نیک کردار ہوں ۱۲

یَا مُدْمِنَ الذَّنْبِ اَمَا تَسْتَحِیْ ۔ وَاللّٰهُ فِی الْخَلْوَةِ ثَانِیْکَا
غَرَّکَ مِنْ رَبِّکَ اِمْهَالُهٗ ۔ وَسَتْرُهٗ طُوْلُ مَسَاوِیْکَا

گناہ کا ایک کفارہ دوسری نصیحت جو اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو فرمائی وہ یہ ہے کہ

"گناہ ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو، وہ نیکی گناہ کو مٹا دے گی"

یعنی اصل چیز یہی ہے کہ انسان ہر گناہ سے بچے اور ہر وقت اللہ کا ایسا دھیان رکھے کہ گناہ سرزد نہ ہو لیکن اگر گناہ ہو ہی جاوے تو اس کے بعد ہی نیکی بھی کرو تاکہ وہ گناہ مٹ جاوے۔

نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک (غیر) عورت کا بوسہ لے لیا اور (جب اس پر تنبہ ہوا تو) بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنا حال سنایا اور اس کا طالب ہوا کہ اس گناہ کی جو شرعی حد ہو مجھ پر قائم کر دی جاوے تاکہ آخرت کی سزا سے بچ جاؤں) ابھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جواب نہ دیا تھا کہ اللہ جل شانہٗ نے یہ آیت

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (سورۃ ھود)

اور قائم کر نماز کو دونوں طرف دن کے اور کچھ ٹکڑوں میں رات کے البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو۔

نازل فرمائی (جب یہ آیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا دی جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں تو) اس شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا یہ قانون صرف میرے لئے ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میری ساری امت کے لئے ہے۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح کا ایک قصہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی روایت فرماتے ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ جب اس شخص نے اپنے اوپر سزا لاگو کرنے کو کہا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا حتیٰ کہ نماز کھڑی ہو گئی۔ اور اس

شخص نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر پھر اس نے اپنی وہی بات دُہرائی کہ یا رسول اللہ میں نے سزا ملنے کا کام کرلیا ہے لہٰذا مجھ پر وہ سزا قائم کردی جائے جو اللہ کی کتاب میں ہے، اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں پڑھی ہے! آپ نے فرمایا بس تو اللہ نے تیرا گناہ معاف فرمادیا (بخاری ومسلم) بہرحال شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ گناہ نیکیوں سے مٹ جاتے ہیں اور بعض احادیث میں مخصوص اعمال کے متعلق خصوصیت سے گناہوں کے معاف کرادینے کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً یہ کہ حج سے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور سنت کے مطابق اچھی طرح وضو کرکے دو ایسی رکعتیں پڑھ لینے سے جن میں اور طرف خیال نہ ہو پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، ایک نماز سے دوسری نماز تک اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک جو گناہ ہوجاویں۔ وہ پنجگانہ نمازوں اور نماز جمعہ سے معاف ہوجاتے ہیں۔ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان شریف کے روزے رکھنے سے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور شب قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام کرنے سے بھی گذشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے پچھلے گناہ اور ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ رکھنے سے ایک سال آئندہ اور ایک سال گذشتہ کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور ان کے علاوہ اس مضمون کی احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان سب کا جمع کرنا بہت ہی زیادہ مشکل ہے ایمان والوں کو چاہیئے کہ کسی نیکی کے کرنے سے بھی نہ چوکیں۔

فائدہ | نیکیوں سے صرف چھوٹے گناہ معاف ہوتے ہیں کیونکہ بعض حدیثوں میں مَالَمْ یُؤْتَ کَبِیْرَۃٌ (جب تک کہ بڑے گناہ نہ کرے) کی قید صاف آئی ہے اور قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝

اگر تم بچتے رہوگے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کردیں گے تم سے جو چھوٹے گناہ تمہارے ہیں اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں

اس آیت سے صاف ظاہر نیکیوں سے بڑے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا۔

فائدہ | بعض سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں جو یہ فرمایا کہ گناہ کے بعد نیکی بھی کر، اس سے گناہ مٹ جائے گا تو اس نیکی سے "توبہ" مراد ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ گناہ کے بعد توبہ کر، توبہ گناہ کو مٹا دے گی۔ اگر یہ مطلب لیا جائے تو پھر چھوٹے بڑے گناہوں میں فرق کرنے کی ضرورت نہ رہے گی کیونکہ توبہ سے چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ بندوں کے حقوق نہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں نہ نیکیاں کرنے سے، ان کو تو ادا ہی کرنا ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی روایت فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمایئے! آپ نے فرمایا جس قدر بھی ہو سکے اللہ سے ڈر۔ اور ہر پتھر اور درخت کے قریب اللہ کو یاد کر۔ اور جب تجھ سے گناہ ہو جاوے تو اس سے توبہ کر، ظاہر گناہ کی توبہ ظاہراً اور پوشیدہ کی پوشیدہ طور پر۔

حسن اخلاق کی ہدایت | تیسری نصیحت جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمائی وہ یہ ہے کہ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ میل جول رکھو)

"اچھے اخلاق" کا مفہوم بہت وسیع ہے اور بزرگوں نے کئی طرح اس کو اپنے اپنے لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔ حاصل ان حضرات کے ارشادات کو ملا کر یہی نکلتا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ کے حکم کے موافق ہر موقعہ اور ہر مقام میں اس طرح سے پیش آئے جس سے کہ مخلوق کو تکلیف نہ ہو اور اس کا جو حق اپنے ذمہ جس صورت سے بھی نکلتا ہو اس کو پوری طرح ادا کرے۔ اگر اس کے جزئیات کی شرح کی جائے تو بڑی ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے اور بہت سی جزئیات ہم حدیث نمبر ۲ کے ذیل میں لکھ بھی چکے ہیں۔

نرمی سے بات کرنا، حاجتمند کی ضرورت پوری کر دینا، غیبت اور چغلی سے بچنا حسد اور کینے سے پرہیز کرنا، قصور وار کا قصور معاف کر دینا، سب سے ہنستے کھلتے

ملانا جو اپنا حق نہ دے اس کو اس کا حق دینا، جو تعلق توڑ دے اس سے تعلق جوڑے رکھنا، جو اپنے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، فریب اور دھوکہ نہ دینا، امانت داری کو اختیار کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اچھے اخلاق کی صورتیں ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں (موطا) اور فرمایا ہے کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ پیارے لوگوں میں سے وہ لوگ (بھی) ہیں جن کے اخلاق تم میں سب سے اچھے ہیں (مشکوٰۃ) اور یہ بھی فرمایا کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کی عمریں لمبی ہوں اور اخلاق اچھے ہوں (ایضاً) اور یہ بھی فرمایا کہ سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں (ابوداؤد شریف)

حسن اخلاق والے کا مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ مومن بندہ اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے راتوں رات (نمازمیں) قیام کرنے والے اور دن بھر روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے (ابوداؤد شریف)

قیامت کے دن کی ترازو میں سب سے زیادہ بھاری عمل حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

اِنَّ اَثْقَلَ شَیْءٍ یُّوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ۔

(رواہ الترمذی وحسن وصحح)

بلاشبہ قیامت کے دن مومن کی ترازو میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو رکھی جائیگی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے اور یقین جانو کہ اللہ تعالےٰ فحش گو اور بدزبان سے بغض رکھتے ہیں۔

الحدیث التاسع عشر ۱۹

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ یَاغُلَامُ اِنِّیْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ. اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَكَ وَاِذَا سَاَلْتَ فَسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّۃَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْكَ بِشَیْئٍ لَمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْئٍ قَدْ كَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْكَ وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْكَ بِشَیْئٍ لَمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْئٍ قَدْ كَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

وفی روایۃ غیر الترمذی، اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ اَمَامَكَ تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰہِ فِی الرَّخَاءِ یَعْرِفْكَ فِی الشِّدَّۃِ وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ یَكُنْ لِیُصِیْبَكَ وَمَا اَصَابَكَ لَمْ یَكُنْ لِیُخْطِئَكَ وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَاَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

حضرت ابن عباسؓ کو چند نصیحتیں

(۱۹) ــــــــــــ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہا تھا آپؐ نے مجھ سے خطاب فرمایا کہ اے لڑکے میں تجھے چند باتیں سکھاتا ہوں (۱) اللہ کا دھیان رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کا دھیان رکھ تو اسے اپنے آگے پائے گا (۲) جب تو سوال کرے تو بس اللہ سے سوال کر اور جب تو مدد چاہے تو صرف اللہ سے درخواست کر (۳) اور اس کا یقین رکھ کہ اگر (ساری) امت اس مقصد کے لئے جمع ہوجائے کہ تجھے کچھ نفع پہنچا دے تو اس کے سوا تجھے کچھ نفع نہیں پہونچا سکتی جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر (ساری

امت اس مقصد کے لئے جمع ہو جائے کہ تجھے کچھ ضرر (جانی مالی نقصان) پہونچائے تو اس کے سوا تجھے کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے جو اللہ نے تیرے لئے لکھدیا ہے (پھر فرمایا کہ فیصلے لکھنے والے) قلم اٹھالئے گئے اور صحیفے سوکھ چکے (جو ہونا تھا لکھ دیا اب اس میں ادل بدل نہیں ہو سکتا) یہ ترمذی کی روایت ہے۔ دوسری روایت میں یوں ہے (جس کی عبد بن حمید نے اپنے مسند میں تخریج کی ہے) کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ (۴) آرام و راحت کے زمانہ میں اللہ سے جان پہچان رکھ (یعنی اس سے برابر دعا اور عاجزی کا اظہار کرتا رہ) وہ تجھے سختی کے زمانہ میں پہچانے رکھے گا (یعنی اس وقت تیری حاجت روائی فرمائیگا) اور (۵) اس بات کا یقین کر کہ جو مصیبت تجھ سے ٹل گئی وہ تجھے پہونچنے والی ہی نہ تھی اور جو مصیبت تجھ پر آ کر رہی وہ تجھ سے ٹلنے والی ہی نہ تھی اور (۶) یہ بھی سمجھ لے کہ مدد صبر کے ساتھ ہے اور (۷) اچھا حال آنا بے چینی کے ساتھ ہے اور (۸) اس کا بھی یقین کر کہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے

تشریح

یہ حدیث بڑی جامع نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ ہم ہر نصیحت کے مطالب علیحدہ علیحدہ لکھتے ہیں۔

(۱) احکام الٰہیہ کی نگہداشت سے بندہ اللہ کی حفاظت میں آ جاتا ہے

اللہ کا دھیان رکھ۔ یعنی اللہ کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے حکموں پر چلنے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے کا خاص دھیان رکھ اور اس کی مقرر کردہ حدود سے آگے بڑھنے سے گریز کرتا رہ ایسا کرنے سے اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ جب انسان اللہ کے حکموں پر چلنے کا دھیان رکھتا ہے اور اللہ کی مرضی کے موافق چلنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کو دونوں جہان کی آفات و بلیات اور مصیبتوں سے محفوظ فرماتے ہیں۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص نو عمری اور تن درستی اور طاقت کے زمانہ میں اللہ کا دھیان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بڑھاپے اور ضعیفی کے زمانہ میں اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور آخری سانس تک اس کی عقل و سمجھ بینائی

اور کانوں کی طاقت کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ایک عالم کے متعلق لکھا ہے کہ سو برس کی عمر میں انھوں نے بڑے زور سے چھلانگ لگائی اور پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے ان اعضاء کو نو عمری میں گناہوں سے محفوظ رکھا تھا لہٰذا اس کے صلہ میں اب اللہ نے ان کو ضعف سے محفوظ فرمادیا۔ ایک بزرگ نے ایک بوڑھے کو سوال کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ :-

ان ھذا اضعیف ضَیَّعَ اللّٰہ فی صِغَرِہٖ فضیَّعَہُ اللّٰہُ فِی کِبَرِہٖ ۔	اس شخص نے نئی عمر میں اللہ کے حقوق ضائع کر دئے لہٰذا اب بڑھاپے میں اللہ نے اس کو ضائع فرمادیا۔

اللہ کی حفاظت میں بندہ یہاں تک آجاتا ہے کہ نقصان پہونچانے والی چیزوں کو بھی اللہ جل شانہٗ اس کی حفاظت اور اس کے نفع کا ذریعہ بنادیتے ہیں جس کی بیشمار مثالیں حضرات صحابۂ کرام اور دیگر اولیاء امت کی تاریخ و سیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ مثلاً حضرت علاء بن الحضرمی اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پورے لشکر کے ساتھ بغیر کشتی کے سمندر پار ہو جانا اور حضرت سفینہ رضؓ کا شیر سے خدمت لینا اور حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سے جنگل کے تمام درندوں کا بھاگ جانا وغیرہ وغیرہ۔

اور جو بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے ان کی اپنی چیزیں بھی انکی اطاعت نہیں کرتیں جیسا کہ بعض سلف نے فرمایا :-

اِنِّیْ لَاَعْصِی اللّٰہَ فَاَعْرِفُ ذالِکَ فِی خُلُقِ خَادِمِیْ وَ دَابَّتِیْ ۔	میں اللہ کی نافرمانی کر بیٹھتا ہوں تو اس کا اثر اپنے خادم اور اپنی سواری کے جانور کی خصلت اور عادت کے بگڑ جانے میں محسوس کرتا ہوں۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ ۔۔۔ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

اللہ کے حقوق کا دھیان رکھنے سے جو اللہ تعالیٰ بندہ کی حفاظت فرماتے ہیں وہ صرف دنیاوی اور جسمانی حفاظت تک محدود نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے دین وایمان کی بھی حفاظت فرماتے ہیں اس کو ایمان اور اعمال صالحہ کے ماحول میں

رکھتے ہیں دین متین کا خادم اور دین کا داعی بنا دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قرآن مجید کی آیت:-

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ۔
اور جان رکھو کہ بندہ اور اس کے قلب کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتے ہیں۔

کی تفسیر میں فرمایا يَحُوْلُ اللّٰهُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَبَيْنَ الْمَعْصِيَةِ الَّتِىْ تَجُرُّهٗ اِلَى النَّارِ (یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کے اور اس سے سرزد ہونے والے اس گناہ کے درمیان آڑے آجاتے ہیں جسے کرکے وہ دوزخ میں چلا جاتا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو رخصت فرماتے تو دعا دیتے ہوئے ارشاد فرماتے۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ
میں تیرا دین اور تیری صفت امانت اور تیرے اعمال کا انجام اللہ کے سپرد کرتا ہوں

اس سپرد کرنے میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ کی دینی زندگی کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے ہیں۔

اور یہ جو فرمایا کہ "تو اللہ کا دھیان رکھو اسے تو اپنے آگے پائیگا" یہ پچھلے مضمون کو دوسرے لفظوں میں دہرا دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تو اللہ کا دھیان رکھے گا تو اللہ کو اپنے آگے آگے پائے گا یعنی تیرا ہر کام بنتا چلا جائے گا اور تیری صلاح و فلاح کی غیب سے شکلیں نکلتی چلی آئیں گی تو جہاں بھی ہو گا یہ محسوس کرے گا کہ میرا محافظ اور نگراں اور ناصر و مددگار میرے ساتھ ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رفیق سفر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا کہ تنہائی میں آپ کا دل نہیں گھبراتا انھوں نے فرمایا میرے ساتھ وہ ہوتا ہے جس نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ

اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِىْ
میں اس کے پاس ہوتا ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے۔

اسی طرح ایک اور بزرگ کا قصہ ہے ان سے کسی نے کہا کہ ہم آپ کو جب دیکھتے

ہیں آپ تنہا ہی ہوتے ہیں یہ سن کر فرمایا:۔

مَنْ یَکُنِ اللّٰہُ مَعَہٗ کَیْفَ یَکُوْنُ وَحْدَہٗ — جس کے ساتھ اللہ ہو وہ کیسے تنہا ہوگا؟

اِذَا نَحْنُ اُدْلِجْنَا وَاَنْتَ اَمَامَنَا
کَفٰی لِمَطَایَانَا بِذِکْرِکَ حَادِیًا

صرف اللہ سے سوال کر

(۲) جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر الخ۔ انسان سراسر محتاج ہے طرح طرح کی ضرورتیں اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ حرج مرض کے بغیر یہ دنیاوی زندگی گذر ہی نہیں سکتی۔ اس لئے ہر انسان اپنی حاجتوں کے پورا کرنے کیلئے سعی اور کوشش کرتا ہے اور اس عالم اسباب میں سعی کرنے اور ہاتھ پاؤں مارنے سے آدھی یا ساری ضرورتیں پوری ہو بھی جاتی ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ پر یقین نہیں ہے اور جو اللہ کو نہیں مانتے یا اس کی صفات سے باخبر نہیں ہیں وہ اپنی ان ظاہری آنکھوں سے خاص خاص ظاہری اسباب کے باعث دنیا کی چیزوں کو بنتا بگڑتا دیکھتے ہیں اور اپنی ضرورتوں کے لئے صرف اسباب حاصل کرنے اور انسانوں سے سوال کرنے اور ان کی خوشامد کرنے اور رشوت دے دلا کر حکام کے دلوں کو پھیرنے کے لئے اور کسی اٹکے ہوئے کام کو چلانے کے لئے خاندان و برادری کے پنچوں کی چاپلوسی اور ان کے علاوہ دیگر اسباب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

لیکن جو بندے اللہ کو حاجت روا، مشکل کشا، ناصر و مددگار مانتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہی سب کچھ کرنے والا اور غیب و شہادت کا جاننے والا اور ہر ظاہر و پوشیدہ حال کو دیکھنے والا اور ہر آہستہ اور زور کی آواز کا سننے والا ہے اور نفع نقصان اسی کے قبضہ میں ہے۔ پنچوں اور حاکموں کے قلوب کا وہی پلٹنے والا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والے بندے ہر حال اور ہر مقام میں اللہ ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور حاجت روائی کے لئے اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور دستِ دعا اسی کے سامنے پھیلاتے ہیں۔ شفا چاہتے ہیں تو اللہ سے اور آڑے وقت میں پکارتے ہیں تو اللہ کو۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ — ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں

جس کی وہ نماز میں بار بار تکرار کرتے ہیں، ہر موقع اور ہر مقام میں اس کو بجا کر دکھاتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آگ میں ڈالے جا رہے تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے تشریف لاکر عرض کیا کہ میری ضرورت ہو تو مدد کروں؟ اس کے جواب میں حضرت خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ وسلامہ نے فرمایا۔

أَمَّا إِلَيْكَ فَلَا — تمہاری مدد کی مجھے ضرورت نہیں۔[۱]

مومن کا حقیقی مقام یہی ہے کہ مخلوق کو کسی درجہ میں کچھ کرنے والا نہ سمجھے ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش — چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش

امید و ہراسش نباشد ز کس — بر این است بنیاد توحید و بس

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ کو یہاں تک نصیحت فرمائی تھی کہ اگر سواری سے تمہارا کوڑا گر جائے تو کسی سے یہ سوال بھی مت کرو کہ بھائی ذرا کوڑا اٹھا دو، بلکہ خود اترو اور کوڑا اٹھا کر دوبارہ سوار ہو جاؤ۔ اللہ جل شانہ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ اُن سے سوال کیا جاوے اور جو ان سے سوال نہیں کرتا اس پر غصہ ہوتے ہیں۔[۲] بعض روایات میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے رب سے اپنی ہر ضرورت کے متعلق سوال کرو حتیٰ کہ اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگو۔[۳]

بندہ کو چاہئے کہ اللہ ہی سے اور اسی سے مدد کی درخواست کرے۔ اس سے بڑھ کر کوئی سخی اور داتا اور مہربان نہیں ہے۔ اسے سب کچھ قدرت ہے اور ہر چیز کے خزانے اسی کی ملک ہیں۔ مشہور ہے کہ ایک دیہاتی اپنی کسی ضرورت کے سلسلہ میں مغلیہ حکومت کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ سے مدد چاہنے کے لئے آیا جب بادشاہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ بادشاہ ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے سوال کر رہا تھا۔ یہ دیکھتے ہی وہ شخص فوراً واپس ہوا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ جس سے یہ مانگ رہا ہے میں بھی اُسی سے مانگ لوں گا۔

---

[۱] تفسیر ابن کثیر ۱۲ بحوالہ سلف ۱۲ [۲] ترمذی شریف ۱۲ [۳] مشکوٰۃ عن الترمذی ۱۲

اللہ کے سوا کسی کو نفع نقصان نہیں پہونچا سکتا

(۳) تیسری نصیحت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرمائی کہ ساری امت کے لوگ اگر آپس میں مل کر تجھے کوئی نفع پہونچانا چاہیں تو بس اسی قدر نفع پہونچا سکتے ہیں جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اسی طرح اگر ساری امت تجھے کچھ نقصان پہونچانا چاہے تو تجھے صرف اسی قدر نقصان پہونچا سکتے ہیں جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ یہ بھی پہلے مضمون کی تاکید ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ مخلوق کو کسی بات کا اختیار نہیں ہے۔ مختارِ کل صرف اللہ ہی ہے۔ اس کے فیصلے کو کوئی اُلٹ نہیں سکتا۔ اس کی لکھی ہوئی تقدیر کو کوئی پھیر نہیں سکتا۔ اس کی عطا کو کوئی روک نہیں سکتا، اس کی بھیجی ہوئی مصیبت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ جو اس نے لکھ دیا ہے وہی ہوگا۔ لکھنے والے قلم اُٹھا لئے گئے اور جن صحیفوں میں تقدیر لکھی گئی تھی وہ سوکھ چکے، اب کچھ اَدَل بدل نہ ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۔ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (سورۂ حدید)	کوئی مصیبت نہ زمین میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ قبل اس کے کہ ہم ان کو پیدا کریں ایک کتاب میں لکھی ہے، بیشک یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔

سورۂ فاطر میں فرمایا۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝	اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کر دے اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

سورۂ یونس کے آخر میں فرمایا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا	اور خدا کو چھوڑ کر اس کو مت پکار جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے نہ کوئی ضرر، سو اگر تو نے ایسا کیا تو تو

مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

ظالموں میں شمار ہوگا۔ اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اُسے دور کرنیوالا نہیں اور اگر وہ تجھ کو کوئی خیر پہنچائے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانیوالا نہیں۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جسے چاہے پہنچادے اور وہ غفور رحیم ہے۔

سورۂ رعد میں ارشاد ہے۔

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ

اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔

افسوس کہ ان آیات واحادیث کو چھوڑ کر مسلمان کہلانے والے سینکڑوں ہزاروں افراد قبروں اور تعزیوں کا طواف کرتے نظر آتے ہیں۔ اللہ سے منہ موڑ کر پیروں فقیروں مزاروں اور کاغذ کے تعزیوں سے مرادیں مانگتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ تمام شرکیہ افعال سے ساری مخلوق کو محفوظ فرمادیں۔

ہر حال میں اللہ سے مانگا جائے

(۴) راحت کے زمانہ میں اللہ سے جان پہچان رکھو الخ۔ اس نصیحت میں انسان کی ایک خاص مذموم حرکت پر تنبیہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان مصیبت میں تو اللہ کو یاد رکھتا ہے اور جب اسے آرام وچین نصیب ہوجاتا ہے تو اللہ کو بھول جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ (سورۂ یونس ع ۲)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو وہ پھر اپنی حالت پر آجاتا ہے گویا اس نے ہم کو اس سے پہلے اس تکلیف کے ہٹانے کیلئے پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی تھی۔

اور فرمایا۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے

مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوا إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ ۚ (زمر)

پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ اس کو اپنے پاس سے نعمت عطا فرماتا ہے تو جس کے لئے پہلے پکار رہا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور خدا کے لئے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے گمراہ کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اسی طرف متوجہ فرمایا کہ مصیبت میں اللہ کو یاد رکھنا اور چین و آرام کے زمانہ میں بھول جانا بندگی کے خلاف ہے۔ بندہ جس طرح مصیبت میں اللہ کا محتاج ہے اسی طرح امن چین کے زمانہ میں بھی اس کا محتاج ہے۔ بندہ کا یہ طرز نہایت بے غیرتی کا ہے کہ مصیبت کے وقت تو لمبی لمبی دعائیں کرے اور نمازیوں سے مسجدیں بھر جائیں اور آیت کریمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ کے وظیفے پڑھتے پڑھتے تسبیحوں کے دانے تک گھس جائیں اور جب مصیبت ٹل جائے تو اللہ کو بالکل بھول جائے اور ایسا طرز اختیار کر لیوے کہ گویا وہ اللہ کا بندہ ہی نہیں ہے اور گویا پہلے کبھی اس نے اپنے رب کو پکارا ہی نہ تھا گویا اللہ کو وہ جانتا ہی نہیں ہے۔

جب بندہ آرام و چین کے دور میں بھی اللہ کو یاد رکھتا ہے اور اس سے دعائیں مانگتا رہتا ہے تو مصیبت آنے پر جو دعا کرتا ہے وہ بھی قبول کی جاتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

مَنْ سَرَّهُ ان يستجيب الله له عند الشدائد فليكثر الدعاء في الرخاء (ترمذی)

جسے خوشی ہو کہ سختیوں کے وقت اللہ اس کی دعا قبول کرے اُسے چاہیئے کہ امن چین کے زمانہ میں دعا کی کثرت کرے۔

حضرت سلمانؓ کا ارشاد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب بندہ چین اور خوشی کے زمانہ میں دعا کرتا ہے اور پھر جب اسے کوئی مشکل درپیش ہو جاتی ہے تو اس وقت بھی دعا کرتا ہے تو فرشتے اس کی سفارش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جانی

پہچانی آواز ہے ہمیشہ یہاں پہنچتی رہتی ہے۔ اور جب بندہ چین اور خوشی کے زمانہ میں دعا نہیں کرتا اور مصیبت آنے پر دست دعا پھیلاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس آواز کو ہم تو نہیں پہچانتے پہلے تو سُنی نہیں۔ یہ بات کہہ کر اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں اور دعا قبول ہونے کی سفارش نہیں کرتے[1]۔

نفع ضرر مقدر ہے

(۵) پانچویں نصیحت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ ہر نفع اور ضرر اور آرام و تکلیف مقدر ہے جو نفع یا نقصان تجھے مل گیا اس کا مل جانا ضروری تھا اور جو ٹل گیا وہ مل ہی نہ سکتا تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (توبہ)

آپ کہہ دیجئے کہ ہرگز ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مسند میں بروایت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ان لكل شئ حقيقة وما بلغ عبد حقيقة الايمان حتى يعلم ان ما اصابه لم يكن ليخطئه وان ما اخطأه لم يكن ليصيبه (شرح ابن رجب حنبلی)

بلاشبہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پہونچ سکتا جب یقین کے ساتھ یہ نہ جان لے کہ جو (نفع نقصان) اسے پہنچ گیا وہ چوکنے والا ہی نہ تھا اور جو (نفع نقصان) اس سے ٹل گیا وہ اسے پہنچنے والا ہی نہ تھا۔

درحقیقت یہ بہت اہم نصیحت ہے جو انسان کی دنیا و آخرت کی زندگی کو سنوار دینے کے لئے کافی ہے۔ انسان جو دنیا کمانے اور روپیہ جوڑنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے اور ہر قسم کی مصیبتیں اس مقصد کے لئے سہتا ہے ان سب سے اس شخص کو نجات مل سکتی ہے جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہو اور یہ جانتا اور مانتا ہو کہ جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ میری کوشش سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ نفع نقصان سب مقدر اور مقسوم ہے۔

---

[1] صفۃ الصفوۃ ۱۲

یہی وجہ ہے کہ قرن اول کے مسلمان ظاہری سبب کے طور پر تھوڑا بہت وقت دنیا کمانے میں خرچ کرتے تھے۔ اور مقصد زندگی انھوں نے آخرت کے کمانے کو بنایا تھا آخرت کا نقصان ان کو گوارا نہ تھا، اذان ہوتے ہی دکان چھوڑ دیتے تھے اور جب جہاد کا حکم ہوتا تھا تو سب ضرورتوں کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوتے دنیاوی اسباب چونکہ ان کے نزدیک ایک بہانہ تھے اور اصل کرنے والا اللہ کو سمجھتے تھے اور تقدیر پر یقین رکھتے تھے اس لئے ان کے لئے یہ سب کچھ آسان تھا۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۔

صبر کے ساتھ مدد ہے

(۶) چھٹی نصیحت یہ فرمائی کہ مدد صبر کے ساتھ ہے۔ یعنی مصیبت آنے پر صبر کرو۔ اس سے اللہ کی مدد ہوگی قرآن مجید میں فرمایا۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝	اے ایمان والو! مدد چاہو صبر اور نماز کے ساتھ۔ بلاشبہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

صبر کے اصل معنی جمے رہنے اور ثابت قدم رہنے کے ہیں۔ اسی معنی کے لحاظ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ صبر کی تین قسمیں ہیں (۱) مصیبت پر صبر کرنا یعنی جزع فزع اور اللہ پر اعتراض کرنے سے باز رہنا (۲) طاعت اور عبادت پر جما رہنا (۳) تیسرے گناہوں سے بچنے پر جما رہنا۔ ان تینوں قسموں کے اعتبار سے صبر کرنا ضروری ہے۔ جو لوگ صبر اختیار کرتے ہیں غیب سے اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے برسہا برس دشمنوں کی ایذائیں سہیں اور مصیبتیں جھیلیں۔ لیکن صبر کئے ہوئے اپنا کام انجام دیتے رہے آخر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو زیر کیا۔ آج کل کے لوگوں کی طرح ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا خام خیال جماتے تو ذرا بھی دین کا کام نہ کرتے اور نا امید ہو کر بیٹھ جاتے۔

صبر کا اجر

صبر میں بڑا اجر ہے۔ مصیبت اور تکلیف مؤمن کے لئے بڑے نفع کی چیز ہے بشرطیکہ اس پر صبر کرے اور اس پر جو اجر و ثواب اللہ کے یہاں مقرر ہے اس کا

یقین رکھے جو لوگ صبر نہیں کرتے بے صبری سے تکلیف تو دور نہیں ہو جاتی ہے البتہ ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے حقیقی مصیبت زدہ وہ ہے جسے تکلیف بھی پہنچی اور اجر بھی نہ ملا۔ فَإِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ۔ بعض سلف نے فرمایا:۔

كُلُّنَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْأَلَمَ الْجِرَاحَ وَلٰكِنْ نَتَفَاضَلُ بِالصَّبْرِ — موت اور زخم کی تکلیف ہم سب کو بری لگتی ہے لیکن ان سے بچتا کوئی نہیں۔ ان کے پہونچنے پر سب برابر ہیں البتہ ہمارے لئے صبر فرق مراتب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

(۷) اچھا حال آنا ہے چینی کے بعد — یعنی اس دنیا میں راحت و تکلیف دونوں ساتھ ساتھ لگی ہوئی ہیں مصیبت کے بعد راحت ملا کرتی ہے۔ جب مصیبت اور بے چینی پہنچے تو یوں سمجھو کہ یہ راحت کا پیش خیمہ ہے اس کے بعد آرام ملنے والا ہے۔ قرآن مجید میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات جگہ جگہ ذکر کئے گئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حضرات انتہائی بے چینی اور مصیبت میں مبتلا ہوئے اور اللہ رب العزت نے ان کیلئے بعد میں راحت کی راہیں کھولیں۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات سے جو حضرات واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ان حضرات پر کیا کیا گذری اور پھر کس طرح مصیبت سے چھٹکارا ہوا اور چین ملا۔ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوا حَتّٰى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۗ أَلَآ إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ

(۸) مشکل کے ساتھ آسانی ہے — آٹھویں نصیحت یہ فرمائی کہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے جیسا کہ سورہ الم نشرح میں بھی فرمایا:۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ — سو یقین جانو مشکل کے ساتھ آسانی ہے بلاشبہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

جب کوئی مشکل پیش آئے تو مومن کو چاہیے کہ سورہ الم نشرح کے معنی میں غور کر لیوے اور اپنے کو تسلی دے لیوے ٥

اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰی فَفَکِّرْ فِی الَمْ نَشْرَحْ
فَعُسْرٌ بَیْنَ یُسْرَیْنِ اِذَا فَکَّرْتَہٗ فَافْرَحْ ؎

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ مشکل اگر کسی بچہ میں جا گھسے تو ضرور بالضرور آسانی بھی پیچھے سے جا پہنچے گی۔ اس کے بعد سورۂ الم نشرح کی آخری دو آیات تلاوت فرمائیں۔ وَقَالَ قَائِلٌ ؎

اِذَا الْاَمُ عُسْرٌ فَانْتَظِرِ الْیُسْرَ اِنَّہٗ
قَضَی اللّٰہُ اَنَّ الْعُسْرَ یَتْبَعُہُ الْیُسْرُ ؎

ارشادِ گرامی۔ ان الفرج مع الکرب اور ان الیسر مع العسر میں یہ بھی راز پوشیدہ ہے کہ جب بندہ مصیبت میں پھنس جاتا ہے اور مشکل اُسے گھیر لیتی ہے اور اللہ کے سوا کہیں سے بھی اپنی حاجت پوری ہوتی نہیں دیکھتا تو تمام اسباب سے نظر ہٹا کر اللہ ہی کو حاجت روا سمجھ لیتا ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کر لیتا ہے اور یہ بھروسہ ایسی چیز ہے جسے بندہ کا کام کرانے میں خاص دخل ہے۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ

دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب راحت و آرام آنے میں دیر لگتی ہے اور طبعی طور پر اسے ناامیدی گھیرنے لگتی ہے اور اپنی دعا کی مقبولیت نظر نہیں آتی تو اپنے نفس سے بدگمان ہو جاتا ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کی حاجت پوری فرماتے ہیں اور سب کی دعا قبول فرما لیتے ہیں لہٰذا ضرور یہ بات ہے کہ میں اس لائق ہی نہیں کہ میری دعا قبول کی جائے۔ میری شامت اعمال اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ دعا بھی قاعدہ میں نہیں کرتا ہوں۔ جب یہ بات اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے تو اللہ جل شانہٗ کو اُس کی یہ بے نفسی اسقدر پسند آتی ہے کہ جلد اس کی طرف رحمت سے متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس کی مصیبت دور فرماتے ہیں۔

؎ لان المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ توحدت لان اللام الثانیۃ للعھد والنکرۃ اذا اعیدت نکرۃ تعددت وفی سورۃ الم نشرح کذلک قال ابن رجب الحنبلی روی ابن جریر وغیرہ من حدیث الحسن مرسلا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لن یغلب عسر یسرین ۱۲

بنی اسرائیل کے ایک عابد کا قصہ حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے برس ہا برس اللہ کی عبادت کی، پھر اس کی ایک ضرورت اٹک گئی تو اس نے ستر ہفتہ تک ہر سنیچر کا روزہ رکھا اور کھانا بہت کم کر دیا حتیٰ کہ ہر ہفتہ گیارہ چھواروں پر گذارہ کرتا تھا اس کے بعد اس نے اللہ سے سوال کیا تو اللہ نے اس کا سوال پورا نہیں فرمایا۔ پھر اپنے نفس سے خطاب کر کے کہا کہ۔

لَوْ كَانَ فِيْكَ خَيْرٌ اُعْطِيْتَ حَاجَتَكَ یعنی اگر تجھ میں کچھ بھی خیر ہوتی تو تیری حاجت پوری کر دی جاتی اس کا اپنے نفس سے یہ کہنا تھا کہ فوراً فرشتہ نازل ہوا اور اس نے کہا تیری یہ گھڑی جس میں تو نے اپنے نفس سے یہ خطاب کیا ہے تیری پچھلی ساری عبادت سے افضل ہے اس کے بعد اس فرشتہ نے اس کی حاجت پوری ہو جانے کی خوشخبری سنائی۔

الحدیث العشرون

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰی اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (رواه البخاری)

شرم و حیاء کا مرتبہ

(۲۰) ——— حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ پہلی نبوت کی باتوں میں سے جو موجودہ زمانہ کے لوگوں میں موجود ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ یعنی جب تجھ میں شرم نہ رہے تو جو چاہے کر (بخاری شریف)

تشریح حیاء انسان میں بہت اچھی صفت رکھ دی گئی ہے جو ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔ حیاء ہی وہ چیز ہے جو انسان کو فواحش و منکرات سے روکتی ہے۔ جب کوئی شخص بے شرمی پر اتر آئے تو سب کچھ کر سکتا ہے اسی کو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے اس طرح فرمایا کہ اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

اور ان کل بر قرناً بعد قرنٍ منقول ہوتا چلا آیا حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی لوگوں میں مشہور تھا۔ آپؐ نے اس کی تصویب فرمائی اور بتایا کہ یہ عام لوگوں کی بنائی ہوئی مثل نہیں ہے بلکہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد فرمودہ جملہ ہے۔

اس جملہ کے معنی میں شراح حدیث کے دو قول ہیں۔ ایک وہ جو ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جس میں شرم نہ رہے وہ کسی چیز کا پابند ہی نہیں ہو سکتا۔ نہ مخلوق سے شرماتا ہے نہ اللہ سے حیا کرتا ہے۔ اب جو گناہ چاہے کرے اور جو فحش عمل کرنا چاہے کر ڈالے۔ برائی سے روکنے والی صفت وہ کھو ہی چکا ہے۔ فارسی کے اس مقولہ میں کہ "بے حیا باش وہرچہ خواہی کن" اسی معنی کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا معنی اس جملہ کا یہ بن سکتا ہے کہ جب کسی کام کے کرنے سے تجھے شرم نہ آئے اور تیرا دل اس کے کھلنے کو گوارا کرے اور اس عمل کو تو لوگوں کے سامنے بھی کر سکتا ہو تو اسے کر لے۔ اگر اس میں برائی ہوتی تو تجھے شرم روک دیتی اور اس کے کرنے پر آمادہ نہ ہونے دیتی جیسا کہ ایک حدیث میں صراحۃً وارد ہوا ہے (جو ۲۷ میں آرہی ہے کہ اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور تو یہ گوارا نہ کرے کہ لوگوں کو اس کے کرنے کی اطلاع ہو جاوے)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا سب کی سب خیر ہی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حیا خیر ہی لاتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الْحَيَاءَ وَالْاِيْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِيْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ وَفِیْ رِوَايَةٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُهُمَا سُلِبَ الْاٰخَرُ (مشکوٰۃ)

بلاشبہ شرم اور ایمان دونوں ساتھ ساتھ رہنے والے ہیں جب ان میں سے ایک اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی چل دیتا ہے۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے کہ برسر راہ

ایک انصاری پر گذر ہوا وہ اس وقت اپنے بھائی کو نصیحت کر رہے تھے کہ زیادہ شرمایا نہ کرو یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ[1]	اسے چھوڑ دو اس بارے میں نصیحت نہ کرو کیونکہ شرم ایمان کا ایک شعبہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ	حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لیجانے والا ہے اور بےحیائی
والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار[2]	سخت مزاجی ہے اور سخت مزاجی دوزخ میں لیجانے والی ہے

حیا کے مراتب اور درجات مختلف ہیں بعض بندوں میں اتنی حیا ہوتی ہے کہ نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتے اور دوسرے کے سامنے کرتا بھی نہیں اتار سکتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیا مشہور ہی ہے وہ اپنی اس صفت میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ فرشتے بھی ان سے شرماتے تھے[3]۔ بندہ کو جب مقام بلند نصیب ہوتا ہے اور اللہ کی عظمت و کبریائی اور اپنی گندگی کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بھی شرماتا ہے اور اپنے کسی عمل کو بھی لائق تحسین نہیں سمجھتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔

مَنِ اسْتَحْيٰى من اللہ حقَّ الحیاء فَلْيَحْفَظِ	جو اللہ سے شرم کرے جیسی شرم کہ زیبا ہے اسے چاہیئے
الرَّاسَ وَمَا وَعٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا	کہ اپنے سر کو اور جو چیزیں اس سر میں جڑی ہوئی (آنکھ) ناک
حَوٰى ولیذکر الْمَوْتَ والبلٰی وَمَن	کان زبان ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور پیٹ کو اور
اراد الاٰخرۃ ترک زینۃ الدنیا	اس چیز کو جو پیٹ سے متعلق ہے (یعنی شرمگاہ) کو اللہ کی نافرمانی
فمن فعل ذٰلک فقد استحیٰی	سے بچائے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے دنیا کی زینت کو
من اللہ حق الحیاء[4]	ترک کر دیتا ہے سو جس نے یہ کام کیے اس نے اللہ سے ایسی شرم کی جیسی کہ (چاہیئے)

جس طرح انسانوں سے شرم کرتے ہیں فرشتوں سے بھی شرم کرنی چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاخانہ اور بیوی سے ہم بستر ہونے کے علاوہ دیگر اوقات میں جسم کھولنے سے پرہیز کرو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ مخلوق ہے جو تم سے جدا نہیں ہوتی (یعنی فرشتے) ان سے شرم کرو اور ان کا اکرام کرو[5]۔

---

[1] رواہ البخاری ومسلم۔ [2] مشکوٰۃ شریف۔ [3] احمد و ترمذی۔ [4] ترمذی شریف۔

تنبیہ :- ہر چیز وہی پسندیدہ ہے جو اللہ کے حکم کے موافق ہو لہٰذا حیا شرم میں بھی اللہ کے حکم کا دھیان رکھنا ضروری ہے جو شرم اللہ کے حکم کے خلاف ہو وہ مردود ہے، دینی مسائل کے پوچھنے میں شرم کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کام ایسا ہو کہ جو قوم و برادری کے رواج میں برا ہو مگر شریعت میں مستحب اور جائز ہو تو اس کے کر لینے پر شرمانا اور لوگوں سے چھپے چھپے پھرنا درست نہیں ہے اسے خوب سمجھ لو۔

الحدیث الحادی والعشرون (۲۱)

عن ابی عمرو (وقیل ابی عمرۃ) سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ قُلْ لِیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَّا اَسْاَلُ عَنْہُ اَحَدًا غَیْرَکَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (رَوَاہُ مُسْلِم)

استقامت کا مرتبہ (۲۱) حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اسلام کی ایک ایسی بات بتا دیجئے جس میں سب باتیں آجائیں اور جس کے بعد آپ کے علاوہ اور کسی سے یہ سوال کرنے کی مجھے ضرورت نہ رہے۔ آپؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :- قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ یعنی اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کہہ لے اور پھر اس پر قائم رہ۔ (مسلم شریف)

تشریح یہ ایک ایسی جامع نصیحت ہے جس میں دین کے تمام شعبے، سب عقائد و اعمال آجاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ زبان سے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کہہ کر اپنے مومن ہونے کا اقرار کر لے اور پھر اس اقرار پر قائم رہ۔ یہی تیرے لئے بس ہے۔ ایمان باللہ میں تمام اسلامی عقائد کا ماننا آگیا۔ اور جب بندہ مومن ہو گیا تو اب اس کے ذمہ ہے کہ ایمان کے مطالبات پورے کرے اور ایمانی صفات اختیار کرے۔ یعنی اللہ رب العزت نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور جن کے کرنے کی ترغیب دی ہے اُن کو کرے اور جن چیزوں سے روکا ہے اُن سے رُک جائے۔ جب بندہ ہر حال اور ہر موقع میں اللہ کے حکموں کا دھیان رکھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اور ایمانی تقاضوں کو پورا

کرنے پر ثابت قدم رہتا ہے تو استقامت، والا بن جاتا ہے استقامت بڑی چیز ہے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ:۔

الاستقامۃ فوق الف کرامۃ

استقامت ہزار کرامتوں سے افضل ہے

اللہ رب العزت نے جب سورۂ ہود کی آیت:۔

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَ
مَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا
إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ٥
(ھود)

سو جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے استقامت پہ رہیے اور وہ لوگ بھی مستقیم رہیں جو توبہ کرکے آپ کے ساتھ ہیں اور دائرہ (دین) سے ذرا مت نکلو یقیناً وہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔

نازل فرمائی جس میں استقامت کا حکم ہے تو اس کے بعد سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے[۱] ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ کسی نے وفات کے بعد خواب میں آپ کی زیارت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ سورۂ ہود میں ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے آپ بوڑھے ہو گئے۔ جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اس آیت نے بوڑھا کر دیا جس میں استقامت کا حکم ہے۔ اللہ کی ذات عالی جس سے برتر کوئی نہیں اس کی فرمانبرداری کما حقہٗ ادا نہ ہو سکنے کا یقین کرکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند ہوئے اور اس فکرمندی میں بوڑھاپے کے آثار ظاہر ہو گئے[۲]۔

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ بہت سے لوگوں نے رَبُّنَا اللّٰہُ کہا لیکن پھر کافر ہو گئے۔ جو شخص اس اقرار پر اس دنیا سے گیا وہ استقامت والا ہے[۳]۔

ہم ذرا اپنے متعلق بھی تو غور کریں کہ ایمانی اعمال و اوصاف پر مستقیم ہیں یا ان سے ہٹے ہوئے ہیں زندگیوں میں نفس کی خواہشات کا اتباع زیادہ ہے یا ایمانی تقاضوں کا

---

[۱] شرح ابن رجب بحوالہ ابن ابی حاتم [۲] حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۲ [۳] نسائی ۱۲

جمے رہنے کا خیال زیادہ رکھتے ہیں؟ تجارت، زراعت، ملازمت، حکومت میں اسلام کو رکھنا چاہتے ہیں یا اپنی آزادانہ طبیعت کی کج روی کو؟ اگر اس سوال کو حل کرنے کے لئے ہم چند منٹ تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں گے تو یہی اقرار کرنے پر مجبور ہوں گے کہ استقامت تو بڑی چیز ہے کبھی کبھار بھول کر بھی اسلام کے قواعد و قوانین کے موافق ہم عمل نہیں کرتے، جو لوگ اسلام کو نہیں مانتے اور اپنے کو مسلمان نہیں کہتے وہ تو ہائے ہی نہیں لیکن جو لوگ ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ غور کریں کہ کس حد تک پابند ہیں ؎

نگفتہ ندارد با تو ہیچ کار — ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

آہ! ہم کہاں سے کہاں پہونچ گئے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ کے احکام کی پابندی بڑی سختی کے ساتھ کرتے اور پھر اس لئے روتے اور استغفار کرتے کہ ہم سے کما حقہ فرمانبرداری نہ ہوسکی (کما قال تعالیٰ وَاسْتَقِيمُوٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ) ہمارا حال تو یہ ہے کہ کوئی اسلام کا کام کرلیتے ہیں تو اسے بھی اللہ پر احسان ہی سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگوں سے سنا گیا ہے کہ صاحب! ہم سے اتنا ہو جائے تو بہت ہے۔ اور جناب مولوی صاحب ہم تو پنج وقتہ نماز پڑھ لیتے ہیں یہ کیا کم ہے اور ہم سے آپ کیا چاہتے ہیں؟ یہ سب باتیں اسی لئے کہی جاتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی سے ہٹ گئے ہیں بلکہ آپ کے طریقہ پر چلنے کو عملاً برا سمجھنے لگے ہیں، اگر آپ کی زندگی ہمارے سامنے ہوتی اور آپ کا اتباع کرنے کے لئے آمادہ ہوتے تو جس قدر بھی اسلام کے کام کرتے ان کو تھوڑا ہی سمجھتے اور مطمئن ہوکر ہنستے کھیلتے نظر نہ آتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو راتوں رات نماز میں کھڑے رہ کر مبارک قدموں کو سوجا دیں اور فاقوں پر فاقے برداشت کرکے اللہ کے دین کا کام کریں اور جہاد و غزوات کا اہتمام و انتظام کرکے بہ نفس نفیس شریک ہوں اور ساری عمر اللہ کے دین کو چمکانے میں گزار دیں اور پھر بھی اس لئے بوڑھے ہوجاویں کہ اللہ کا حق ادا نہ ہوسکا اور ہم سرتاسر گناہوں میں لت پت ہوتے ہوئے بھی مطمئن بیٹھے رہیں اور دین کے ایک دو کام کرنے ہی کو غنیمت سمجھیں ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

اللہ کا حق بھلا کس سے ادا ہو سکتا ہے؟ ؎

بندہ ہماں بہ کہ زتقصیر خویش | عذر بہ درگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش | کس نتواند کہ بجا آورد

الحدیث الثانی والعشرون

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرَاَیْتَ اِذَا صَلَّیْتُ الْمَکْتُوْبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَاَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ اَزِدْ عَلٰی ذٰلِكَ شَیْئًا اَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ نَعَمْ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) ومعنی احللت الحلال فعلته معتقدا حلہ

فرائض کا اہتمام (۲۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص[لہ] نے سوال کیا کہ یہ ارشاد فرمایئے کہ جب میں فرض نمازیں پڑھوں اور رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال سمجھوں اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں تو کیا جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں (جو تم نے ذکر کیا اس عمل پیرا ہونے سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے) (مسلم شریف)

تشریح اسلام کے پانچ ارکان ہیں (جیسا کہ حدیث ۳ میں گذرا) کلمہ طیبہ کی صدق دل سے گواہی دینا۔ نماز قائم کرنا رمضان کے روزے رکھنا زکوٰۃ دینا، حج کرنا اگر بیت اللہ شریف تک پہونچنے کی وسعت ہو، ان میں آخری دو رکن (زکوٰۃ اور حج) مال والوں سے متعلق ہیں اور باقی تین سب پر فرض ہیں۔ اس حدیث میں جس سائل کے سوال کا ذکر ہے وہ مسلمان تھا اس لئے پہلے رکن کو اپنے ذمہ لئے ہوئے تھا اور روزہ نماز کی ادائیگی کا وعدہ کر رہا تھا اس لئے جنت میں جانے کی رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو بشارت دیدی معلوم ہوتا ہے کہ حج

لہ اس شخص کا نام نعمان بن قوقل (رہا الفاتحین) ص ۱۲۔ ابن دقیق

زکوٰۃ اور حج فرض نہ ہوں گے ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز روزہ کے ساتھ اُس سے زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کا بھی وعدہ لیتے اور پھر اُسے جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیتے۔

جب انسان کلمہ طیبہ کا اقرار کرلیتا ہے تو اللہ کے حکموں پر چلنے کی ذمہ داری اپنے سر رکھ لیتا ہے۔ بہت سی چیزوں کا کرنا اور بہت سی چیزوں کا چھوڑنا اس کے ذمہ ہو جاتا ہے۔ کلمہ کو صحیح طور سے پڑھنے والے وہی ہیں جو اس کے مطالبوں پر چلتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ اللہ کے حکموں پر چلنا اور اُس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکنا کلمہ کے تقاضے اور اس کے مطالبے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں وارد ہے۔

إِخْلَاصُهَا أَنْ تَحْجُزَهُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ [1]	کلمہ کا سچائی سے پڑھنا یہ ہے کہ اسے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے روک دیوے۔

سائل نے نماز روزہ کی ادائیگی کے اقرار کے ساتھ یہ بھی کہا کہ میں حلال اور حرام سمجھوں گا۔ جب اس نے حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام سمجھا یعنی اللہ نے جو کچھ حلال کردیا اس کے کرنے میں کوئی باک نہ ہوا اور جن چیزوں کو اللہ نے حرام کردیا ہے اس سے بچا رہا تو اس نے کلمہ کا مطالبہ پورا کردیا اور جنت میں جانے کا مستحق ہوگیا۔

کلمہ طیبہ جنت کی کنجی اور اعمال صالحہ اس کنجی کے دندانے ہیں۔ حضرت وہبؒ بن منبہ (تابعی) سے کسی نے کہا کیا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ جنت کی کنجی نہیں ہے؟ انھوں نے فرمایا بے شک لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ جنت کی کنجی ہے لیکن کوئی کنجی بغیر دندانوں کے نہیں ہوتی سو اگر ایسی کنجی لیکر پہونچو گے جس میں دندانے ہوں گے تو تمہارے لئے جنت کھولدی جائے گی ورنہ نہیں کھولی جائے گی (جب دوسرے [2] کے دندانوں والی چابیوں سے جنت کھولدی جائے گی اور وہ اس میں جا چکیں گے اور گنہ گار دوزخ میں سزا بھگت لیں گے تو اب جنت میں جانے کی اُن کو اجازت دیدی جائے گی)

---

[1] الترغیب و ترہیب ۱۲ [2] مشکوٰۃ شریف یہ بطور تمثیل فرمایا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جنتی جب جنت کے دروازوں پر پہونچیں گے تو دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ملیں گے ۱۲ منہ

نوافل کا مرتبہ | حلال میں فرض بھی داخل ہیں اور مستحب و نوافل بھی۔ نوافل کا ادا کرنا ضروری نہیں ہے اور ان کے ترک پر عذاب نہیں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سائل کو جنت کی خوشخبری دیدی، حالانکہ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وَلَمْ اَزِدْ عَلٰی ذٰلِکَ شَیْئاً (اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں) اس حدیث سے یہ قانون معلوم ہوا کہ جو شخص سچے دل سے مسلمان ہو اور فرائض پوری طرح ادا کرے اور ممنوعات سے پرہیز کرتا رہے تو وہ جنتی ہوگا، کوئی شخص اس کا یہ مطلب نہ سمجھ لے کہ نوافل ادا نہ کئے جائیں، کیونکہ نوافل اور تطوعات گو فرض اور ضروری نہیں ہیں لیکن ان کے ثواب بہت بڑے بڑے ہیں جو حدیثوں میں موجود ہیں اسی لئے نیک بندے فرائض کے ساتھ نوافل کا ذخیرہ بھی رکھتے ہیں اگر فرائض پورے پورے ادا کر دیے تو جنت میں چلا جائے گا لیکن کم درجہ کا جنتی ہوگا اور جنھوں نے فرائض کی پابندی کے ساتھ نوافل و مستحبات بھی اپنے لئے جمع کئے وہ ان لوگوں سے اونچے درجوں میں ہوں گے جنھوں نے ذرا سی سستی سے مستحبات ترک کر دیے۔ اور یہ امر بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ قیامت کے روز فرائض کی کمی نوافل سے پوری کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فان انتقص من فریضتہ شئ قال الرب تبارک و تعالیٰ انظروا ھل لعبدی من تطوع فیکمل بھا ما انتقص من الفریضۃ ثم یکون سائر عملہ کذلک[1] (مشکوٰۃ)

(اگر فریضہ (نماز) میں کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائیگے دیکھو کیا میرے بندے کے پاس نوافل بھی ہیں اگر ہونگے تو ان کے ذریعہ فرضوں کی کمی پوری کر دی جائیگی پھر اس کے بعد باقی اعمال (زکوٰۃ، حج، روزہ وغیرہ) کا بھی اسی طریقہ پر حساب ہوگا (کہ فرضوں کی کمی نفلوں سے پوری کر دی جائے گی)

اور یہ ظاہر ہے کہ فرائض میں کمی ضرور رہتی ہے اس لئے نوافل و تطوعات کا ذخیرہ ساتھ رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

---

[1] ای یکمل فرائضہا بتطوعہا ذکرہ الشیخ المحدث الدہلوی ۱۲

اسلام میں جو چیزیں حلال ہیں ان کو اعتقاداً حلال سمجھنا اور جو چیزیں حرام ہیں ان کو اعتقاداً حرام سمجھنا ایمان کا بہت بڑا رکن ہے۔ آجکل ایسے مجتہد پیدا ہو رہے ہیں جو احکام اسلامیہ کی تحریف میں لگے ہوئے ہیں۔ ذرا سی عربی جان کر قرآن مجید کا ترجمہ کر لینے سے یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ اب تک جو اسلام چلا آرہا ہے وہ ملّاؤں کا بنایا ہوا ہے۔ وہ نہیں ہے جسے ملّا حلال بتاتے ہیں اور وہ حرام نہیں ہے جسے ملّا حرام کہتے ہیں۔ بلکہ حلال و حرام وہ ہے جسے ہم اپنی سمجھ سے قرآن مجید کا صرف ترجمہ دیکھ کر بتاتے ہیں ذرا سی شستہ عبارت کیا لکھنی آگئی کہ تمام اسلاف پر چوٹ کرنے لگے، غریبوں کو نہ اصول استنباط کا پتہ ہے نہ عربی کے اسلوب کلام سے واقف ہیں۔ نہ عربی ادب اور معانی و بلاغت میں مہارت ہے، مگر سمجھتے یہ ہیں کہ ہم اسلام کے مقتدا ہیں۔ خود تو دوزخ میں جارہے ہیں اور اپنے ساتھ امت کو گھسیٹ کر یَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ کا مصداق بن رہے ہیں۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝

فرقہ منکرین حدیث (جو اپنے کو اہل قرآن کہتا ہے) اس کے نئے نئے اجتہادات آپ نے سنے ہوں گے کہ پانچ نمازوں کی بجائے تین نمازیں فرض مانتے ہیں اور حدیث کا انکار کر کے بیشمار اسلامی احکام کو پامال کرنے کے درپے ہیں ان لوگوں نے یورپ کے نقش قدم پر چلنے کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا ہے اتباع یورپ کو قبول کر کے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ کو پس پشت ڈال چکے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع کو نفس پر شاق دیکھ کر منکروں کی راہ اختیار کر لی ہے۔ اسی طرح کے ایک صاحب نے جوش تحقیق میں فرمایا ہے کہ رمضان ہمیشہ دسمبر میں ہونا چاہیئے (العیاذ باللہ)

الحدیث الثالث والعشرون ۲۳

عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَآنِ اَوْ تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوۃُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ وَالصَّبْرُ ضِیَآءٌ وَالْقُرْاٰنُ حُجَّۃٌ لَکَ اَوْ عَلَیْکَ کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَہٗ فَمُعْتِقُھَا اَوْ مُوْبِقُھَا (رواہ مسلم)

چند اعمالِ خیر کا ثواب (۲۳) حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاک ہونا نصف ایمان ہے اور الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ (دونوں مل کر) آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔ یا فرمایا کہ ان دونوں میں سے ہر کلمہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے (پھر فرمایا کہ) نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے۔ اور صبر روشنی ہے۔ اور قرآن تیرے حق میں حجت ہے۔ یا تیرے خلاف حجت ہے۔ ہر شخص صبح کو (اپنے گھر سے نکلکر کام کاج کے لئے) جاتا ہے۔ سو کوئی اپنے نفس کو بیچکر آزاد کر دیتا ہے اور کوئی اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

تشریح

طہارت آدھا ایمان ہے "پاک ہونا نصف ایمان ہے" یعنی پاک ہونے کا اجر ایمان کے نصف اجر تک بڑھا دیا جاتا ہے یا یوں سمجھئے کہ ایمان سے پچھلے تمام گناہ صغیرہ و کبیرہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے وہ کل ہوا اور وضوء سے صرف چھوٹے گناہ معاف ہوتے ہیں اس لئے وہ نصف ہوا بعض شراح حدیث کا ارشاد ہے کہ یہاں ایمان سے نماز مراد ہے (کما فی قولہ تعالیٰ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ) اور چونکہ پاک ہونا نصف نماز کیلئے اہم ترین شرط ہے اس لئے اس کو نصف نماز کہا گیا واللہ اعلم۔ الحمد للہ ترازو

کو بھر دیتا ہے۔" قیامت کے روز اعمال کا وزن ہوگا۔ گو اس عالم میں انسان کے اعمال دکھائی نہیں دیتے اور ان کا جسم بنتا ہوا نظر نہیں آتا لیکن اس عالم میں ان اعمال کو باوزن کر دیا جائے گا اور اعمال تولے جائیں گے۔ لہٰذا اس وقت الحمد للہ کا اتنا بڑا ثواب ہوگا کہ صرف ایک الحمد للہ ساری ترازو کو بھر دے گا۔ اسی طرح سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تملان او تملا بين السّماء والارض کو بھر لو۔

نماز نور ہے "نماز نور ہے" یعنی قبر میں اور قیامت کے دن کی اندھیریوں میں نماز نور کا ذریعہ بنے گی۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندھیریوں میں مسجدوں کو جانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ قیامت کے روز تم کو پورا نور ملے گا۔[1]

نیز حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

صلوا رکعتین فی ظلم اللیل لظلمۃ القبور[2]	رات کی اندھیریوں میں دو رکعتیں قبروں کی اندھیری سے بچنے کے لئے پڑھ لیا کرو۔

بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ نماز کو اس لئے نور کہا گیا کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے اور بھلائیوں کی راہ دکھاتی ہے۔ اور ایک وجہ یہ ہے (جس سے نماز کو نور کہنا زیبا ہے) کہ نماز سے دل پر معارف الٰہیہ کا فیضان ہوتا ہے اور حقائق منکشف ہوتے ہیں اور دل روشن ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قیامت کے روز نمازیوں کے چہرے چمکتے ہوئے ہوں گے اس لئے نماز کو نور کہا گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا تذکرہ فرمایا اور اسی سلسلہ میں (یہ بھی) فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کی اس کے لئے نماز (قیامت کے روز) نور اور (اس کے ایمان کی) دلیل اور نجات (کا سامان) ہوگی اور جس نے اس کی پابندی نہ کی اس کے لئے نہ نور ہوگی نہ دلیل ہوگی نہ نجات (کا سامان) ہوگی اور وہ شخص قیامت کے روز قارون اور فرعون اور (اس کے وزیر) ہامان اور (مکہ کے بہت بڑے مشرک)

[1] مشکوٰۃ شریف ۔ [2] شرح ابن رجب ۔

ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

صدقہ دلیل ہے

"صدقہ دلیل ہے" یعنی صدقہ ایمان اور محبت الٰہی کی دلیل ہے کیونکہ مومن دل کا تعلق مال سے ہٹا کر اللہ کا حکم سامنے رکھ کر اور اللہ کے وعدوں کا یقین کر کے صدقہ کر گذرتا ہے اور منافق وکافر بخل کرتے ہیں اور یوں بھی اس کی شرح ہوسکتی ہے کہ جب قیامت کے روز سوال کیا جائے گا کہ مال کہاں خرچ کیا تو مومنوں نے جو صدقات کئے تھے وہ دلیل اور برہان ہو کر سامنے آجائیں گے۔ جس سے پتہ چلے گا کہ اس بندہ نے اتنا مال رضائے الٰہی کے لئے خرچ کیا ہے۔

صبر روشنی ہے

"صبر روشنی ہے" صبر کے تین معنی ہیں جن کا پہلے بھی ذکر ہوچکا ہے اول طاعت پر صبر کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر اپنے کو جمائے رکھنا۔ دوسرے معصیت کو چھوڑے رہنا۔ تیسرے مصیبت وتکالیف پر صبر کرنا۔ ان تینوں قسموں کو ملا کر حدیث شریف کے اس جملہ (الصبر ضیاء) کا مطلب یہ ہوا کہ نفس کی خواہشات کو چھوڑ کر خدائے تعالیٰ کی بندگی اور اس کی طاعت پر ثابت قدم رہنا اور مصیبت وپریشانی کو قادر مطلق کی قضا وقدر کے موافق سمجھتے ہوئے صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے اور موجودہ نعمتوں کی ناشکری سے پرہیز کرنا ایسی روشنی ہے کہ جس کی وجہ سے بندہ گناہوں کی ظلمت سے دور رہتا ہے اور کفر وشرک کی گمراہی سے بچا رہتا ہے۔

بعض اکابر کا ارشاد ہے کہ اس حدیث شریف میں صبر سے روزہ مراد ہے روزہ سے جو دل میں روشنی محسوس ہوتی ہے اس سے روزہ دار مومن واقف ہیں۔ صبر کی تینوں قسمیں جو ابھی ہم نے ذکر کی ہیں روزہ میں جمع ہیں۔ غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کو صبر کا مہینہ فرمایا ہے۔

قرآن حجت ہے

"قرآن تیرے لئے دلیل ہے" الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید صاحب حق ہے جس نے اس کے حقوق کی ادائیگی کی اس کے لئے سفارش کر کے مغفرت کرادیگا۔ اور جس نے اس کے حقوق ضائع کئے اس کو دوزخ میں گرادیگا۔ مستدرک حاکم میں ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ قَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَهٗ اِلَى النَّارِ۔

قرآن سفارشی ہے جس کی سفارش قبول کی جائے گی اور ایسا مدعی ہے جس کا دعویٰ تسلیم کیا جائیگا جس نے اسے اپنے آگے رکھا یعنی جس پر عمل کیا اسکو جنت کی طرف کھینچے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈالا اسے دوزخ میں گرادے گا۔

یعنی قرآن مجید جس کی سفارش کرے گا اس کے حق میں قرآن پاک کی سفارش قبول کی جائے گی جس نے قرآن مجید کے حقوق کی رعایت کی (یعنی اس کے احکام پر عمل کیا اور جن چیزوں سے اس نے روکا ہے ان سے باز رہا اور اس کی تلاوت کرتا رہا) اس کے درجات بلند کرانے اور اسے بخشوانے کیلئے اللہ کے دربار میں قرآن مجید جھگڑا کریگا ایسے شخص کے لئے قرآن مجید بخشش کی حجت اور دلیل ہے اور جس نے قرآن مجید کے حقوق سے لاپرواہی کی قیامت کے روز قرآن مجید اس کا مدمقابل اور اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا بنے گا اور ایسے شخص کو دوزخ میں گرادیگا۔

قرآن مدعی ہوگا | ایک حدیث قرآن مجید کے متعلق ارشاد ہے یحاج العباد کہ بندوں سے جھگڑے گا اور اپنے حقوق کی رعایت نہ کرنے پر مواخذہ کرے گا جس طرح انسان آپس میں ایک دوسرے کے خلاف دعوے دار بن کر کھڑے ہوں گے، قرآن مجید بھی ایک صاحب حق اور دعویدار بن کر آئے گا) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

ان هذا القراٰن كائنٌ لكم اجرًا وكائنٌ لكم وزرًا فاتّبعوا القرآنَ ولا يتّبعنّكم القرآن فانّه من اتبع القراٰن هبط به على رياض الجنة

یقین جانو! یہ قرآن تمہارے لئے اجر بھی بن سکتا ہے اور عذاب کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ لہذا تم قرآن کی تابعداری کرو اور ایسا نہ ہو کہ قرآن (تمہارا مخالف بن کر پکڑوانے کے لئے) تمہارے پیچھے لگے کیونکہ جو شخص قرآن کی تابعداری کرتا ہے قرآن اس کو

ومن اتبعہ القرآن زجّہ فی | جنت کے باغیچوں میں پہونچا دیتا ہے۔ اور جس کا
قفاہ فقذفہ فی النار۔ | پیچھا قرآن کرتا ہے اس کی گدّی پکڑ کر دوزخ میں
(حلیۃ الاولیاء) | گرا دیتا ہے۔

قرآن مجید کا پڑھ لینا نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس پر عمل کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جو لوگ اسے پڑھتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے قرآن مجید ان کا مخالف مدعی بنے گا۔ (اللهم لا تجعلنا منهم)

قرآن پر عمل نہ کرنے والے کا عذاب بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب نقل کیا گیا ہے جس میں چند گنہ گاروں کے مخصوص عذابوں کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ چت لیٹا ہوا ہے اور دوسرا شخص ایک پتھر لئے ہوئے اس کے سر کے پاس کھڑا ہے، یہ کھڑا ہوا شخص اس لیٹے ہوئے آدمی کے سر کو پھوڑ رہا ہے۔ جب پتھر اس کے سر میں مارتا ہے تو پتھر لڑھک (کر دور چلا) جاتا ہے لہٰذا وہ شخص پتھر کو لینے کے لئے جاتا ہے اور اس کے واپس ہونے سے پہلے پہلے اس کا سر صحیح سالم ہو جاتا ہے اور جیسا تھا ویسا ہی بن جاتا ہے۔ وہ شخص واپس آکر پھر مارتا ہے (اور اسی طرح مسلسل اس کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے)

یہ ماجرا دیکھ کر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ساتھیوں (حضرت جبریل و میکائیل علیہما السلام) سے دریافت فرمایا یہ کیا بات ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ شخص جس کا سر پھوڑا جا رہا ہے اسے اللہ نے قرآن سکھایا (لیکن اس نے ایسی بے توجہی برتی کہ) رات کو قرآن کی تلاوت چھوڑ کر سو گیا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا۔ اس کے ساتھ قیامت تک یہی ہوتا رہے گا جو آپ نے دیکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی رات میں سو آیات پڑھ لیں قرآن مجید اس رات کے بارے میں اپنے حق کا

اس شخص سے مطالبہ نہ کرے گا اور جس نے کسی رات میں دو سو آیات پڑھ لیں اس کے لئے رات بھر نماز میں کھڑے رہنے کا اجر لکھا جائے گا۔ اور جس نے کسی رات میں پانچ سو آیات (یا اس سے آگے) ہزار تک پڑھ لیں تو اس حال میں صبح ہوگی کہ اسے اجر کا ایک قنطار دیا جا چکا ہوگا، صحابہؓ نے عرض کیا قنطار کیا؟ آپؐ نے فرمایا بارہ ہزار کی مالیت (رواہ الدارمی عن الحسن مرسلا)

اپنے اپنے عمل کی جزا اور سزا ملے گی | حدیث کے آخر میں یہ جو فرمایا کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْا فَبَائِعٌ نَفْسَہٗ فَمُعْتِقُھَا اَوْ مُوْبِقُھَا (کہ ہر شخص صبح کو جاتا ہے سو کوئی شخص اپنے نفس کو بیچ کر آزاد کر دیتا ہے اور کوئی اسے ہلاک کر دیتا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میدان عمل ہے اس میدان میں اپنی جان مال کی طاقت خرچ کر کے انسان کچھ نہ کچھ عمل کرتا ہے۔ اور ان عمل کرنے والوں میں دو طرح کے انسان ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو اپنی محنت اور کوشش کا مقصد رضائے الٰہی کو بناتے ہیں اور اسی کو سامنے رکھ کر عمل کرتے ہیں لہٰذا ان کا عمل ان کے لئے نافع اور فائدہ مند ہے جو ان کو دوزخ سے بچا کر جنت دلانے والا بنے گا اور بعض انسان ایسے ہیں جو عمل بھی کرتے ہیں اور ہاتھ پاؤں مار کر حد درجہ کی محنت میں اپنی عمر صرف کرتے ہیں لیکن ان کی کوشش کا مقصد یہی فنا ہو جانے والی دنیا ہے اور اس مقصد کے حاصل کرنے میں نہ حلال و حرام کا خیال کرتے ہیں نہ جائز ناجائز کو دیکھتے ہیں نہ اللہ کی پابندیوں میں اپنے کو جکڑتے ہیں، اور من مانی زندگی گذارنے میں طرح طرح کے گناہوں میں ملوث رہتے ہیں۔ لہٰذا ان کا عمل ان کے لئے نقصان دہ اور ان کو دوزخ میں پہونچا کر ہلاک کر دینے والا ہے جہاں عذاب ہی عذاب ہے۔ اسی کو قرآن مجید میں فرمایا۔

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ۔ بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں

اور فرمایا۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ اور یہ کہ انسان کے لئے صرف وہی ہے جو اس نے کوشش کی

وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ٥ — اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھ لی جائے گی

ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ٥ — پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ہوشیار انسان وہی ہے جو اپنی جان کو ان کوششوں میں خرچ کرے جو ان کی جان کے لئے مفید ہوں اور دوزخ سے بچا کر جنت دلانے کا باعث بنیں۔ اور ان لوگوں سے زیادہ کوئی بیوقوف نہیں جو عمل بھی کرتے اور محنت و کوشش میں بھی لگے رہتے ہیں مگر پھر بھی اپنے لئے دوزخ تیار کر رہے ہیں۔ جب عمل کرنا ہی ہے تو انسان ایسے عمل کیوں نہ کرے جن سے دوزخ سے آزادی ہو اور جنت نصیب ہو۔

انسان کی یہ ایک ہی جان ہے اور ایک ہی عمر ہے جس میں عمل کا موقع دیا گیا ہے اسے چاہیئے کہ اپنی جان کو اسی سودے کے خریدنے میں لگائے جس سے دائمی نفع حاصل ہو۔ جب یہ جان جان جاتی رہے گی تو دوسری نہ ملے گی۔ حضرت محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ نے جنت کو تمہاری جانوں کی قیمت بنادی ہے لہٰذا تم جنت کے علاوہ اور کسی چیز کے بدلے اُسے نہ بیچو۔ وقال قائل۔

اُثَامِنُ بِالنَّفْسِ النَّفِیْسَةِ رَبَّهَا — وَلَیْسَ لَهَا فِی الْخَلْقِ کُلِّهِمْ ثَمَنٌ

لَئِنْ ذَهَبَتْ نَفْسِیْ بِدُنْیَا یُصِیْبُهَا — لَقَدْ ذَهَبَتْ نَفْسِیْ وَقَدْ ذَهَبَ الثَّمَنُ

الحدیث الرابع والعشرون ۲۴

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنَّهٗ قَالَ یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُهٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا

اللہ کے بندوں سے خطاب

(۲۴) —— حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو تمہارے درمیان

تَظَالَمُوْا يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ
اُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ
يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا
فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّيْ
فَتَضُرُّوْنِيْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ
وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ
مِّنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ
وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مَّا نَقَصَ ذٰلِكَ

درمیان بھی حرام کر دیا، لہذا تم آپس میں ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب راہ بھٹکے ہوئے ہو سوائے ان کے جن کو میں ہدایت دوں۔ لہذا تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تم کو ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اُن کے جن کو میں کھلا دوں۔ لہذا تم مجھ سے کھانے کو مانگو، میں تم کو کھانے کے لئے دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے ان کے جن کو میں پہنا دوں۔ لہذا تم مجھ سے پہننے کے لئے طلب کرو، میں تم کو پہننے کو دوں گا۔

اے میرے بندو! بلاشبہ تم رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخش سکتا ہوں لہذا تم مجھ سے مغفرت چاہو میں تم کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! یقین جانو کہ تم مجھے ضرر پہونچانے کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے مجھے ضرر پہونچا سکو (اور اس کا بھی) یقین جانو کہ تم مجھے نفع پہونچانے کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے مجھے نفع پہونچا سکو۔ اے میرے بندو! اس میں شک نہیں کہ اگر تم سب اولین و آخرین، انسان و جنات تم میں سے سب سے زیادہ متقی آدمی کے موافق اپنے دل بنالو تو (تم سب کا) یہ تقوے میرے ملک میں ذرا اضافہ نہ کر سکے گا،

اے میرے بندو! اگر تم سب اولین و آخرین انسان و جنات تم میں سے سب سے زیادہ گنہ گار آدمی کے دل کے موافق اپنا دل بنالو تو (ان کا)

مِنْ مُلْكِیْ شَیْئًا یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَّسْاَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا كَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ یَا عِبَادِیْ اِنَّمَا هِیَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِیْهَا لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّیْكُمْ فَمَنْ وَّجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ غَیْرَ ذٰلِكَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یہ گناہگار ہونا میرے ملک میں سے ذرا بھی کمی نہیں کرسکتا۔ اے میرے بندو! اگر تم اولین وآخرین انسان وجنات سب مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کرو اور میں ہر شخص کا سوال پورا کردوں تو (سب کا سوال پورا کرنے کے بعد) میرے خزانوں میں سے صرف اتنی سی کمی آئے گی۔ جتنا سوئی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالا جائے۔ اے میرے بندو! تمہاری جزا وسزا (آخرت میں جو ہوگی سو وہ) صرف تمہارے اعمال (کے نتائج) ہوں گے۔ میں تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتا ہوں پھر پوری طرح تم کو ان کے بدلے دیدوں گا، سو تم میں سے جو شخص (اپنے عمل میں) خیر پاوے تو اسے چاہیئے کہ اللہ کی حمد کرے اور جو شخص اس کے علاوہ (یعنی اپنے عمل میں) برائی پاوے سو چاہیئے کہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے (مسلم شریف)

تشریح یہ حدیث بہت ہی اہم ہے اس کی عبارت مع ترجمہ بچوں کو یاد کرانا چاہیئے۔ اس میں اللہ جل شانہٗ کی مالکیت اور ربوبیت اور بندوں کی عاجزی ومحتاجگی بیان کی گئی ہے۔ حدیث کے شروع میں فرمایا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے، یعنی جو شخص جیسا کرے گا اُسے ویسا ہی پھل ملے گا۔ قبر میں یا حشر میں جن کو عذاب ہوگا۔ اور جو لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے وہ اپنے برے اعمال کی سزا بھگتیں گے ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ غیر مستحق سزا کو سزا دیں قرآن مجید میں جگہ جگہ یہ اعلان فرمایا گیا ہے

کہ ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا جو کچھ کیا تھا سب وہاں موجود پائیں گے اور اس کے موافق عذاب وثواب ملے گا (وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝)

اللہ نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے | اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کریں گے جیسا کہ اس حدیث کے علاوہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں بھی وارد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا اور ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اور فرمایا وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ اور فرمایا ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝ اور فرمایا وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ۝ پھر اس اعلان کے بعد کہ میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے بندوں سے فرمایا وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا یعنی میں نے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو کیونکہ انسان اللہ کا خلیفہ ہے اور زمین میں اس کا نائب ہے اس میں رحم اور عدل ہونا چاہیے ظلم اور بے انصافی سے ہمیشہ دور رہے جس ذات پاک کی اس کو خلافت ملی ہے اسکی صفت رحم وعدل کو اختیار کرے۔

اللہ ہی ہدایت دیتا ہے | اس کے بعد یہ بتایا ہے کہ سب کو اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتے ہیں اور سب کو وہی کھلاتے ہیں اور سب کو وہی پہناتے ہیں۔ کسی کو ان کے سوا کہیں سے بھی کچھ نہیں ملتا۔ دین و دنیا کی بھلائی اور کامیابی اور ان کے اسباب سب اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں اور وہی سب کو دینے والے ہیں۔ وہ جسے محروم کردیں اُسے کہیں سے نہیں مل سکتا جسے وہ ہدایت دیں وہی راہ یاب ہے اور جسے وہ راہ حق سے بھٹکا دیں وہ گمراہ ہے (مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ۝)

جب بندہ سراسر محتاج ہے تو اُسے چاہیئے کہ دنیا و آخرت کی ہر چیز صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرے پہلے گذر چکا ہے وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ۔ اس حدیث میں بندوں کی محتاجگی کے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ہدایت چاہو اور مجھ سے کھانے کو مانگو اور مجھ سے پہننے کو طلب کرو۔ اللہ تعالیٰ سوال کرنے سے خوش ہوتے ہیں اور جو اُن سے سوال نہیں کرتا، اُس سے ناراض ہوجاتے ہیں۔

حدیث ۱۹ کی تشریح میں اس کی تفصیل گذرچکی ہے۔ بعض اسرائیلیات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے کوئی دنیاوی ضرورت پیش آجاتی ہے تو آپ سے سوال کرنے سے شرماتا ہوں۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ مجھ سے سب کچھ مانگو حتیٰ کہ آٹے کے نمک اور سواری کے چارہ کا بھی سوال کرو۔

صرف اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرسکتا ہے

گناہوں کا بخشنے والا بھی صرف اللہ ہی ہے جسے وہ بخش دے اُسی کی خیریت ہے اور جسے وہ نہ بخشے اسے تباہی اور ہلاکت اور خسارہ کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی حقیقت کے پیشِ نظر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا۔

وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝

اور (اے رب) اگر آپ مجھے نہ بخشیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جاؤں گا۔

اللہ کے لئے سب کچھ آسان ہے وہ تمام گناہوں کو بخش سکتے ہیں لیکن یہ اعلان قرآنِ مجید میں کردیا ہے کہ شرک نہیں بخشا جائیگا۔ ہوشیار بندے وہی ہیں جو استغفار اور توبہ میں لگے رہتے ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

کل بنی اٰدم خطاء وخیر الخطائین التوابون (ترمذی)

سب انسان خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو توبہ بہت کرنے والے ہیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ اے رب! مجھے آپ کی عزت کی قسم ہے میں آپ کے بندوں کو بہکاتا ہی رہوں گا جب تک ان کی روحیں اُن کے جسموں میں رہیں گی۔ اس کے جواب میں رب عزوجل نے فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال اور رفعتِ شان کی جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں ان کو بخشتا ہی رہوں گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث شریف کے ان لفظوں میں (یا عبادی انکم تخطئون باللیل والنهار

وانا اغفر الذنوب جمیعا فاستغفرونی اغفر لکم) اسی حقیقت کی طرف توجہ فرمائی ہے

بندوں کی عبادت سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں

اس کے بعد اللہ جل شانہ کی بے نیازی کا ذکر فرمایا ہے کہ مخلوق کی اطاعت سے اللہ کو کچھ نفع نہیں ہوتا اور نافرمانی کرنے سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ عبادت گذاروں کی عبادت سے اس کے ملک میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا اور نافرمانوں کی نافرمانی سے اس کے ملک میں کچھ کمی نہیں آتی۔ اپنی خالقیت اور مالکیت میں وہ تنہا ہے کسی کا محتاج نہیں اس کے بے انتہا خزانوں کا اندازہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو اسی سے سمجھ لو کہ تم اولین و آخرین، انسان و جنات، زندے اور مرے ہوئے خشک مخلوق اور تر مخلوق سب بیک وقت ایک میدان میں کھڑے ہو کر اللہ سے سوال کرو اور ہر ایک اتنا مانگے جہاں تک اس کی اپنی (فہم کی رسائی سے) انتہائی آرزو کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر سائل کا سوال اسی وقت پورا فرما دیں تو اس کے خزانوں میں سے صرف اتنا سا خرچ ہوگا جیسے سوئی سمندر میں ڈال کر نکال لی جائے اور پورے سمندر میں سے ذرا سی تری اس سوئی پر لگ جائے (یہ بھی سمجھانے کے لئے ہے ورنہ غیر متناہی کے سامنے متناہی کی یہ بھی نسبت نہیں ہے)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

یدی اللہ ملای لا تغیضہا نفقۃ سحاء اللیل والنہار أرأیتم ما انفق منذ خلق السموٰت والارض فانہ لم یغض ما فی یدہ۔

اللہ کا ہاتھ[3] (ہر وقت) بھرا ہوا ہے وہ کتنا ہی خرچ فرمائے کم نہیں ہوتا۔ رات دن خرچ فرماتے ہیں تم ہی بتاؤ جب اس نے آسمان و زمین پیدا فرمائے ہیں کتنا خرچ فرما دیا اور جو اس کے ہاتھ میں تھا اس میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا۔

---

[1] کما فی روایۃ اخری اخرجہا الترمذی لو ان اولکم و آخرکم و حیکم و میتکم و رطبکم و یابسکم اجتمعوا الحدیث ۱۲ [2] کما فی روایۃ للترمذی ما بلغت امنیتہ ۱۲

[3] اللہ تعالیٰ ہاتھ پاؤں اور جسم سے پاک ہیں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کے متعلق اس قسم کے الفاظ استعمال ہوں ان کے بارے میں یہی عقیدہ رکھے کہ جو ان کا مطلب اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ہے وہی میرے نزدیک ہے ۱۲

حدیث کے آخر میں یہ جو فرمایا کہ (اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ الخ) یہ حدیث شریف کے شروع کے مضمون کو دوسرے لفظوں میں دہرایا ہے کہ تم پر آخرت میں ظلم نہ ہوگا۔ تمہارے اعمال ہی کا بدلہ ملے گا۔ تمہاری ہر نیکی بدی، چھوٹی ہو یا بڑی محفوظ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (زلزال)

سو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

نیز فرمایا:

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط (آل عمران)

اور تمہارے پورے بدلے تم کو قیامت ہی کے روز ملیں گے۔

اور فرمایا۔

يَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ (آل عمران)

جس روز ایسا ہوگا کہ ہر شخص اپنے بھلے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائیگا اور جو اس نے برے کام کئے تھے ان کو بھی حاضر پائے گا۔

اور فرمایا:

وَاِنَّا لَمُوَفُّوْھُمْ نَصِيْبَھُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۝ (ہود)

اور یقیناً ہم ان کا پورا پورا حصہ بے کم و کاست ان کو دیدیں گے۔

بس انسان کو چاہیے کہ اپنی آخرت سنوارنے کے لیے نیک اعمال میں لگا رہے اور لکھنے والے فرشتہ کو برائی لکھنے کا موقعہ نہ دیوے۔ جو نیکی ہو جاوے اس پر اللہ کا شکر کرے کہ اس کی توفیق سے ہوئی۔ اور جو گناہ ہو جائے تو اس پر اپنے نفس کو ملامت کرے۔ قیامت کے میدان میں اور دوزخ میں اپنے کو ملامت کرنے سے کچھ نفع نہ ہوگا وہاں شرمندگی اور پشیمانی کام نہ آئے گی۔ موت سے پہلے ہی اپنے کو ملامت کرلو اور توبہ و استغفار کرکے گناہ معاف کرالو گناہوں کو اپنے نفس ہی کی طرف منسوب کرو اور جب گناہ ہو جاوے تو اپنے ہی کو برا کہو (فمن وجد خیرا فلیحمد اللہ ومن وجد غیر ذلک فلا یلومن الا نفسہ)

الحديث الخامس والعشرون[۲۵]

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ قَالَ اَوَلَیْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ اِنَّ بِکُلِّ تَکْبِیْرَةٍ صَدَقَةً وَّکُلِّ تَحْمِیْدَةٍ صَدَقَةً وَّکُلِّ تَهْلِیْلَةٍ صَدَقَةً وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةً وَّنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةً

معمولی محنت اور ثواب بہت زیادہ

(۲۵) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چند (تنگ دست) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مالوں والے اجملے اڑے (اور ثواب کمانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے) کیونکہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں (اس میں تو ہم اور وہ برابر ہیں لیکن مالی عبادت سے ہم عاجز ہیں) اور وہ مال خرچ کر کے بھی ثواب کماتے ہیں چنانچہ) وہ ضرورت سے زائد مال سے صدقہ کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے (پھر اس کی کیا صورت ہو کہ وہ ہم سے آگے نہ رہیں اور ہم بھی ان کے مرتبہ کو پہنچ جائیں؟) اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ نے تم کو ایسی طاقت نہیں دی کہ جس سے تم بھی صدقہ کر (نے کا ثواب پا) سکتے ہو؟ یقین جانو! ہر سُبْحَانَ اللّٰهِ صدقہ ہے ہر اَللّٰهُ اَکْبَرُ صدقہ ہے ہر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ صدقہ ہے ہر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صدقہ ہے۔ ہر امر بالمعروف صدقہ ہے۔ ہر نہی عن المنکر

فِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ
أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ
قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ
فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي حَلَالٍ كَانَ لَهُ أَجْرٌ (رواه مسلم)

صدقہ ہے۔ اور تمہاری شرم گاہ (کے استعمال کرنے) میں بھی صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا (شرم گاہ کے استعمال کرنے میں صدقہ کا ثواب کیونکر ملے گا)، ہم میں سے کوئی شخص اپنی نفسانی خواہش پوری کرے اور اسے اس میں ثواب مل جاوے۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم بتاؤ اگر وہ اپنی شرم گاہ حرام جگہ استعمال کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟ (ظاہر ہے اس صورت میں گناہ کا مرتکب مانا جاتا) سو اسی طرح (یہ سمجھ لو) کہ جب اس نے (حرام سے بچ کر) اپنی شرم گاہ کو حلال جگہ استعمال کیا تو اس کے لئے اجر ہوگا (مسلم شریف)

تشریح

دوسری روایت میں جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سرمایہ والے بلند درجات اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کو لے اڑے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا کیا سبب؟ عرض کیا وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں، وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا میں تم کو کوئی ایسا عمل نہ بتادوں جس کے کرنے سے تم ان کا درجہ حاصل کرلوگے جو تم سے پہلے گذر چکے اور تم ان لوگوں سے آگے نکل جاؤ گے جو تمہارے بعد آئیں گے اور تم سے کوئی (سرمایہ والا) افضل نہ ہوگا ہاں اگر تمہارا

جیسا عمل کرے (جسے میں بتانے والا ہوں) تو دوسری بات ہے۔ یہ سن کر ان حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے (ہم عمل کریں گے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللہِ ، ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو۔[۱]

(یہ سن کر فقرائے مہاجرین بہت خوش ہوئے اور عمل کرنا شروع کردیا۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں آخرت کے بارے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا عام رواج تھا اس لئے مال داروں کو یہ گوارا نہ ہوا کہ وہ پیچھے رہ جائیں۔ جب اُن کو پتہ چلا تو انھوں نے بھی پڑھنا شروع کردیا لہذا) فقرائے مہاجرین (کو فکر دامن گیر ہوئی اور) دوبارہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے مال والے بھائیوں کو بھی پتہ چل گیا اور جو آپ نے بتایا تھا اس کو ہماری طرح انھوں نے بھی پڑھنا شروع کردیا۔ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عنایت فرمادے) (بخاری و مسلم)

ان دونوں روایتوں سے چند امور معلوم ہوئے:۔

اعمال صالحہ میں فقراء اور اغنیاء کا مقابلہ

(۱) صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آخرت کے ثواب اور وہاں کے بلند درجات حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ فقراء یہ سوچتے تھے کہ ہم مال داروں سے آگے بڑھ جائیں اور مال دار یہ چاہتے تھے کہ ہم فقراء سے آگے بڑھ جائیں۔ قرآن مجید میں جو ارشاد ہے۔

لہ اس روایت میں اسی طرح ہے۔ اور یہ جو مروج ہے کہ اللہ اکبر کو ۳۴ مرتبہ پڑھتے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے۔ دوسری روایات سے ثابت ہے۔ بعض روایات میں یہ ترتیب بھی آئی ہے کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر ۳۳۔ ۳۳ مرتبہ ہوں اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پڑھیں (مسلم شریف)

سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ — اپنے پروردگار کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت میں ہے

اس لئے حضرات صحابہؓ خوب عمل کرتے تھے، ہماری زندگی میں جو رواج ہو گیا ہے کہ دنیا کے ساز و سامان مال اور مکان میں دوسروں سے بڑھنا چاہتے ہیں اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دین اور دینیات میں ایک دوسرے سے سبقت کر جانے اور آگے بڑھ جانے میں لگے رہتے تھے۔ درحقیقت مومن کا مقصد زندگی اپنی آخرت ہی کو بنانا ہے یہ وطن نہیں ہے پردیس ہے بلکہ راہ گذر ہے یہاں کا ساز و سامان فضول ہے یہیں رہ جائے گا، اس لئے بہت ضروری ہے کہ اپنے اصل وطن کے لئے (جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا) زیادہ سے زیادہ خیرات اور حسنات کا ذخیرہ بھیجے رہیں (وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ)

مالی عبادات (۲) مال ان بندوں کے لئے بُری چیز نہیں ہے جو آخرت کی فکر اور اعمال صالحہ کی دھن رکھتے ہیں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا بَاْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ (مشکوٰۃ شریف) — مال کا پاس ہونا اس شخص کے لئے کچھ مضر نہیں جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

مالی عبادات کر کے مومن بندے آخرت کے درجات حاصل کر سکتے ہیں۔ البتہ اس کا دھیان رکھنا بہت ضروری ہے کہ مال کے کمانے اور خرچ کرنے میں اللہ کے احکام پر نظر ہو۔

ذکر و تسبیح کی فضیلت (۳) مالی عبادات (جن کا کرنا فرض اور واجب نہیں ہے) ان سے ذکر و تسبیح افضل ہے۔ ایک روایت میں بالتصریح فرمایا:-

والتسبیح افضل من الصدقۃ والصدقۃ افضل من الصوم — تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے[1]۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔

دوسری روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذھب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم قالوا بلیٰ قال ذکر اللہ[1]

کیا تم کو ایسا عمل نہ بتادوں جو تمہارے تمام اعمال سے افضل اور پاکیزہ ہے اور جو سب اعمال سے زیادہ تمہارے درجات کو بلند کرنیوالا ہے اور جو تمہارے لئے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمہارے لئے اس سے بھی افضل ہے کہ تم دشمنوں سے بھڑ جاؤ اور ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا ایسا عمل اللہ کا ذکر ہے۔

ایک شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور دوسرا شخص صدقہ خیرات بہت کرتا ہے تو ذکر کرنے والا ہی افضل رہے گا۔ ہاں اگر مال والے صدقہ وخیرات کے ساتھ ذکر اللہ سے بھی اپنی زبانوں کو مانوس رکھتے ہوں تو ذکر اللہ میں برابر ہو کر مال کے خرچ کرنے کی وجہ سے افضل ہو جائیں گے۔

جن لوگوں کے پاس مال نہیں ہے اُن کو چاہیئے کہ ذکر اللہ میں اپنا وقت زیادہ خرچ کیا کریں۔ اس طرح سے وہ صدقہ وخیرات کا ثواب پاسکتے ہیں۔ نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی اپنا وقت خرچ کریں، یہ بھی صدقہ کا بدل ہے (صدقہ کا ثواب مل جانے کی اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جو حدیث ۲۶ کے ذیل میں بیان ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ)

(۴) اللہ کا کسی کے ذمہ میں حق واجب نہیں ہے وہ جسے چاہتے ہیں اپنے فضل سے نواز دیتے ہیں کبھی کو مال دے کر اور پھر اس کو راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق دے کر بلند درجات عنایت فرما دیتے ہیں اور کسی کو تنگ دست رکھ کر نوافل واذکار کا پابند بنا کر اپنا مقرب اور محبوب بنا لیتے ہیں۔ کسی کو کفر کے ماحول سے نکال کر اسلام کا بہت بڑا خادم بنا تے ہیں۔ اور کسی کو قرآن مجید کی اشاعت کی توفیق دیدیتے ہیں، کسی کو حدیث پر عبور نصیب فرما کر امت کے لئے مفید بنا دیتے ہیں

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

شرم گاہ کے استعمال میں ثواب حدیث کے آخر میں یہ جو فرمایا کہ "شرم گاہ کے حلال جگہ استعمال کرنے میں بھی صدقہ ہے"۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی بیوی سے ہم بستر ہونے میں ثواب لینے کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حدیث انما الاعمال بالنیات (باطلاق) کا مقتضا یہی ہے کہ اس میں ثواب جب ملے گا جب کہ اس میں کوئی ایسی نیت کرے جو شرعاً معتبر ہو۔ ابن دقیق العید رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

ان المباحات تصیر بالنیات	مباح چیزیں نیت سے طاعت بن جاتی ہیں اسی
طاعات فالجماع یکون عبادۃ	اصول پر جماع بھی عبادت ہو جائے گا جبکہ
اذانوی بہ الانسان قضاء	بیوی کا حق پورا کرنے کی اور اس کو خوش
حق الزوجۃ ومعاشرتھا	رکھنے کی نیت کرے یا نیت یہ ہو کہ نیک اولاد
بالمعروف اوطلب ولد صالح او	حاصل کرنی ہے، یا یہ نیت ہو کہ اپنی بیوی
عفاف نفسہ اوزوجتہ اوغیر	سے ہمبستر ہوں گا تو میں بھی بدکاری سے بچوں گا
ذلک من المقاصد الصالحۃ۔	اور وہ بھی محفوظ رہے گی (الیٰ غیر ذلک)

جب ایک حدیث میں اعمال کے لائق ثواب بننے کی شرط نیت قرار دیدی گئی تو اس کو سب جگہ ماننا ضروری ہے۔

۲۶ الحدیث السادس والعشرون

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْہِ صَدَقَۃٌ کُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْہِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ اثْنَیْنِ صَدَقَۃٌ وَّ یُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِہٖ یَحْمِلُہٗ عَلَیْھَا اَوْ یَرْفَعُ لَہٗ عَلَیْھَا مَتَاعَہٗ صَدَقَۃٌ وَّالْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ وَّ بِکُلِّ خُطْوَۃٍ یَمْشِیْھَا اِلَی الصَّلٰوۃِ صَدَقَۃٌ وَّ

يُمِيطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ (رواہ البخاری ومسلمٌ)

جسم کے ہر جوڑ کی جانب سے صدقہ

(۲۶۱) ———— حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جسم کے ہر جوڑ پر روزانہ جب سورج نکلتا ہے صدقہ ہے۔ (یعنی ہر جوڑ کے شکریہ میں روزانہ انسان کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اور صدقہ کے لئے مال ہونا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ اگر) دو آدمیوں کے درمیان انصاف (کا فیصلہ) کردے تو یہ صدقہ ہے اور (اگر) کسی آدمی کی یہ مدد کردے کہ اُسے اُس کی سواری پر سوار کرادے یا (نیچے سے) اُس کا سامان اٹھا کر دیدے تو یہ صدقہ ہے اور اچھا بول بولنا صدقہ ہے۔ اور ہر قدم پر جو تو نماز کے لئے اٹھا کر چلے گا صدقہ ہے۔ اور راستہ سے تکلیف دینے والی چیز (کانٹا، پتھر، ہڈی کیلے کا چھلکا وغیرہ) ہٹا دیگا تو یہ صدقہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح دوسری روایت میں ہے (جس کے راوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں) کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ لہٰذا اس پر ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ! اس کی طاقت (بھلا) کسے ہے (اتنا مال تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے کہ روزانہ اس قدر صدقہ کرے) رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (صدقہ کے لئے مال ہی ہونا ضروری نہیں ہے) مسجد میں اگر ناک کی ریزش پڑی ہو تو اُس کو (اٹھاکر) مٹی میں چھپا دو۔ اور راستہ سے (تکلیف دینے والی) چیز ہٹا دو تو یہ صدقہ ہوجائیگا سو اگر (ان کاموں کے کرنے کا) موقعہ نہ ملے تو چاشت کی دو رکعت (نفل نماز تیرے لئے (ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کی جگہ قائم مقام ہو کر) کافی ہوجائے گی (ابو داؤد شریف)

انسان کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے انسان کو ۳۶۰ جوڑوں پر پیدا کیا ہے۔ سو جس نے اللہ کا ذکر کیا اور حمد کی اور لا الہ الا اللہ پڑھا اور سبحان اللہ پڑھا اور مسلمانوں کے راستہ سے پتھر ہٹا دیا یا کانٹا یا ہڈی ہٹادی یا امر بالمعروف کردیا، یا نہی عن المنکر کردیا۔ اور سب مل کر یا ان میں سے ایک ہی عمل ۳۶۰ کے عدد کے برابر ہوگیا تو اس کی شام اس حال میں آئے گی کہ اس شخص نے اپنی جان دوزخ سے بچالی ہوگی۔ (مسلم شریف)

اللہ کی نعمتیں شمار نہیں ہوسکتی ہیں اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا — اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے۔

اور قرآن مجید میں جگہ جگہ ان نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ نے اس کو دی ہیں پیدا کرنا، اعضاء و جوارح کا صحیح سالم عافیت سے رکھنا اچھی صورت، دل، دماغ ناک، کان، آنکھ، پاؤں، ہاتھ، مال، اولاد، بیوی، عزت وجاہ وغیرہ وغیرہ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔

كَمْ مِنْ نِعْمَةٍ لِلّٰهِ فِيْ عِرْقٍ سَاكِنٍ — اللہ کی کتنی نعمتیں اس رگ میں ہیں جو ساکن ہے

اگر ٹھیری ہوئی رگ جاری ہوجاوے جس کے ٹھیرنے میں زندگی ہے تو انسان زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

ایک آنکھ کی قیمت حضرت یونس بن عبید سے ایک شخص نے اپنی تنگی معاش کی شکایت کی تو فرمایا کہ تو اپنی اس آنکھ کے بدلے ایک لاکھ درہم لے سکتا ہے، اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر فرمایا اچھا تو اپنے ہاتھ کے عوض ایک لاکھ درہم لے سکتا ہے! اس نے کہا نہیں۔ فرمایا اچھا پاؤں کے بدلے لاکھ درہم قبول کرلے۔ اس نے کہا مجھے منظور نہیں۔ اسی طرح اور اعضاء کے متعلق پوچھتے رہے اور وہ انکار کرتا رہا پھر آخر میں اس سے فرمایا ارى عندك مئين الوفا وانت

تشکو الحاجۃ (میرے خیال میں تو تیرے پاس لاکھوں کی رقم کی چیزیں موجود ہیں تو پھر بھی محتاجگی کی شکایت کر کے ناشکری کر رہا ہے۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض لوگ قیامت کے روز اس قدر نیک اعمال لے کر آئیں گے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دیے جائیں تو پہاڑ کو بھی بوجھ لگنے لگے۔ اس وقت اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت کھڑی ہو کر تمام اعمال کو اپنے بدلہ میں لیکر ختم کرنے لگے گی (اگر نعمتوں کے مقابلہ میں اعمال لیے جاویں تو کسی کی ایک نیکی بھی نہ بچے) مگر بات یہ ہے کہ اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ رحمت فرما دیویں (تو گناہ معاف فرما دیں گے اور نیکیوں کا اجر دیدیں گے)

ایک ۵۰۰ سالہ عابد کا قصہ

حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ایک عابد نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر ۵۰۰ سال اللہ کی عبادت کی اور اس نے اللہ سے دعا کی کہ اس کی جان سجدہ کی حالت میں قبض کی جائے۔ جب ہم آسمان سے اترتے اور زمین سے چڑھتے تو اس پر ہمارا گذر ہوتا۔ اور ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ شخص قیامت کے روز اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور اللہ فرمائیں گے کہ میرے بندہ کو میری رحمت سے جنت میں داخل کرو۔ وہ تین بار کہے گا کہ میں نے ۵۰۰ سال عبادت کی اور اب بھی آپ کی رحمت سے ہی داخل ہوں گا؟ مجھے میرے عمل کے ذریعہ جنت میں داخل کیا جائے اس کی اس بات پر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ میری نعمتوں اور اس کے اعمال کی میزان لگاؤ۔ وہ میزان لگائیں گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ صرف آنکھ کی نعمت ۵۰۰ سال کی عبادت اپنے بدلہ میں لے لے گی اور باقی سارے بدن کی نعمتیں رہ جائیں گی (جن کے بدلہ کیلئے کچھ نہیں رہے گا) لہٰذا حکم ہوگا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ لہٰذا وہ دوزخ کی طرف کھینچا جانے لگے گا۔ یہ ماجرا دیکھ کر وہ عبداللہ کو پکارے گا کہ رحمت سے مجھے

جنت میں داخل فرمایئے۔ اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرمایئے۔ لہٰذا اُسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ قصہ سُنا کر حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ اے محمدؐ! سب کچھ اللہ کی رحمت سے ہوتا ہے۔[1]

انسان کے جسم میں بے شمار نعمتیں ہیں۔ چھوٹی بڑی ہڈیاں، اعضاء و جوارح کے اجزاء بدن کے جوڑ ہیں جن کے ذریعہ انسان کام کرتا ہے۔ اگر جوڑ نہ ہوں تو اعضاء کو اِدھر اُدھر نہ کر سکے نہ چلا سکے نہ کچھ اٹھا سکے ایک تختہ سا بن کر رہ جائے۔ انسان کے جسم میں یہ جوڑ ۳۶۰ ہیں۔ ان کے شکریہ میں انسان کو روزانہ صدقہ کرنا چاہیئے۔ صدقہ کی بہت سی صورتیں ہیں جو تینوں حدیثوں میں گذر چکی ہیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینے سے ۳۶۰ جوڑوں کا صدقہ ادا ہو جاتا ہے۔

انسان اگر اپنی عاجزی اور بے بسی کو دیکھے اور اپنی محتاجگی پر نظر کرے اور اللہ کی نعمتوں میں غور کرے تو اسے عقل مجبور کرے گی کہ ہمہ وقت نیکیوں میں لگا رہے جس نیکی کا موقعہ مل جاوے فوراً کر گذرے ورنہ کم از کم گناہ ہی سے بچا رہے یہ بھی صدقہ ہے (کما ورد فی روایۃ قالوا فان لم یفعل فلیمسک عن الشر فانہ صدقۃ اخرجہا الشیخان) اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے ذریعہ گناہ کرنا بہت بڑی ناشکری اور نالائقی ہے۔ اگر نیکی نہ کرے تو کم از کم گناہ سے تو بچا رہے

اعضاء وجوارح کا شکریہ کیا ہے ابو حازم الزاہد فرماتے تھے۔

شکر الجوارح کلہا ان تکف عن	اعضاء کا شکریہ یہ ہے کہ تو گناہوں سے بچے اور
المعاصی وتستعمل فی الطاعات	اعضاء کو (اللہ کی) فرمانبرداری میں استعمال کرے

نیز یہ بھی فرمایا:۔

اما من شکر بلسانہ ولم یشکر بجمیع	لیکن جس نے صرف اپنی زبان سے شکر ادا کیا اور باقی اعضاء سے
اجزائہ کمثل رجل لہ کساء فاخذ بطرفہ	نہ کیا تو اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے چادر ہو
فلم یلبس فلم ینفعہ ذلک من الحرو	اور وہ اس کا صرف ایک کونہ پکڑ لیوے اور

---

[1] شرح ابن رجب ۱۲

البرد والثلج والمطر۔ (شرح ابن رجب)

اس کو اپنے جسم پر پوری نہ اوڑھے تو اس سے کچھ نفع نہ ہوگا نہ سردی سے بچ سکے گا نہ گرمی سے نہ برف سے نہ بارش سے ربنا اعنا علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك

الحديث السابع والعشرون ۲۷

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ (رواه مسلم) وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اسْتَفْتِ قَلْبَكَ الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ

حدیث حسن رویناہ فی مسندی الامامین احمد بن حنبل والدارمی باسناد حسن

نیکی کیا ہے اور گناہ کیا ہے

(۲۷) ——— حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے جی میں کھٹکے اور تجھے یہ بات کروہ معلوم ہو کہ اس کے کرنے کا لوگوں کو پتہ چل جائے (مسلم شریف)

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو (میرے عرض کرنے سے قبل ہی) آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کرنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لیلو۔ نیکی وہ ہے جس سے تیرا جی مطمئن ہو

اور جس کی طرف دل کا اطمینان ہو، اور گناہ وہ ہے جو تیرے جی میں کھٹکے اور سینہ میں ادھر اُدھر پھرے (تو اس کو گناہ سمجھ اور اس کے کرنے سے بچ) اگرچہ لوگ (اس کے جائز ہونے کا) فتویٰ دیدیں اور خاص (تجھے بھی (اس کے کرنے کا) فتوے دیں (احمد و دارمی)

تشریح گناہ وہ ہے جس سے بچنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور نیکی وہ ہے جس کے کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ نیکی کے بہت درجات ہیں۔ بعض بڑی نیکیاں ہیں۔ بعض چھوٹی ہیں۔ کوئی نیکی ایسی ہے کہ اس میں بہت سی نیکیاں جمع ہیں۔ اسی طرح گناہ کے بہت درجات ہیں کوئی بڑا گناہ ہے، کوئی چھوٹا گناہ ہے۔ کسی گناہ میں بہت سے گناہ جمع ہیں۔ حضرت نواس بن سمعان کی روایت میں یہ جو فرمایا کہ "نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے"۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اچھے اخلاق میں بے شمار نیکیاں جمع ہیں۔ جو اخلاق کا پابند رہے گا' اسے گناہ کی فرصت ہی نہ ملے گی۔ خوش اخلاقی کی تفصیل حدیث ۱۸ اور حدیث ۱۵ ذیل میں دیکھئے۔

شبہات میں دل کا فتویٰ بے شمار گناہ تو ایسے ہیں جن کی ممانعت قرآن و حدیث میں صاف موجود ہے اور لوگ ان کو گناہ سمجھتے اور جانتے بھی ہیں اور بسا اوقات ایسے مواقع پیش آجاتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے صاف حکم نہیں ملتا اور قیاس سے کام لیں تو قیاس اس کے جائز ہونے کا بھی فتویٰ دیتا ہے اور دوسرے رخ سے غور کریں تو ممانعت کا پہلو نکلتا ہے اس کے کرنے میں لذت اور مزا ہو یا دنیاوی نفع ہو تو انسان اس کے کرنے کی طرف جھکتا ہے۔ لیکن جب اپنے دل سے پوچھتا ہے اور اسے کرنا چاہتا ہے تو دل گھٹتا ہے اور باطن میں ایک کھٹک پیدا ہوتی ہے اور اس کے کرنے سے دل کو اطمینان نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایسے موقعہ میں اس عمل کے کرنے سے بچ جانا چاہیئے۔ مومن بندوں کے دل کو اللہ تعالیٰ منور فرما دیتے ہیں لہٰذا ان کے قلوب گناہ سے گھٹتے ہیں اور گو صاف طور سے کسی چیز کے متعلق گناہ ہونے کا علم نہ ہو لیکن دل اس کے کرنے سے مطمئن نہیں ہوتا۔

مگر یہ ان ہی بندوں کا حال ہوتا ہے جنھوں نے گناہ کر کے اپنے دل کا ستیاناس نہ کرلیا ہو۔

ایک قرضدار کا واقعہ اس کی دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ احقر راقم الحروف سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ مجھ پر رشتہ داروں کا قرض تھا لیکن انھوں نے معاف کر دیا ہے تو کیا وہ معاف ہوگیا؟ میں نے کہا جب وہ معاف کر چکے تو تمھارا دل کیوں کھٹک رہا ہے۔ جب تمھارا دل مطمئن نہیں تو سمجھ لو کہ معاف نہیں ہوا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ جب سے انھوں نے زبان سے معاف کیا ہے اس کے بعد سے پھر تو کسی سے یوں تو نہیں کہا کہ فلاں پر ہمارا قرض تھا اس نے مار لیا۔ اس شخص نے جواب دیا ہاں ایسا تو ضرور ہوا ہے کہ انھوں نے معاف کرنے کے باوجود بھی لوگوں سے شکایت کی۔ میں نے کہا اسی سے سمجھ لو کہ انھوں نے دل سے معاف نہیں کیا بلکہ یہ سمجھ لو کہ اس کے پاس موجود نہیں ہے کہاں سے دیگا، ظاہری طور پر معاف کر دیا۔ اگر وہ دل سے معاف کرتے تو معاف ہوتا اور قرض دار کا دل بھی مطمئن ہو جاتا۔

ایک تاجر کا قصہ ایک تاجر کتب کو جانتا ہوں۔ اللہ تعالٰے نے اپنے فضل و کرم سے اُن کے دل میں آخرت کا فکر بھر دیا ہے ان کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے ان کو روپے دیئے کہ فلاں فلاں کتاب خرید کر لا دیں۔ وہ کتابیں اُن کے اسٹاک میں موجود نہ تھیں لہٰذا بازار سے خرید کر لے آئے اور چونکہ وہ تاجر تھے اس لئے کمیشن پر ان کو مل گئیں۔ مگر اب ان کو یہ الجھن پیش آئی کہ جو کمیشن ملا ہے اس کو خود رکھ کر پوری قیمت اس شخص سے لے لوں جس نے خرید کر لانے کو روپے دیئے تھے یا کمیشن بھی اس شخص کو دیدیا جائے۔ غور کرنے سے ایک طرف تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر وہ خود خرید کرتا تو اسے کمیشن نہ ملتا اور دوسری طرف یہ امر ذہن میں آیا کہ اس نے مجھے وکیل بنایا تھا۔ لہٰذا وکیل کو چاہیے کہ جس قیمت پر خریدی ہے اسی قیمت پر پہونچا دیوے۔ لہٰذا انھوں نے کمیشن خود

نہیں لیا اور اسی قیمت پر جس پر خرید کر لائے تھے اس شخص کو کتابیں دیدیں۔

ایمان کی نشانی | حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیری نیکی تجھے خوش کرے اور تیرا گناہ تجھے رنجیدہ کرے تو تو مومن ہے۔ سائل نے دوبارہ سوال کیا کہ گناہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرے باطن میں کوئی چیز کھٹکے (اور اس کے کرنے سے دل مطمئن نہ ہو) تو اسے چھوڑ دے (یعنی جس چیز کا گناہ ہونا تجھے معلوم ہے اس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہیں اور جس کے متعلق گناہ ہونا معلوم نہ ہو لیکن اس کے کرنے سے دل کھٹکتا ہو تو اسے گناہ سمجھ کر چھوڑ دے اگر وہ حلال ہوتا اور اس کے کرنے میں نیکی ہوتی تو دل مطمئن ہوتا رفان البرما اطمانت الیہ النفس واطمان الیہ القلب)

گناہ کی نشانی | گناہ کی ایک نشانی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ تو اس کو لوگوں کے سامنے نہ کرسکتا ہو اگر تنہائی میں تو ایک عمل کرتا ہے تو اس کے متعلق یہ غور کر کہ میں اسے لوگوں کے سامنے کرسکتا ہوں یا نہیں؟ اگر تیرا ضمیر یہ آواز دے کہ تو اسے لوگوں کے سامنے نہیں کرسکتا اور اگر چپکے کرلیا تو اس کے ظاہر ہوجانے کو تو برا سمجھے گا تو سمجھ لے کہ وہ عمل ٹھیک نہیں ہے گناہ ہے۔ اگر اچھا عمل ہوتا تو تو اسے لوگوں کے سامنے کرنے اور لوگوں کو اس کی خبر ہوجانے کو مکروہ نہ سمجھتا لیکن یہ انہی لوگوں کے متعلق ہے جو خدا ترس شرم دار اور دیندار ہوں، جن کو نیکی بدی کی تمیز ہو۔ اور جو لوگ خود ہی بددین ہوں گناہ کو فخر سمجھتے ہوں۔ یا نادانی سے گناہوں کو نیکی سمجھ رکھا ہو ان کا اعتبار نہیں ہے ایک شخص زنا کر کے زناکاروں میں جائیگا تو کیوں شرمائیگا؟ جوا کھیلنے والے کی خبر جواریوں کو ہوجائے گی تو ان سے کیوں گھبرائیگا؟ بدعتی بدعت والوں میں بدعت کرکے جائے گا تو اپنا حال اُن سے کیوں چھپائیگا؟ وہ سب ایک ہی جنس کے ہیں۔

لہ مشکوٰۃ شریف ص

ذرا بھی شرم وحیا یا ملامت کا مقام ان کی فضا میں نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ تو ان لوگوں کے سامنے اپنے عمل کے ظاہر ہو جانے کو مکروہ سمجھتا ہو جو نیکی بدی سے واقف ہوں اور جو حیا و شرم رکھتے ہوں اور جن کے قلوب میں خدا کا خوف ہو)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ "گناہ وہ ہے جو تیرے جی میں کھٹکے اور سینہ میں اِدھر اُدھر پھرے اگرچہ لوگ اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیدیں" یہ بھی ان ہی چیزوں سے متعلق ہے جن کا صاف صریح حکم موجود نہ ہو لہٰذا اجتہاد کرنا پڑے اور مفتی کے اجتہاد میں جائز ہو اور مبتلی بہ (جسے الجھن پیش آرہی ہے اس) کا دل اس کے جائز ہونے پر مطمئن نہ ہوتا ہو تو باوجود مفتی کے فتوے کے اپنے دل کی کھٹک کی وجہ سے اس سے بچ جانا چاہیئے۔

ایک مہتمم مدرسہ کا واقعہ ہندوستان کے ایک مشہور مدرسہ کے مہتمم کا واقعہ ہے کہ وہ مدرسہ کی رقم لے کر دہلی پہونچے وہ اس رقم سے مدرسہ کے لئے چندہ کی رسید بک چھپوانا چاہتے تھے۔ لیکن وہ رقم کسی طرح (چوری سے یا کسی کے جیب کترلے سے) ضائع ہوگئی۔ مہتمم صاحب فوراً واپس ہوئے اور مکان پہونچکر اپنی زمین فروخت کرکے دوبارہ دہلی آئے اور اپنے روپیہ سے رسیدیں چھپوا کر لے گئے۔ اراکین مدرسہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے ایک بہت بڑے بزرگ عالم و مفتی سے فتویٰ لیا انھوں نے فتویٰ دیدیا کہ امانت بغیر خیانت کے ضائع ہوئی ہے لہٰذا مہتمم صاحب کے ذمہ اپنے روپے سے چھپوانا ضروری نہیں تھا۔ لیکن اس فتویٰ کے باوجود مہتمم صاحب کا دل مطمئن نہ ہوا اور مدرسہ سے روپیہ لینا گوارا نہ کیا، بلکہ یوں فرمایا کہ مولانا صاحب (جنھوں نے فتوی دیا تھا) ذرا اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھیں کہ ان کے ساتھ ایسا ہو جاتا تو وہ کیا کرتے۔ وہ مفتی بھی خدا ترس تھے۔ اس لئے انھوں نے ایسا فرمایا۔

متقی کا طرز فکر مفتی تو ظاہر حال کو دیکھتا ہے اور صاحب معاملہ کو حقیقت حال کی

خبر ہوتی ہے۔ اگر صاحب معاملہ آخرت کا فکر مند ہے تو اس کا باطن مطمئن نہیں ہوتا اور اس پہلو کے اختیار کرنے پر زور دیتا ہے جس میں آخرت کے مواخذہ کا ذرا احتمال باقی نہ رہے۔ مثلاً مہتمم صاحب کی مثال میں غور کریں تو یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مفتی نے فقہ کا یہ قاعدہ دیکھ کر کہ امانت بغیر تعدی کے ضائع ہو جائے تو امانت دار پر ضمان نہیں ہے فتویٰ دیدیا۔ لیکن صاحب معاملہ کو اسی میں شک ہوا کہ شاید مجھ سے حفاظت میں کوتاہی ہو گئی ہو۔ اگر اس جیب میں رکھ لیتا تو حفاظت زیادہ ہوتی اور فلاں جگہ بیٹھ جاتا تو جیب نہ کٹتی۔ ریل میں نہ سوتا تو روپے محفوظ رہتے مسئلہ اپنی جگہ صحیح ہے لیکن مسئلہ کی جو صورت ہے وہ حقیقۃً پیش آئی بھی ہے یا نہیں؟! اسی لئے صاحب معاملہ نے اپنے دل کی چبھن دور کر دی اور مدرسے کے خرچ میں اپنا روپیہ لگا دیا۔

تنبیہ

یہ امر مکرر عرض کرتا ہوں کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے صاف حکم موجود نہ ہو اگر صاف حکم ہے تو اس میں دل کی کھٹک کا کچھ اعتبار نہیں۔ دوسری بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ اُن ہی حضرات کے متعلق ہے جو شریعت کو خوب جانتے ہوں۔ اس کے اصول و فروع سے واقف ہوں۔ دین کے سیکھنے میں کوتاہی نہ کرتے ہوں

اس حدیث سے یہ ہرگز نہ سمجھ لیا جاوے کہ دین اور دینیات کو نہ سیکھیں اور جاہل بن کر دل سے فتوے لے لیا کریں۔ جدھر کو نفس کہے ادھر ہی کو چل پڑیں اور یوں کہہ دیں کہ دل نے فتویٰ دیدیا، دل مطمئن تھا اس لئے ایسے کر لیا، ایسا کرنے والے اپنے کو دوزخ میں دھکیلنے کے سوا اور کچھ نہ کریں گے۔

الحديث الثامن والعشرون

عَنْ أَبِي نَجِيحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ
وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا
الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَأَنَّهَا
مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا قَالَ أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَ
الطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ وَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى
اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ
عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ
بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (رواه ابوداود والترمذی وقال حديث صحيح)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چند خاص نصیحتیں

(۲۸) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ہم کو ایسا وعظ فرمایا جس سے ہمارے دل ڈر گئے اور آنکھیں جاری ہوگئیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو ایسا وعظ ہے جیسے کوئی رخصت ہوتے وقت خاص نصیحت کیا کرتا ہے۔ لہذا آپ ہم کو وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور (امیر کی) بات سننے اور (اس کی) فرمانبرداری کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارا امیر کوئی غلام (ہی) بن جائے کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا۔ لہذا تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پہ جمے رہنا۔ جو اللہ کی طرف سے ہدایت دیے ہوئے ہیں۔ میری اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو ڈاڑھوں سے پکڑے رہنا اور نئی چیزوں سے بچنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی)

تشریح اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی وصیتوں کا ذکر ہے اول اللہ سے ڈرنا جس کا حکم قرآن مجید میں بھی جگہ جگہ آیا ہے۔ اور ہم حدیث ۱۸ کے ذیل میں اس کی تشریح کر آئے ہیں۔

امیر کی فرمانبرداری دوسری وصیت یہ فرمائی کہ امیر کی بات سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو اور اس کو اتنا ضروری امر سمجھو کہ ایسا شخص تمہارا امیر بن جائے جو غلام ہو تو اس کی بھی فرمانبرداری کرو۔ بعض روایات میں ہے کہ بات سنو اور فرمانبرداری کرو اگرچہ تم پر ایسے شخص کو عامل بنا دیا جاوے جو حبشی غلام ہو (اور) اس کا سر اتنا چھوٹا ہو) جیسے کشمش ہوتا ہے (بخاری شریف) امیر کی بات سننے اور فرمانبرداری کرنے پر ہی امت کا اجتماع موقوف ہے۔ جب امت اپنے امیر کی فرمانبرداری نہ کرے گی آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانبرداری کی سخت تاکید فرمائی۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایسا شخص تمہارا امیر بنا دیا جاوے جو غلام ہو اور جس کے ناک کان کٹے ہوئے ہوں اور وہ اللہ کی کتاب کے ذریعہ تمہاری قیادت کرتا ہو تو اس کی بات سنو اور کہا مانو۔

امیر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ امیر کے بغیر امت کا مجتمع ہونا اور باطل کے مٹانے کے لئے متحد ہونا از حد مشکل ہے۔ شریعت مطہرہ میں امیر کی اس قدر اہمیت رکھی گئی ہے کہ سفر میں بھی اپنا ایک امیر بنانے کا حکم دیا ہے۔ آج ہم میں ہر شخص آزادانہ زندگی گذارنا چاہتا ہے۔ اپنی رائے اور آرام کو قربان کرنا اور تابع ہو کر رہنا پسند نہیں کرتا اس لئے اجتماعی زندگی مشکل بن گئی ہے۔ جب ہمارا امیر ہوتا تھا (جو تعلق مع اللہ اور خدا ترسی میں یکتا تھا) تو ہم سارے عالم پر بھاری تھے۔

بالخصوص حاکم خود خدائی احکام سے جان چراتے ہوں، تعلیمات اسلام سے خود ناواقف ہوں اگر ان کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو بڑی بڑی معصیتوں میں ملوث ملیں گے ایسے لوگ امیر المومنین ہرگز نہیں ہو سکتے ہم اگر اللہ کی

حکومت زمین پر چلانا چاہتے ہیں اور منہاج نبوت پر چلانے کے خواہاں ہیں تو ایسے حضرات کو قیادت دینا ضروری ہے جو دنیا سے دل ہٹائے ہوئے ہوں جو عہدوں سے گریز کرتے ہوں، جو خدا ترس ہوں، قیادت کی ذمہ داری سے بچتے ہوں ان کی زندگی خلفائے راشدین کی زندگی سے ملتی جلتی ہو۔ اور یہ ہم کو کرنا پڑے گا۔ اگر ایسا نہ کیا تو اپنے پنپنے کی امید رکھنا قطعاً غلط ہے۔

اختلافات کے موقع پر کیا کریں

تیسری وصیت اس حدیث مبارک میں یہ فرمائی کہ میرے بعد اختلافات بہت پیدا ہوں گے ان اختلافات سے بچنے اور صراط مستقیم پر چلنے کی صرف یہی صورت ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر جمے رہنا اور ایسی مضبوطی سے اسے پکڑنا جیسے کسی چیز کو ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑتے ہو (جبکہ ہاتھ مجبور ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جب کسی گرہ کو کھولنا ہو اور ہاتھ سے نہ کھل سکے تو دانتوں سے کھولتے ہیں) پھر فرمایا کہ نئی چیزوں سے بچنا کیونکہ ہر نئی چیز گمراہی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لیجانے کے بعد خلافت راشدہ کے دور ہی میں (خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت ہی میں) خوارج کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے نئے نئے عقائد ایجاد کئے۔ فتنے بڑھتے رہے۔ قدریہ فرقہ نکلا اس نے تقدیر کا انکار کیا۔ روافض نے علیحدہ دین گھڑ لیا اور اہل بیت (علیہم الرحمۃ والرضوان) کی طرف اپنے ناپاک عقیدے منسوب کر دیئے۔ معتزلہ نکلے اور اسلام کو نئی شکل میں تبدیل کر کے مُحدَثاتُ الاُمُور اختیار کر لئے۔ اور ان کے علاوہ بے شمار فرقے اُٹھے۔ حتیٰ کہ ہندوستان میں بھی یہ وبا پھیلی۔ اکبر نے نیا دین جاری کیا (جس کا نام دین الٰہی رکھا جو حقیقت میں دین شیطانی تھا) اور آگے چل کر ایک خاں صاحب نے معتزلہ کے اصول کی طرف رجوع کیا اور نیچر کے چکر میں پھنس کر ایسے عقائد وضع کئے کہ خدا کی پناہ۔ ان کی تفسیر جو حقیقت میں تحریف ہے ایسی خرافات

سے بڑے بڑے جھگڑالو یہ فرقہ اٹھا اور اس نے بھی نت نئی چیزوں کی دعوت دی اور مختصر سی جماعت بنالی۔ پنجاب سے ایک کذاب نے اپنی نبوت کا اعلان کیا انگریز نے اس کی پرورش کی پیٹ کے پجاری اور عہدوں کے بھوکے جھٹ جھٹ اس کی دعوتِ باطلہ کو قبول کرتے چلے گئے اور معلوم نہیں آئندہ کیا کیا فتنے ظہور میں آئیں اور کیسے کیسے عقائد واعمال کے بانی نکلیں۔ ان سب قدیم وجدید فتنوں اور پارٹیوں سے محفوظ رہنے اور اپنے کو راہِ مستقیم پر جمائے رہنے کا صرف ایک طریقہ ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی اور وہ یہ کہ میری سنت اور خلفائے راشدینؓ کی سنت پر جمے رہنا، جو جماعت اس طریقہ پر جمی ہو جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی اور جسے ڈاڑھوں سے پکڑنے کو فرمایا بس وہی اور صرف وہی صراطِ مستقیم پر ہے۔ جو پارٹی نکلے اس کو اسی معیار پر جانچنا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے طریقہ پر ہے یا نیا طریقہ نکالا ہے اگر اس طریقہ سے ہٹے ہوئے ہیں تو اہلِ باطل ہیں۔

اہلِ حق ہمیشہ رہیں گے اللہ جل شانہ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی یہ وعدہ فرمایا ہے۔

لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلک (مشکوٰۃ شریف)

ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ اللہ کے امر (یعنی اس کے دین) پر قائم رہیگا جو ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا اور جو ان کی مخالفت کریگا ان کو کچھ نقصان نہ پہونچا سکیگا حتیٰ کہ وہ اللہ کا حکم (یعنی موت) آنے تک اسی حال پر ہوں گے۔

یعنی اس امت میں ہمیشہ حق پر جمنے والے اور خدا کے احکام پر سختی سے عمل کرنے والے موجود رہیں گے۔ ان میں سے جب کبھی بھی کسی کو موت آئے گی تو اسی دینی پختگی

کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوں گے لوگوں کی موافقت اور مخالفت انکے لئے یکساں ہوں گی۔ اہل زمانہ کی غلط فضا سے متاثر ہو کر دین سے دور نہ ہونگے جوان کا ساتھ نہ دے گا انھیں اس کی کچھ پرواہ نہ ہوگی۔

ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت قائم ہونے تک میری امت کا ایک گروہ (خدا کی طرف سے) ہمیشہ (اہل باطل کی مخالفت میں) مدد کیا جاتا رہے گا۔ جوان کی مدد نہ کریگا ان کو نقصان نہ پہونچائے گا۔

کتاب المدخل میں بیہقیؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاهلین۔ (مشکوٰۃ)	ہر آنے والے دور میں اگلوں سے علم حاصل کر کے اس علم کے جاننے والے ہوں گے جو دیانتدار ہوں گے اور جو اس کو غلو کرنیوالوں کی تحریف سے اور باطل والوں کی دروغ بیانیوں سے اور جاہلوں کی تاویلوں سے پاک کرتے رہیں گے

خداوند قدوس کا یہ وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ پورا ہوتا رہیگا۔ اگر قرن اول سے لیکر آج تک حق گو اور ثابت قدم جماعت باقی نہ رہتی تو اہل فتن مبتدعین، نئے مجتہدین، نیچری، نبوت کے دعوے دار، حدیث کے منکر، قرآن کے محرف دین کو بدل کر رکھدیتے۔ حضرات فقہاء و محدثین ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

علمائے حق کی استقامت یہ جماعت جس کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امة قائمة بامر الله لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم اور ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین فرمایا۔ یہی لوگ ہیں جو کابراً عن کابرٍ قرناً بعد قرنٍ قرآن وحدیث کے حامل

رہے ہیں اور اس طریقہ پر جمے رہے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا تھا ہمیشہ ان کی مخالفت کی جاتی رہی ہے اور ان کی پگڑیاں اچھالی جاتی رہی ہیں اور ان کو کم سمجھ، دقیانوسی خیالات والا بتایا جاتا رہا ہے، حالانکہ یہ حضرات کبھی راہِ حق سے نہ ہٹے۔ اور فضاء سے مرعوب ہو کر کبھی طریق نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انہوں نے نہیں چھوڑا۔ قرن اول سے آج تک جو جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے طریقہ پر جمی رہی ہے وہی جماعت ہے جس کے چہروں پر ڈاڑھیاں اور جن کے ماتھوں پر سجدوں کے نشان اور جن کی زبانوں پر اللہ کا ذکر اور جن کی معاشرت اور معاملات میں سنت کا اتباع دیکھا جاتا رہا ہے۔ جو ہمیشہ نئے مجتہدوں اور ایسے مصنفوں اور مدعیوں کی سرکوبی کرتے رہے ہیں جو دین کو اپنے من مانے طرز پر ڈال کر یہود و نصاریٰ کی طرح تحریف دین میں لگے۔

رافضیوں کی سرکوبی اسی گروہ نے کی جس کی ملا کہہ کر تحقیر کی جاتی ہے۔ خارجیوں سے انھوں نے ہی مقابلہ کیا۔ قادیانیوں سے مقابلہ کے لئے وہی سربکف میدان میں آئے۔ اور دہر ملحدانہ تحریک کے خلاف بھی اٹھے۔ باطل افکار و خیالات اور نئے عقائد کی بنیادیں انھوں نے ہی ہلائیں۔ بدعتیوں سے انھوں نے ہی مقابلہ کیا۔ چکڑالویوں کے فتنے کو انھوں نے ہی دبایا۔ اور آج جو لوگ چکڑالویوں کی رکھی ہوئی بنیاد پر بھس جیسی عمارت کھڑی کر رہے ہیں ان کی مکاریوں اور خیانتوں اور تحریفوں سے یہ ملا ہی امت کو واقف کرا رہے ہیں اور محرفین کی باتوں سے مسکت جواب دے رہے ہیں۔

علماء حق کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے | یہ نئے مجتہد، علما کے خلاف کیوں زہر اگلتے ہیں ان کا وقار گرانے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے ایک بانی تحریک نے اپنی تحریک کے پمفلٹوں کو "مولوی کا غلط مذہب" کے نام سے کیوں موسوم کیا؟ اور یہ بیچارے منکرین حدیث کیوں "ملا" کہہ کر ان کی وقعت گرا رہے ہیں؟ اس پر

آپ نے کبھی غور کیا؟ اگر نہیں تو اس کی وجہ معلوم کر لیجئے اور وہ وجہ یہی ہے کہ یہ "ملا" ان نئے مجتہدوں کی چلنے نہیں دیتے اپنی تقریروں اور تحریروں میں ان تحرفوں کی قلعی کھول دیتے ہیں اور عوام کو ان کی ناپاک حرکتوں سے آگاہ کرنے کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں اور چونکہ یہ نئے افکار والے اس ملا گروہ کو اپنی تحریکات کے لئے سد راہ سمجھتے ہیں اور ان کے وجود کو اپنے لئے سوہان روح محسوس کرتے ہیں اس لئے ان کی تذلیل و تحقیر کو زندگی کا اہم مشغلہ بنا لینا ان کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ دور حاضر میں بے دینوں نے اس مشغلہ کو خوب اپنا رکھا ہے۔ مگر میں علی رغم انوفہم کہتا ہوں کہ یہ ملحدین اپنی اپنی بولیاں بول کر ختم ہو جائیں گے اور ان کے افکار و خیالات نسیاً منسیا ہو کر رہیں گے۔ کیونکہ حق کے سامنے باطل نہیں جم سکتا (اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا)

علمائے حق کی ہمیشہ مخالفت کی جاتی رہی مگر علمائے حق ہمیشہ رہے اور ان کی حق مخالفت کرنے والے صدہا فرقے نکلے لیکن ان فرقوں کے بانی اپنے افکار و خیالات کو اپنے ساتھ ہی لے گئے اور اہل السنت والجماعت کا مسلک جو سلف سے خلف تک چلا آرہا ہے آج تک محفوظ اور باقی ہے اور باقی رہے گا اور اس کی حفاظت کرنے والے ہمیشہ رہیں گے (لا یضرھو من خذ لھم)

حق و باطل کا معیار | الحاصل حق و باطل کا معیار یہی ہے کہ ہر جماعت اور پارٹی کے مسلک کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے طریقے سے ملا کر دیکھ لیا جاوے جو اس طریقہ کے موافق ہے وہ حق ہے اور اس کے علاوہ باطل ہے وہ طریقہ آج تک محفوظ ہے۔ قرآن مجید کا فرمان ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (سورۂ نساء)	اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ کو ہو لیا تو جو کچھ وہ کرتا ہے ہم اس کو کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔

مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر نئے راستوں پر جو لوگ جا رہے ہیں اور آج تک اہل حق جس راہ پر صدیوں سے چلتے رہے جو لوگ اُسے جھٹلا کر نیا دین گھڑ رہے ہیں ذرا اس آیت پر غور فرمالیں اور اپنا انجام اس آیت سے پوچھ لیں۔ اگر ان کے دل میں یہ خیال گذرے کہ ہم اہل باطل ہیں تو خدا تعالیٰ غیبی طاقت سے ہم کو روک کیوں نہیں دیتا تو نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی سے اس کا جواب مل جائیگا۔ کیونکہ آیت میں صاف بتا دیا ہے کہ ایسے ناہنجاروں کو ہم ڈھیل دینے کے طور پر وہ عمل ہم کرنے دیں گے جسے وہ اختیار کریں گے پھر ان کو دوزخ میں داخل کر دیں گے

ان نئے مجتہدین کے دجل و مکر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کو ان کے برآمد ہونے سے پہلے ہی آگاہ فرما گئے تھے اور ان سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی تھی، چنانچہ ارشاد ہے

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مسلم)

آخری زمانہ میں بڑے بڑے کذاب دجال ہوں گے جو تم کو ایسی باتیں آکر سنائیں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہونگی، لہٰذا تم ان سے بچنا اور ان کو اپنے سے بچانا۔ وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نئی نئی چیزیں نکالنے والوں سے بہت بچتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جن اعمال کو کرتے دیکھا تھا اور جو اقوال آپؐ سے سُنے تھے اسی میں مدار نجات سمجھتے تھے۔ ہم کو بھی ان ہی کا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے

من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد

(جسے اپنے لئے اعتقاد اور عمل کا) طریقہ اختیار کرنا ہو، اسے چاہیئے کہ ان ہستیوں کا طریقہ اختیار کرے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما و اقلها تکلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما استطعتم من خلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم (مشکوۃ شریف)

اس دنیا سے جا چکے یہ حضرات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی تھے جو ساری امت سے افضل تھے ان کے دل ساری امت کے دلوں سے نیک تھے اور ان کا علم ساری امت کے علم سے گہرا تھا اور تکلف میں وہ سب سے کم تھے ان کو اللہ نے اپنے نبی کی صحبت کیلئے چنا اور اپنا دین قائم کرنے کیلئے اختیار فرمایا۔ لہذا ان کی فضیلت پہچانو اور ان کے نشان قدم کا اتباع کرو اور جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاق وعادات کو پکڑے رہو کیونکہ وہ راہِ مستقیم پر تھے۔

لہذا ہر جماعت کو اسی اصول پر پرکھ لیا جائے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے ان جاں نثاروں کے طریقہ پر ہے یا نہیں جو اپنے محبوب کی ہر ادا محفوظ رکھنے اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونے میں اپنی نظیر آپ تھے۔ یہ ایک ایسی کسوٹی ہے جو کھرے کھوٹے کو ممتاز کر کے علیحدہ بتا سکتی ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ۔

بعض لوگوں نے بہ کثرت ایسی رسوم نکال رکھی ہے جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں (ہم اس بارے میں حدیث نمبر ۵ کے ذیل میں لکھ آئے ہیں) اسی کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں۔

بدعت بہت بُری بلا ہے۔ جو لوگ بدعت میں مبتلا ہوتے ہیں ان سے سنت کا نور اور سنت کی برکات سلب کر لی جاتی ہیں اور سنت سے ان کو محروم کر دیا جاتا ہے۔ دین کی خدمت کی سعادت ان کے نصیب میں نہیں رہتی۔

جو لوگ رسوم و بدعات کے فریب میں مبتلا ہیں ہم ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک کل بدعة ضلالة کی طرف توجہ

دلا کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

الحدیث التاسع والعشرون ۲۹

عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِیْ الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِیْمٍ وَاِنَّہٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَّسَّرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ تَعْبُدُ اللّٰہَ لَا تُشْرِکُ بِہٖ وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ وَالصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَۃَ کَمَا یُطْفِئُ النَّارَ وَصَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ

جنت میں داخل کرانے اور دوزخ سے بچانیوالے چند اعمال

(۲۹) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تعالیٰ ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور دوزخ سے دور کردے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا، البتہ تم نے بڑی بھاری چیز کا سوال کیا اور درحقیقت (وہ کوئی بڑی بھاری چیز بھی نہیں ہے) اللہ جس پر آسان کردے تو ضرور آسان ہے (اس کے بعد فرمایا وہ چیز یہ ہے کہ) تو اللہ کی عبادت کرے۔ (اس طرح) کہ کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمہیں خیر کے

جوف اللیل ثم تلا تتجافی جنوبھم حتی
بلغ یعملون ثم قال الا اخبرک برأس الامر و
عمودہ وذروۃ سنامہ قلت بلی یا رسول اللہ قال رأس الامر
الاسلام وعمودہ الصلوۃ وذروۃ سنامہ الجھاد ثم قال الا
اخبرک بملاک ذلک کلہ قلت بلی یا رسول اللہ فاخذ بلسانہ
وقال کف علیک ھذا قلت یا نبی اللہ وانا لمؤاخذون
بما نتکلم بہ فقال ثکلتک امک وھل یکب الناس فی
النار علی وجوھھم او قال علی مناخرھم الا حصائد السنتھم
رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح

دروازے نہ بتادوں؟ (سنو) خیر کے دروازے یہ ہیں۔ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ[1] گناہ کو بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور انسان کی نماز رات کے درمیان یہ عمل بھی گناہ کو بجھا دیتا ہے) اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقنھم ینفقون ○ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ○

ان کے پہلو خوابگاہوں سے علحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو خوف و امید سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں کو خرچ کرتے ہیں کوئی نہیں جانتا جو ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پوشیدہ کیا گیا ہے بدلہ اس کا جو وہ کرتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کیا تجھے دین کی اصل چیز اور اس کا ستون اور اس کا چوٹی کا عمل نہ بتادوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیں، فرمایا دین کی اصل چیز اسلام ہے (یعنی حکم سنکر فرمانبرداری کیلئے آمادہ ہو جانا) اور دین کا ستون نماز ہے اور اس کا چوٹی کا عمل جہاد ہے۔ پھر فرمایا کیا میں تجھ کو ایسا عمل نہ بتادوں جس کے ذریعے ان سب امور پر قابو پایا جا سکے میں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! اس پر آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا اس کو اپنے حق میں مصیبت بننے سے روکے رکھو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا ہمارے بولنے پر بھی) ہماری گرفت

[1] قال ابن رجب یعنی انھا تطفئ الخطیئۃ ایضا کالصدقۃ ۱۲

ہو گی؟ اس کے جواب میں فرمایا معاذ! تم بھی عجیب[1] آدمی ہو۔ لوگوں کو منہ کے بل جو دوزخ میں اوندھا کر کے گرائیں گے وہ ان کے زبانوں کے ہی تو نتیجے[2] ہوں گے۔ (ترمذی)

تشریح "تم نے بڑی بھاری چیز کا سوال کیا" کیونکہ جنت کا مل جانا اور دوزخ سے بچ جانا بہت بڑی کامیابی کے لئے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ کامیاب کرنے والے عمل پر جما رہنا ضروری ہے جو بڑا بھاری کام ہے۔ اور گو حقیقت میں بھاری ہے لیکن اللہ کو سب کچھ آسان ہے وہ جس کیلئے آسان کر دے اس کے لئے آسان بھی ہے۔ جنت میں داخل کرنے والے عمل کی پہلی کڑی یہ بتائی کہ اللہ کی ایسی عبادت کی جاوے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک

شرک سب سے بڑا گناہ ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ	بیشک اللہ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہو گا بخش دیں گے۔

اور ارشاد ہے:۔

وَإِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○	اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بلاشبہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے وصیت فرمائی کہ کسی چیز کو بھی اللہ کا شریک نہ بنا اگرچہ تیرے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تجھے جلا دیا جائے[3] شرک کی

---

[1] ثکلتک امک یا معاذ کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اے معاذ تیری ماں تجھے گم کرے عرب کے محاورات میں اس جملہ کو بولنے کا رواج تھا جو عموماً ایسے ہی مواقع میں بولتے تھے جن مواقع میں ہم کہہ دیتے ہیں کہ تم عجیب آدمی ہو)

[2] لفظ الحدیث الا حصائد السنتھم والحصائد ما یحصد من الزرع والمراد ھھنا جزاء الکلام المحرم وعقوباتہ ولذا ترجمہ بما ترى ۱۲ [3] مشکوٰۃ شریف ۱۲

پوری تفصیلات معلوم کرنے کے لئے تقویۃ الایمان مؤلفہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مطالعہ کریں۔

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلمہ کے بعد والے اسلام کے چار ارکان (نماز، زکوٰۃ، روزہ رمضان، حج بیت اللہ) کی پابندی کو فرمایا۔ ان کا بیان حدیث ۳ کے ذیل میں ہوچکا ہے۔

خیر کے تین دروازے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیر کے تین دروازے بتائے (اور گو خیر کے دروازے اور بھی ہیں لیکن یہ تین ایسے ہیں جن سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوسکتی ہے اور پھر اس اصلاح کے ذریعہ خیر کے دوسرے دروازوں تک رسائی سہل ہے) اور وہ تینوں یہ ہیں۔ روزہ، صدقہ، راتوں کو اٹھ کر نمازیں پڑھنا۔ یہاں روزہ سے نفل روزہ مراد ہے کیونکہ رمضان المبارک کے روزوں کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

روزہ ڈھال ہے روزہ کے متعلق فرمایا کہ وہ ڈھال ہے یعنی روزوں کی کثرت کرنے سے انسان دوزخ سے محفوظ رہے گا جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا کہ

الصوم جنۃ من النار کجنۃ احدکم من القتال (اخرجہ احمد)	روزہ دوزخ سے بچانے والی ڈھال ہے جیسے جنگ میں تلوار سے بچانے والی ڈھال ہوتی ہے

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الصوم جنۃ و اذا کان صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرؤ صائم	روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو (خصوصیت سے) اس کے ذمہ یہ بات ہے کہ گندی باتیں نہ کرے اور اس کی اس قدر احتیاط کرے کہ اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے

لڑنے لگے تو اس وقت بھی جواب نہ دے بلکہ یوں کہدے کہ (بھائی) میرا روزہ ہے۔ چونکہ روزہ گناہوں سے بچاتا ہے اور نفس کی قوت شہوانیہ کو توڑتا ہے اور گناہوں سے باز رکھتا ہے اس لئے اسے دوزخ کی ڈھال فرمایا۔ لہذا اگر کوئی شخص روزہ رکھے

اور گناہوں سے نہ بچے، نہ نظر پر کنٹرول کرے، نہ زبان پر، نہ ہاتھ پاؤں پر تو اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص ڈھال لے کر میدان جنگ میں جائے اور ڈھال کو استعمال نہ کرے، یا دشمن پر تلوار چلانے کی بجائے ڈھال ہی کے ٹکڑے کر کے رکھ دے۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا:۔

الصیام جنۃ مالم یخرقہا۔ (احمد ونسائی)	روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اس ڈھال کو (گناہ کر کے) پھاڑ نہ دے۔

صدقہ گناہوں کو بجھاتا ہے صدقہ کے متعلق فرمایا کہ وہ گناہ کو بجھا دیتا ہے گناہ کے بجھانے کا مطلب یہ ہے کہ معصیت کر کے جب انسان دوزخ کا مستحق بنتا ہے اور اللہ کی ناراضگی اور اللہ کے غصہ کا کام کر گذرتا ہے تو صدقہ اس گناہ کو معاف کرا دیتا ہے اور اللہ کے غصہ اور ناراضگی اور دوزخ کی آگ سے محفوظ کرا دیتا ہے۔ جیسا کہ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الصدقۃ لتطفیٔ غضب الرب وتدفع میتۃ السوء	بلا شبہ صدقہ پروردگار عالم کے غصہ کو بجھاتا اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔

دوزخ کے عذاب سے بچانے کے علاوہ دنیا کی معصیت بھی صدقہ کرنے کی وجہ سے دور ہوتی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بادروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا (مشکوٰۃ)	مصیبت کے آنے سے پہلے صدقہ کرنے میں جلدی کرو کیونکہ مصیبت اسے پھاند کر نہیں آتی۔

نماز تہجد کی فضیلت پھر آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے رات کی نماز کا ذکر فرمایا اور اس کا بھی صدقہ پر عطف فرمایا یعنی صدقہ کی طرح رات کی نماز بھی گناہ کو بجھا دیتی ہے۔ پھر اس کی فضیلت میں آپ نے سورہ الم سجدہ کی (جو پ ۲۱ میں ہے)

دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔ تہجد کی نماز بہت بڑی سعادت ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

علیکم بقیام اللیل فانہ دأب الصالحین قبلکم وھو قربۃ لکم عند ربکم و مکفرۃ للسیات ومنہات عن الاثم (ترمذی)

رات کو قیام کیا کرو کیونکہ رات کی نماز کو تم سے پہلے نیک لوگ پڑھتے آئے ہیں اور وہ تمہارے لئے تمہارے رب کی نزدیکی کا سبب ہے اور گناہوں کا کفارہ کرنے والی اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یقین جانو جنت میں (ایسے شفاف) بالاخانے ہیں کہ ان کا باہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے۔ یہ بالاخانے اللہ نے ان لوگوں کے لئے تیار فرمائے ہیں جو نرمی سے بات کریں اور کھانا کھلاویں اور اکثر روزے رکھیں اور رات کو اس وقت نماز پڑھیں جب لوگ سوئے ہوں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ کسی نے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سی دعا قبولیت میں زیادہ تیزی رکھتی ہے! آپؐ نے فرمایا پچھلی رات کے درمیان اور فرض نمازوں کے بعد والی۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اللہ سے سب سے زیادہ قریب پچھلی رات کے درمیان ہوتا ہے۔ لہذا تجھ سے اگر ہو سکے کہ اس وقت اللہ کی یاد کرنے والوں میں سے ہو جائے تو ہو جا۔ (مشکوٰۃ)

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین کی اصل چیز اور اس کا ستون اور اس کا چوٹی کا عمل بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ راس الامر الاسلام وعمودہ الصلوٰۃ وذروۃ سنامہ الجہاد یعنی میں جس دین کو لیکر آیا ہوں اس کے بڑے اصول و فروع ہیں اور مستقل قواعد و قوانین ہیں ان سب کا مان لینا اس دین کی اصل چیز ہے

یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان مسلمان ہونے کا بھی دعوی کرے اور اس کے اصول و فروع سے بھی انحراف کرے اور اس کے عقائد و اعمال پر تنقید کرتا رہے۔

نماز دین کا ستون ہے وعمودہ الصّلوٰۃ (دین کا ستون نماز ہے) روایات حدیث سے ثابت ہے کہ مومن اور کافر میں نماز ہی کا فرق ہے، اور قیامت کے دن بھی یہ فرق باقی رہے گا۔ اور نماز کی پابندی نہ کرنے والے اس روز فرعون، ہامان، قارون کے ساتھ ہوں گے۔ نیز قیامت کے روز سب سے پہلے نماز ہی کا حساب لیا جائیگا۔ اگر نماز ٹھیک نکلی تو کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر نماز خراب نکلی تو نامراد اور خسارہ (ٹوٹا) اٹھانے والا ہوگا بلکہ یہاں تک فرمایا کہ۔

فان صلحت صلح سائر عملہ وان فسدت فسد سائر عملہ (ترغیب)

(حساب لینے میں) اگر نماز ٹھیک نکلی تو سب عمل ٹھیک ہوں گے اور اگر نماز خراب نکلی تو سب عمل خراب ہوں گے

نماز نہیں تو کچھ بھی نہیں حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد یحیٰی بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ،

بلغنی ان اول ماینظر فیہ من عمل المرء الصلوٰۃ فان قبلت منہ نظر فیما بقی من عملہ و ان لم تقبل منہ لم ینظر فی شیٔ۔ (رواہ مالک فی الموطا)

مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ (قیامت کے روز) سب سے پہلے انسان کے اعمال میں سے نماز دیکھی جائے گی سو اگر نماز قبول کر لی گئی تو اس کے باقی اعمال بھی دیکھے جائیں گے اور ان کا حساب لیا جائیگا اور اگر نماز قبول نہ ہوئی تو اس کے باقی اعمال (کا اجر تو کیا ملتا ان) میں غور تک نہ کیا جائیگا اور اس کے اعمال اس لائق ہی نہ سمجھے جائیں گے کہ ان کا حساب ہو پھر ان کی مقبولیت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

بہت سے وہ لوگ جو نماز کو غارت کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم طب کے

مشغلہ سے خدمت خلق کر رہے ہیں اور وزیر و گورنر بن کر خدمت خلق میں معروف ہیں ان کو شیطان نے سخت دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ جب نماز کے بغیر کوئی عمل مقبول ہی نہیں تو خدمت خلق کیا کام آئے گی؟ آج مال داری اور حکومت کے عہدوں کی کامیابی کا سب سے بڑا عمل یہ ہے کہ نماز کو برباد کریں۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کو یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ۔

یقین جانو! میرے نزدیک تمہارے سب کاموں سے اہم نماز ہے۔ جس نے نماز کی پابندی کی وہ اپنے رباقی دین کی بھی حفاظت کرے گا اور جس نے نماز ضائع کر دی وہ اپنے باقی دین کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

آجکل کے لیڈر اسلام کے نام پر ووٹ لینے کو تو اسلام کا دم بھرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے اور عمل کے اعتبار سے حال یہ ہے کہ سب سے زیادہ اسلام کے اعمال اور اس کے احکام کو پامال کرنے والے یہی لوگ نظر آتے ہیں۔ ان میں سے کوئی صاحب کبھی جمعہ یا عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں (کیونکہ ماحول کی وجہ سے پڑھنی پڑ جاتی ہے) تو اخبارات میں بڑی موٹی موٹی سرخیوں سے شائع کیا جاتا ہے کیوں صاحب! اس خبر کو پریس کے حوالہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی عمل اسلام کا کر ہی لیا تو اس میں تشہیر کی کیا بات ہے؟ آخر اور مسلمانوں نے بھی تو نماز پڑھی ہے۔ ان عہدہ والے بزرگوں میں سے کوئی صاحب پنج وقتہ نماز اگر پڑھتے بھی ہیں تو اپنی کوٹھی پر ہی پڑھ لیتے ہیں۔ جماعت میں شریک ہونا اور مسجد میں جانا عار سمجھتے ہیں۔ افسوس! کہاں ہیں وہ عُمّال و حکام جو حضرات خلفائے راشدین کی طرح حاکم بھی ہوں اور خادم بھی ہوں اور منبر و محراب والے بھی ہوں۔ قرآن و حدیث میں بھی مہارت رکھتے ہوں اور دنیا کے حالات سے بھی پوری طرح واقف ہوں۔

جہاد کا کیا مرتبہ ہے | وذروۃ سنامہ الجہاد۔ دین کا چوٹی کا عمل جہاد ہے

جہاد جہد سے مشتق ہے جس کے معنی کوشش کرنا ہے۔ اس کوشش میں وہ سب صورتیں آجاتی ہیں جو دین کے بلند کرنے کے لئے کی جاویں اور جن سے اللہ کی بات بلند کرنے کا ارادہ کیا جائے حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہہ دینے کو افضل الجہاد فرمایا ہے[۱]۔ ان ہی کوششوں کا ایک جزء قتال یعنی میدان جنگ میں دشمنوں کو قتل کرنا بھی ہے۔ لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ کافروں کو جان سے مار دینا ہی جہاد ہے۔ خواہ اس میں اللہ کی رضا کی نیت بھی نہ ہو اور خواہ اس کے ذریعہ اسلام کے بلند کرنے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو اور خواہ ہزاروں نمازیں برباد کرتے ہوئے کافروں سے لڑرہے ہوں (العیاذ باللہ) ملک گیری کی ہوس، احکام خداوندی کی پامالی اور نام اس کا جہاد کتنا بڑا ظلم ہے۔

جہاد اسلام کا بہت بڑا بلکہ سب سے بڑا عمل ہے۔ جسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوٹی کا عمل بتایا ہے۔ جب تک یہ عمل ہمارے اندر موجود تھا ہم بڑھتے رہے اور عالم میں پھیلتے رہے۔ اللہ کے لئے اپنے جان و مال وقف کر دئے تھے اس لئے اللہ نے ہم کو سب پر بلند کر رکھا تھا اس وقت ہم دین کو پھیلاتے بھی تھے اور دین پر خود بھی عمل کرتے تھے لہٰذا دین ہماری زندگیوں میں بھی موجود تھا۔ آج خود ہم میں دین نہیں ہے۔ بوڑھوں بوڑھوں کو کلمہ نماز تک یاد نہیں ہے اور بہت سے مسلمان کہلانے والے باطل تحریکوں کا شکار ہو کر اسلام کو چھوڑ رہے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ دنیا میں انسان کی جسمانی ضرورتوں کیلئے فیکٹریاں اور مل کھلے ہوئے ہیں لیکن دین کی ترقی اور مسلمان کی افزودگی کیلئے کوشش اور محنت نہیں کی جارہی ہے۔ ہر چیز محنت اور قربانی کو چاہتی ہے دین بھی قربانی اور محنت کے بغیر نہیں پھیلتا اور محنت کے بغیر دوسرے لوگ بھی اسے قبول نہیں کرتے لہٰذا ہمارا اہم فریضہ ہے کہ دین کے لئے اپنا جان و مال وقف کر دیں، خود دین پر چلتے ہوئے غیروں کو بھی دعوت دیں

---

[۱] مشکوٰۃ شریف

اور حضرات صحابہؓ کی طرح سربکف میدان میں نکلیں اور اسلام کی دعوت کے لئے پھیل جائیں اور ان ہی اصول پر کام کریں، جن اصول کی وجہ سے حضرات صحابہؓ بڑھتے چلے گئے اور قیصر و کسریٰ کی زبردست حکومتوں پر چھا گئے۔ اسی دعوت دین کے سلسلہ میں جنگ کرنا پڑے تو بشاشت سے شوق شہادت اور رضائے الٰہی کے لئے خوب جانوں کی بازی لگائیں۔

زبان کی حفاظت اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا عمل بتاتے ہوئے جس کے ذریعہ پچھلی تمام باتیں قابو میں آسکیں اور سب پر عمل ہو سکے یہ بتایا کہ اپنی زبان پر قابو رکھو، زبان بڑے غضب کی چیز ہے اس کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جِرْمُہٗ صَغِیْرٌ وَجُرْمُہٗ کَبِیْرٌ (اس کا جسم چھوٹا سا ہے اور جرم اس کے بڑے بڑے ہیں) شرک، جھوٹی شہادت، جادو، بہتان، غیبت اور ان کے علاوہ بڑے بڑے گناہ زبان سے کئے جاتے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ زبان پر پکڑ ہو گی اور بولنے پر بھی سزا ملے گی۔ ان کا تعجب دور کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو دوزخ میں اوندھے منہ گرانے والی چیز ان کی زبانوں ہی کے نتیجے ہوں گے

گناہ تو دیگر اعضاء سے بھی ہوتے ہیں لیکن زیادہ تر جو گناہ ہوتے ہیں۔ زبان ہی ان کا ذریعہ بنتی ہے جو فعلی گناہ ہیں زبان کا ان میں بہت بڑا دخل ہے۔ لہٰذا جو شخص زبان پر قابو پالے گا اُسے تمام گناہ چھوڑنے آسان اور نیکیاں کرنا سہل ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جتنا زبان کو مقید رکھنے کی ضرورت ہے زمین پر کسی چیز کو بھی اس قدر مقید رکھنا ضروری نہیں۔

حضرت یونس بن عبیدؒ نے فرمایا کہ جو شخص زبان کو غور کر کے استعمال

کرتا ہے میں اس کے سب اعمال اچھے دیکھتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب صبح ہوتی ہے تو سارے اعضاء عاجزی کے ساتھ زبان سے کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم (اور ہماری سلامتی) تیرے ہی ساتھ ہے تو سیدھی ہے تو ہم بھی سیدھے ہیں اور تو ٹیڑھی ہے تو ہم بھی ٹیڑھے ہیں (ترمذی شریف) حفظ لسان کے متعلق حدیث ۲۹ کی تشریح میں ہم کچھ باتیں لکھ آئے ہیں۔

الحدیث الثلثون

عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَحَرَّمَ اَشْیَاءَ فَلَا تَنْتَهِکُوْهَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ رَحْمَةً لَّکُمْ غَیْرَ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا

حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَغَیْرُہٗ

فرائض کی پابندی کریں اور حدود سے آگے نہ بڑھیں

(۳۰) حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے (بہت سے) فرائض مقرر فرمائے ہیں لہذا تم ان کو ضائع نہ کرو۔ اور اس نے بہت سی حدود مقرر فرمائی ہیں لہذا ان سے آگے نہ بڑھو اور (بہت سی) چیزوں کے کرنے کو اس نے حرام فرمایا ہے لہذا ان کا ارتکاب مت کرو۔ اور اس نے تم پر رحم کھاتے ہوئے بہت سی چیزوں (کی حلت و حرمت) سے خاموشی اختیار فرمائی ہے اور یہ خاموشی اس کی طرف سے بھولنے کی وجہ سے نہیں ہے لہذا تم ان کو مت کریدو (دارقطنی)

تشریح اس حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار چیزوں کا حکم فرمایا ہے جو بہت ہی اہم ہیں۔ اوّل فرائض کی پابندی۔ دوّم محرمات سے بچنا۔ سوّم حدود خداوندیہ سے آگے نہ بڑھنا۔ چہارم جن چیزوں کی حلت و حرمت کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا ان کے کریدنے سے بچنا۔

فرائض کی پابندی اور حرام چیزوں سے بچنا بہت اہم چیز ہے۔ لوگ اس سے بہت غافل ہیں۔ تعجب ہے کہ بہت سے لوگ مخلوق کی حکموں کی پابندی اور ڈیوٹی کی بجاآوری پوری طرح کرتے ہیں اور اللہ جل مجدہٗ جو سب کا حاکم اور رازق و خالق ہے اس کے فرائض کی ڈیوٹی انجام دینے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اور بہت سے لوگ اس زبردست غلطی میں مبتلا ہیں کہ نوافل اور تطوعات میں بہت پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن فرائض کی ادائیگی میں زبردست کوتاہی کرتے ہیں اور کھلے طور پر حرام چیزوں میں پڑے ہوئے ہیں، راقم الحروف نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ تہجد اور ذکر و تسبیح کے بہت پابند ہیں لیکن فرض نمازیں ان کے ذمہ قضا ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں جو نفل، صدقہ، خیر خیرات، مسکینوں کو کھلانے اور روزہ داروں کے روزے کھلوا دینے میں اپنے مال میں سے بڑا حصہ خرچ کرتے ہیں لیکن حج چھوڑے ہوئے ہیں اور زکوٰۃ حساب سے نہیں دیتے اور باقاعدہ نہیں نکالتے۔ ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو حج کو تشریف لے جارہے تھے لیکن ان کی آمدنی ہارمونیم مرمت کرنے کی تھی۔

بہت سے پیروں فقیروں نے لوگوں کو بہکا رکھا ہے کہ سالانہ نذرانہ دیئے جاؤ تم جنتی ہو۔ نماز روزہ کی ضرورت نہیں۔ بس ہم کو نذرانہ دینے سے ہی اللہ کے پیارے ہو جاؤ گے۔ ایسے پیروں نے لوگوں کے ایمان کا ناس کر رکھا ہے۔

؎ خود تو ڈوبے ہیں مگر ان کو بھی لے ڈوبے ہیں

الحاصل فرائض خداوندیہ کی پابندی اور محرمات سے بچنا سب مشغلوں سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ فرائض و محرمات قرآن مجید میں بھی ہیں اور حدیث میں بھی ہیں فرقہ منکرین حدیث جو یہ کہتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا کافی ہے یہ اس کی جہالت، اور الحاد کی بات ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۔	اور رسول جو کچھ تم کو دیں وہ لے لو۔
وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۂ حشر)	اور جس چیز سے روک دیں اور اس سے رک جاؤ

اور فرمایا:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران)	آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے

اور حدیث شریف میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ایحسب احدکم متکیا علی اریکتہ یظن ان اللہ لم یحرم شیئا الا ما فی ھذا القران الا وانی واللہ قد امرت و وعظت ونھیت عن اشیاء انھا لمثل القران او اکثر (الحدیث رواہ ابوداؤد)	کیا تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے اکڑ سے یوں کہے کہ اللہ نے اسکے سوا کچھ حرام نہیں کیا جو اس قرآن میں مذکور ہو یقین جانو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے بہت سی چیزوں کا حکم دیا ہے اور بہت سی نصیحتیں کی ہیں اور بہت سی چیزوں سے منع کیا ہے اور یہ سب تعداد میں قرآن کے احکام کے برابر ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے

حدود سے بڑھ جانے کی کچھ مثالیں یہ جو فرمایا وحد حدودا فلا تعتدوھا اللہ نے بہت سی حدود مقرر فرمائی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اس جملہ سے بے شمار احکام و مسائل نکلتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند چیزیں ذکر کرتا ہوں۔

حلال کو حرام کرلینا (۱) اللہ نے جس چیز کو حلال کیا ہے اس کو اپنے اوپر حرام کرلینا جیسے کچھ لوگ بعض پھلوں کے متعلق طے کرلیتے ہیں کہ ہم یہ نہیں کھائیں گے یا اور کسی

طرح سے حرام کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ٥

اے ایمان والو! اللہ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو! بلاشبہ اللہ حد سے آگے نکلنے والوں سے محبت نہیں فرماتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ شہد پینے کے متعلق فرمادیا تھا کہ اب ہرگز نہیں پیوں گا۔ اس کے متعلق اللہ جل شانہ نے آیت ذیل نازل فرمائی

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ؕ

اے نبی! تم اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جسے اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے؟

ایسی بہت رسمیں آج لوگوں میں موجود ہیں جن میں عملاً بلکہ اعتقاداً بھی بہت سی حلال چیزوں کو حرام سمجھ رکھا ہے۔ مثلاً ذی قعدہ کے مہینہ (جسے عورتیں خالی کا مہینہ کہتی ہیں) اور محرم وصفر میں شریعت میں شادی کرنا خوب حلال اور درست ہے۔ لیکن اللہ کی اس حد سے لوگ آگے نکلتے ہیں اور ان مہینوں میں شادی کرنے سے بچتے ہیں۔ بہت سی قوموں میں بیوہ عورت کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے ہیں۔ اور اسے حرام کے قریب بنا رکھا ہے یہ بھی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔

جس طرح حلال کو حرام کر لینا منع ہے اسی طرح حرام کو حلال کر لینا منع ہے حرام وحلال مقرر فرمانے کا اختیار اللہ ہی کو ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

(سورہ نحل)

اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا زبانی جھوٹا دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگادوگے۔

اسی ممانعت میں اللہ کی رخصتوں سے بچنا بھی داخل ہے۔ مثلاً سفر شرعی میں قصر نماز

کی اجازت ہے، اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

دوسرا طریقہ جو چیز ثواب کی نہ ہو اسے باعث ثواب سمجھ لینا حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ جو چیز اللہ کے یہاں تقرب اور نزدیکی کی نہ ہو اسے تقرب کا باعث سمجھ لیں مثلاً بولنے کا روزہ رکھ لینا، یا دھوپ میں کھڑا رہنا وغیرہ وغیرہ۔

غیر ضروری کو ضروری کا درجہ دیدینا (۳) ایک طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ جو چیز شریعت میں ضروری نہیں ہے اسے فرض کا درجہ دیدیں اور جو اسے نہ کرے اس پر لعن طعن کریں۔ مثلاً شب برات کا حلوا اور عید الفطر کی سویاں کہ شرعاً ان دونوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ نہ ان کا کوئی ثبوت ہے مگر لوگ اسے ضروری سمجھتے ہیں اور جو نہ پکاوے اس کو نکو بننا پڑتا ہے۔ بیاہ شادی اور مرنے جینے میں بے شمار ایسی رسمیں کی جاتی ہیں جن کو فرض کا درجہ دیا جاتا ہے اور شرعاً ان کی کوئی اصل نہیں بلکہ بعض ان میں شرکیہ رسمیں ہیں۔

مطلق مستحب کو وقت کے ساتھ مقید کر لینا (۴) ایک طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ عمومی چیز کو جو ہر وقت مستحب ہے کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص کریں مثلاً نماز فجر اور نماز عصر کے بعد امام سے مصافحہ کرنا اور عید و بقرعید کے دن دوگانہ پڑھ کر گلے ملنا اور مصافحہ کرنا۔ مصافحہ بڑے ثواب کی چیز ہے اور ملاقات کی سنت ہے نہ کہ عید کی۔

بعض علاقوں میں دیکھا ہے کہ مؤذن اذان شروع کرنے سے پہلے درود شریف پڑھتا ہے۔ گو درود شریف بڑی فضیلت کی چیز ہے مگر اس کو کسی ایسے وقت کے ساتھ مخصوص کرنا جس کے متعلق شریعت میں خصوصیت نہیں ہے حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔ حدیث شریف میں اذان کے بعد درود شریف پڑھنا اور پھر اس کے بعد دعا (اللھم رب ھذہ الخ) پڑھنا آیا ہے۔ بعض علاقوں میں رواج ہے کہ نماز کے بعد ایک مرتبہ دعا ختم کر کے مؤذن زور سے الفاتحہ کہہ دیتا ہے اور اس کے بعد سب سورۂ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ دعا کرتے ہیں اور اس کو فرض کا

درجہ دے رکھا ہے یہ بھی حد سے آگے نکل جاتا ہے۔

کسی عمل کا ثواب خود تجویز کر لینا (۵) حد سے آگے بڑھ جانا کی ایک شکل یہ ہے کہ کسی عمل کی وہ فضیلت تجویز کر لی جاوے جو قرآن و حدیث سے ثابت نہیں جیسے دعا گنج العرش[1] اور عہد نامہ اور درود لکھی کی فضیلت گھڑ رکھی ہیں۔

کسی عمل کی ترکیب خود وضع کر لینا (۶) ایک صورت حد سے آگے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ کسی عمل کی کوئی خاص ترکیب و ترتیب تجویز کر لی جاوے۔ مثلاً مختلف رکعات میں مختلف سورتیں پڑھنا تجویز کر لینا (جو حدیث سے ثابت نہ ہو) پھر اس کا التزام کرنا یا سورتوں کی تعداد مقرر کر لینا (جیسے تہجد کی نماز کے متعلق مشہور ہے کہ پہلی رکعت میں ۱۲ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھی جاوے، اور پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ گھٹاتا جاوے۔ یہ لوگوں نے خود تجویز کر لیا ہے، مہینوں اور دنوں کی نماز پر اور ان کی خاص خاص فضیلتیں اور ان کی مخصوص ترکیبیں لوگوں نے بنائی ہیں یہ بھی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔ کتاب "رکن دین" مولفہ رکن الدین الوری میں ایسی خرافات بہت ہیں۔

کسی ثواب کے کام کے لئے جگہ کی پابندی لگا لینا (۷) کسی ثواب کے کام کو کسی خاص جگہ کے ساتھ مخصوص کر لینا (جس کی تخصیص شریعت سے ثابت نہ ہو) یہ بھی حد سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ جیسے بعض جگہ دستور ہے کہ قبر پر غلہ یا روٹی تقسیم کرتے ہیں یا قبر پہ قرآن پڑھواتے ہیں۔ ثواب ہر جگہ سے پہنچ سکتا ہے پھر اس میں اپنی طرف سے قبر پر ہونے کو طے کر لینا حدود اللہ سے آگے بڑھنا ہے۔

---

[1] دعا گنج العرش ایک لمبی دعا ہے جس کے الفاظ اور معنی تو صحیح ہیں لیکن لوگوں کی بنائی ہوئی ہے خود اس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ خود ساختہ ہے۔ نام بھی کسی بے پڑھے نے تجویز کیا ہے کوئی عالم نام رکھتا تو کنز العرش یا گنج عرش رکھتا۔ خود ہی دعا بنائی اور خود ہی فضیلت تجویز کر لی۔ عہد نامہ کے الفاظ حدیث میں آ گئے ہیں لیکن اس کی وہ فضیلت جو شروع میں لکھی ہے لوگوں کی تجویز کردہ ہے۔ درود لکھی بھی لوگوں نے بنائی ہے اور درود تاج بھی اور ان دونوں کی فضیلتیں بھی خود ہی بنائی ہیں۔ درود تاج میں بعض شرکیہ الفاظ بھی

بعض حلال چیزوں کے بارے میں طے کر لو نا کہ فلاں نہ کھائیگا

(۸) ایک صورت حد سے آگے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ بعض کھانے کی چیزوں کے متعلق اپنی طرف سے یہ تجویز کر لیا جاوے کہ فلاں شخص کھا سکتا ہے اور فلاں نہیں کھا سکتا جیسے مشرکین مکہ کیا کرتے تھے، قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۚ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

(سورۃ انعام)

اور وہ اپنے خیال (باطل) سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ (مخصوص) مواشی اور یہ (مخصوص) کھیت ہیں۔ ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوائے ان کے جن کو ہم چاہیں اور (یہ بھی اپنے خیال باطل سے کہتے ہیں کہ) یہ (مخصوص) مواشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور (مخصوص) مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے (یہ سب باتیں) اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر کہتے ہیں اللہ ابھی ان کو افترا کی سزا دیئے دیتا ہے اور وہ (یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ جو ان مواشی کے پیٹ میں ہے خالص ہمارے مردوں کیلئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں وہ سب (مرد و عورت) ساجھی ہیں۔ اللہ ان کو ابھی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے بلا شبہ وہ حکمت والا ہے اور علم والا ہے

اسی قسم کی شکلیں آج کل فاتحہ و نیاز والے لوگوں نے بنا رکھی ہیں، مثلاً حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایصال ثواب کے لئے بی بی جی کی صحنک کے نام سے کچھ رسم کی جاتی ہے۔ اس رسم میں جو کھانا پکتا ہے اس میں یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ اس کھانے کو مرد اور لڑکے نہیں کھا سکتے صرف لڑکیاں کھائیں گی

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرض کر رکھا ہے کہ اس کھانے کے لئے کورے برتن ہوں، جگہ لیپی ہوئی ہو۔ یہ سب خرافات اپنی ایجادات ہیں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ (سورہ یونس)

آپ ان سے کہدیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اپنی من گھڑت سے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حصہ حلال قرار دے لیا۔ آپ ان سے پوچھئے کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا محض اللہ ہی پر افترا کرتے ہو۔

کسی گناہ پر مخصوص عذاب تجویز کرلینا

(۹) ایک صورت حد سے آگے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کسی گناہ کا مخصوص عذاب تجویز کرلیا جاوے جیسا کہ بہت سے واعظ بیان کرتے پھرتے ہیں۔

یہ طے کرلینا کہ فلاں نعمت کا حساب نہ ہوگا

(۱۰) یہ صورت بھی حد سے بڑھ جانے کی ہے کہ کسی چیز کے متعلق یہ طے کرلیا جائے کہ اس کا حساب نہ ہوگا حالانکہ حدیث میں اس کا ثبوت نہ ہو جیسے مشہور ہے کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو نیا کپڑا یا نیا جوتا پہن لیا جاوے تو وہ بے حساب ہوجاتا ہے اسی لئے بعض لوگ بہت سے جوڑے اس روز پہن لیتے ہیں یہ سب غلط اور لغو ہے (تلک عشرۃ کاملۃ)

یہ چند صورتیں حد سے آگے بڑھ جانے کی احقر نے لکھ دی ہیں غور کرنے سے اور نکل سکتی ہیں۔ اللہ کی حدود سے آگے بڑھنا زبردست جرم ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس سے منع فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا (بقرہ)

یہ اللہ کی حدود ہیں ان سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا۔

اور فرمایا۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ

یہ اللہ کی حدود ہیں سو ان سے آگے مت نکلنا اور جو اللہ کی حدود سے

اللہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥

(بقرہ)

باہر نکل جائے سو ایسے ہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا

وَمَنْ یَّعْصِ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ٥

(نساء)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری نہ کرے اور اس کی حدود سے بالکل آگے بڑھ جائے اللہ اس کو آگ میں داخل فرمائیگا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلیل کرنے والی سزا ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ:۔

وسکت عن اشیاء رحمۃ لکم من غیر نسیان فلا تبحثوا عنہا۔

اللہ نے تم پر رحم کرتے ہوئے بہت سی چیزوں کی (حلت وحرمت) سے خاموشی اختیار فرمائی ہے جو بھول کی وجہ سے نہیں ہے لہٰذا تم ان کو مت کریدو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو چیزیں حلال بتائی ہیں ان کو حلال سمجھو اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان کو حرام سمجھو۔ حرام وحلال کے قواعد بھی بتا دیئے گئے ہیں بوقت ضرورت ان قواعد سے کام لو اور جن چیزوں کے متعلق کوئی حکم صلاۃ نہیں فرمایا تم خواہ مخواہ ان کی کرید میں مت پڑو۔ اللہ نے تم پر رحم فرما کر ان سے خاموشی اختیار فرمائی ہے یہ نہیں کہ بھول کر ان کا حکم ظاہر نہ فرمایا ہو۔ لہٰذا اس سے فائدہ اٹھاؤ اور ان کو جائز سمجھو (ہاں اگر مقررہ قواعد کی رو سے ان کی حرمت ممانعت نکلتی ہو تو ان سے بچو)

یہ ممانعت حضرات صحابہ رضؓ کے متعلق تھی کیونکہ سوال کرنے پر اس وقت احکام نازل ہوتے تھے لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کرید میں مت پڑو اللہ نے جس چیز کی ممانعت نہیں فرمائی اس کے متعلق یہ نہ سمجھو کہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کو سہو ہو گیا ہے بلکہ اس نے تم پر رحم فرمایا کہ اس چیز سے نہیں روکا۔ اس کے کرنے پر تمہاری پکڑ نہ ہوگی۔ جب اللہ منع فرمانا چاہیں گے ممانعت نازل ہو جائے گی تم خود سوال کر کے ممانعت کے نازل ہونے کا باعث کیوں بنتے ہو

ممکن ہے کہ سوال کرنے پر ایسا حکم نازل ہو جائے جس کے کرنے سے جان چراؤ، اس وقت مجرم بنو گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ قَدْ سَالَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كَافِرِيْنَ ○ (مائدہ)

اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جاویں، سوالات گذشتہ اللہ نے معاف کر دیے اور اللہ بڑی مغفرت والے بڑے حلم والے ہیں۔ ایسی باتیں تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر وہ ان باتوں کا حق نہ بجا لائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ "اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہذا حج کرو" یہ سن کر ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا ہر سال فرض کیا گیا ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا حتیٰ کہ سائل نے تین مرتبہ جب یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی واجب ہو جاتا اور تم اس پر عمل نہ کر سکتے اس کے بعد فرمایا:-

ذرونی ما ترکتکم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم فاذا امرتكم بشئ فاتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شئ فدعوه (رواہ مسلم)

میں جب تک بغیر بتلائے تم کو چھوڑ رکھوں تم مجھے چھوڑے رکھو (یعنی سوال مت کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ سوال بہت کرتے تھے اور اپنے پیغمبروں کے خلاف چلتے تھے۔ لہذا میں تم کو جس چیز کا حکم دوں جہاں تک ہو سکے اسے کرو اور جس سے روکوں اس سے رک جاؤ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پورا دین کامل و مکمل ہم کو دیکر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں، حلال وحرام اور جائز و ناجائز خوب واضح کرکے بتادیا ہے اور جن چیزوں کے متعلق صریح حکم موجود نہیں ہے قواعد سے ان کی حلت و حرمت اور جواز و عدم جواز کا پتہ چل جاتا ہے جو قرآن و حدیث میں بیان کردیئے گئے ہیں لہذا جن چیزوں کا صریح حکم قرآن و حدیث میں نہ ملے اور قرآن و حدیث کے قواعد کے ماتحت ان کی حرمت اور عدم جواز کا فتویٰ نہ ملے ان کو جائز سمجھا جائیگا۔ مثلاً ہم بہت سی ترکاریاں کھاتے ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے لیکن چونکہ قواعد شرعیہ سے ان کی حرمت ثابت نہیں اس لئے کھانا جائز ہے۔ اسی طرح ریل بس، ہوائی جہاز کی سواری اور ان دواؤں کا حکم ہے جن کی ممانعت خصوصی یا قواعد کی رو سے نہیں نکلتی۔

الحدیث الحادی والثلثون[۳۱]

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ اَحَبَّنِیَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِیَ النَّاسُ فَقَالَ اِزْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبَّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبُّكَ النَّاسُ (حدیث حسن رواہ ابن ماجۃ وغیرہ)

ایسا عمل جس کے کرنے سے اللہ بھی محبت کرے اور اس کی مخلوق بھی

(۳۱) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی کہ یا رسول اللہ مجھے ایک ایسا عمل بتادیجئے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت فرمادیں اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کر۔ اس عمل کے باعث اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت فرمائیں گے اور لوگوں کے قبضہ میں جو کچھ ہے اس سے توجہ ہٹا لے لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے (ابن ماجہ وغیرہ)

تشریح سائل نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو چیزیں حاصل ہو جانے کی ترکیب پوچھی تھی۔ آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دونوں چیزیں مل جانے کی ترکیب بتا دی۔

اللہ جل شانہ بندہ سے محبت فرمانے لگیں اس کی ترکیب یہ ارشاد فرمائی کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کی جائے۔ اللہ جل شانہ اس عمل سے راضی ہوں گے اور بندہ سے محبت فرمائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بے حقیقت اور حقیر اور مبغوض چیز ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا پر اللہ کی لعنت ہے[1]۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی مبغوض چیز سے اس لئے تعلق نہ رکھے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ حقیر اور ملعون ہے تو لا محالہ آخرت سے محبت کرے گا اور جب آخرت محبوب اور مرغوب ہو گی تو عمل صالح اختیار کرے گا اور عمل صالح اختیار کرنے کے بعد اللہ جل شانہٗ کا پیارا ہو جانا ضروری ہے۔

قبر میں جانے سے پہلے پہلے کی جو زندگی ہے اس کو دنیا کہا جاتا ہے اس کی ہر ہر چیز فانی ہے جو لوگ اس کی فنا اور آخرت کی بقا کو سمجھ گئے ہیں وہ دنیا کے حاصل کرنے کے لئے سرگرداں نہیں پھرتے اور آخرت میں کام آنے والے اعمال کے مقابلہ میں دنیا کی چیزوں کا حرج برداشت کر لیتے ہیں۔ اور جو دنیا کے طلبگار ہیں احکامِ شریعت کا ذرا دھیان نہیں کرتے بہت سے لوگ عہدوں کے لئے لوگوں کو قتل کروا دیتے ہیں۔ الیکشن کراتے ہیں جس میں جھوٹ بھی بولنے پڑتے ہیں، نمازیں بھی غارت ہوتی ہیں، مخالفین پر کیچڑ اچھالتے ہیں، اخبارات میں ان کے عیوب شائع کرتے ہیں اور بہت سے لوگ مال جمع کے لئے حلال حرام

[1] الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ الحدیث رواہ الترمذی ۱۲

کا کچھ فرق نہیں کرتے پیسہ کا بندہ بنکر رہتے ہیں ان کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ رقم ہاتھ آئے جس طرح ممکن ہو۔ پھر ایسے حالات میں خداوند قدوس کی محبوبیت کیونکر نصیب ہو سکتی ہے؟ رہاں اگر کسی کا مقصد جمع مال اور حصول عہدہ سے دینی نفع اور آخروی فائدہ ہو تو دنیا ہی نہ رہے گی اور اس کی تحصیل میں حکم رب کے خلاف بھی نہ کرے گا (وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ)

مخلوق کی نظر میں محبوب ہو جانے کی ترکیب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے رغبت بن جا یہ بڑی انمول نصیحت ہے اور سارے عالم کے بناؤ بگاڑ، امن و فساد کا بھید اس میں مضمر ہے۔ قربان جایئے اس شفیق دو جہاں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جس نے آدھی سطر میں دنیا میں ہونے والے جھگڑوں اور چھوٹی بڑی لڑائیوں کے بھید سے باخبر فرما دیا۔

بغض و عناد اور قتل و فساد کیوں ہے؟ لوگوں میں آپس میں بغض کیوں ہے؟ قتل و غارت گری کا کیا باعث ہے؟ صرف یہ وجہ ہے کہ ایک دوسرے کا حق دینا نہیں چاہتا اور چالوں اور سازشوں سے حق دبانے اور مار لینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ جیلوں میں مجرمین کیوں بھرے ہوئے ہیں؟ اسی وجہ سے نا، کہ کسی نے دھوکہ دے کر بینک سے ناجائز روپیہ وصول کیا ہے اور کسی نے چوری کی ہے اور کسی نے ڈاکہ ڈالا ہے اور دوسروں کا حق ناجائز طور پر اپنا کرنا چاہا ہے۔ یہ حکومتیں زیر و زبر کیوں ہو رہی ہیں؟ اخبارات میں پڑھ رہے ہیں کہ فلاں شاہ فرار ہوا اور اس کی جگہ فلاں شخص صاحب اقتدار بنا۔ وہ وزیر تختہ دار پر چڑھا، آج وزیر ہیں کل جیل میں پہنچے۔ یہ زیر و زبر اور الٹ پلٹی کس وجہ سے ہے؟ سب کا واحد سبب یہ ہے کہ سب کو دنیا اور دنیا وی جاہ و مال اور عہدوں سے محبت ہے۔ ہر ایک دوسروں کو محروم کر کے خود ہتھیانا چاہتا ہے۔ رضائے الٰہی کسی کو مطلوب و مرغوب نہیں اگر ہر ایک یہ سمجھ کر کہ

"چلو میری گلو خلاصی ہوئی، میں ذمہ داریوں کے بوجھ سے بچا" عہدہ چھوڑنے پر راضی ہو جائے تو نہ پھوٹ پڑے، نہ پارٹیاں بنیں، نہ بغض و کینہ پرورش پائے نہ نفاق و شقاق کا بازار گرم ہو بلکہ سب ایک دوسرے سے محبت کریں۔ سارا جھگڑا تو یہی ہے کہ دنیا کی چیزوں سے بے رغبت ہونے کو کوئی بھی تیار نہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ؎

حضرت امام شافعیؒ کے دو شعر ؎

فما ھی الا جیفۃ مستحیلۃ علیھا کلاب ھمھن اجتذابھا
فان تجتنبھا کنت سلما لاھلھا وان تجتذبھا نازعتک کلابھا

(ترجمہ) دنیا ایک مردار ہے جو کبھی اس کے پاس ہے کبھی اُس کے پاس (اور) اس کے گرداگرد کتے جمع ہیں جو اس کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں، سو اگر تو دنیا سے پرہیز کرے گا تو اہل دنیا سے تیری صلح رہے گی اور اگر تو بھی ان میں سے ایک بن کر اس کو اپنی طرف کھینچے گا تو اس کے کتے تجھ سے جھگڑیں گے۔

بات اصل یہ ہے کہ جاہ و مال کی محبت انسانوں کے دلوں میں اچھی طرح رچ گئی ہے اور یہ دونوں چیزیں محبوب طبعی بن گئی ہیں۔ اب جو شخص انکی محبوب چیز کو کلاً یا بعضاً اپنی طرف کرنا چاہے گا لامحالہ ان کا مبغوض بنے گا۔

حضرت حسن بصری کا فرمان | حضرت حسنؒ نے فرمایا۔

لا یزال الرجل کریما علی الناس مالم یطمع فی ایدیھم[عہ] فحینئذ یستخفون بہ ویکرھون حدیثہ ویبغضونہ

لوگوں کے نزدیک انسان اس وقت تک باعزت رہتا ہے جب تک کہ اس چیز کا لالچ نہ کرے جو ان کے ہاتھوں میں ہے جب ان کی چیزوں پر نظر رکھتا ہے تو اس کو ذلیل سمجھتے ہیں اور اس کے بات کرنے تک کو برا جانتے ہیں اور اس سے بغض رکھتے ہیں۔

عہ یعنی اذا طمع ما فی ایدیھم ۱۲

لالچ بے آبروئی کا سبب ہے | حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب احبار سے دریافت فرمایا کہ اہل علم کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا جو علم پر عمل کرتے ہیں۔ (حقیقی اہل علم وہی ہیں) انھوں نے پھر پوچھا کہ علماء کے دلوں سے علم کس چیز نے نکالا؟ جواب دیا کہ لالچ نے (مشکوٰۃ شریف)

یہ جو مدارس دینیہ کے سفیروں کی بے آبروئی ہوتی ہے اور کئی کئی بار بیچارے کو دنیا داروں کے اونچے اونچے زینوں پر چڑھنا پڑتا ہے اور ملاقات ہونے پر صاحب مکان بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کی جیب سے نکال کر ان کی جمع کو کم کرنا چاہتے ہیں۔

آج پیشہ ور واعظین کیوں بے عزت ہیں، ان کی تقریر کیوں بے اثر ہے؟ اس لئے کہ تقریر کے بعد چندہ کرتے ہیں۔ لوگ جانتے ہیں کہ مقصد اصلاح نہیں صرف چندہ ہے۔ ان کی تقریر پر عمل کرنا بس یہی ہے کہ ان کو چندہ دے دو۔ چندہ حاضر عزت غائب۔

الحدیث الثانی والثلثون ۳۲

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ

حدیث حسن رواہ ابن ماجۃ والدارقطنی وغیرھما مسندا ورواہ مالک فی الموطا عن عمرو بن یحیی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا فاسقط ابا سعید ولہ طرق یقوی بعضہا بعضا

اسلام میں نقصان پہنچانے کی کوئی گنجائش نہیں

(۳۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اسلام میں) کسی کو نقصان اور تکلیف پہونچانے یا آپس میں ایک دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچانے میں مقابلہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے (ابن ماجہ دار قطنی وغیرہ)

تشریح اسلام کے احکامات اور تعلیمات سراسر خیر اور ساری مخلوق کے لئے راحت اور امن وچین کے ضامن ہیں۔ اگر سب مل کر ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو یہ دنیا "آزارے نباشد" کا مقام بن جائے۔ اس مبارک حدیث میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو چیزوں سے منع فرمایا اور منع بھی اس طرح نہیں فرمایا کہ "کسی کو کوئی ضرر نہ پہونچائے"۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ضرر پہونچانے کی کوئی گنجائش اسلام میں نہیں ہے۔ اس ارشاد مبارک میں دو لفظ استعمال فرمائے ایک ضرر دوسرا ضرار۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ بعض علماء نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے اور تاکیداً دو لفظ ذکر فرمائے ہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ "ضرر" کا معنی مطلق نقصان یا تکلیف پہونچانا ہے اور "ضرار" چونکہ باب مفاعلہ سے ہے اس لئے شرکت فی الفاعلیۃ والمفعولیۃ کو چاہتا ہے اور اسی وجہ سے اس کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو نقصان پہونچانا تکلیف دینا قطعاً غیر اسلامی فعل ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں جس دین میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کے لئے اور جو اپنے لئے ناپسند ہو اسے دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرو۔ اس دین میں نقصان پہونچانے اور ضرر و ضرار میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے؟

آجکل پارٹیوں اور مختلف لیگوں کا دور دورہ ہے، پارٹیاں بنتی بگڑتی ہیں اور اغراض کے بدلنے کبھی اس میں کبھی اُس میں مدغم ہوتے رہتے ہیں اور ان پارٹیوں کا مقصد مخالف گروپ کو زک دینے اور ان سے کوئی چیز چھین کر خود قبضہ جما لینے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اور اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے مخالف

پارٹی کے اراکین اور عہدہ داروں کو ہر ضرر اور نقصان پہونچانا گوارا کر لیتے ہیں۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ اسلام کے نام پر مسلمان کی ہمدردی کے عنوان سے پارٹی بناتے ہیں لیکن اسلام ہی کے خلاف چلتے ہیں اور مسلمان ہی کا گلا گھونٹتے ہیں۔

آپس میں بھائی بھائی اور ایک ہی خاندان کے دو افراد میں ایسے مقدمات چلتے ہیں کہ صرف ضد اور ہٹ میں ہزاروں روپے برباد کر دیئے جاتے ہیں اور ان قصوں میں قتل تک ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے ملک میں غیر اسلامی کام استغفر اللہ۔ اور ضرر بھی مسلمان کو پہونچانا؟ اعاذنا اللہ منہ۔

ایک حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو ضرر پہونچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے (مشکوٰۃ شریف)

ترسم کہ نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو می روی بترکستان ست

الحدیث الثالث والثلثون ۳۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعٰى رِجَالٌ اَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَاءَهُمْ لٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنَ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔

حدیث حسن رواہ البیہقی وغیرہ ھکذا وبعضہ فی الصحیحین

فصل مقدمات کا ایک ضروری قانون

(۳۳) ——— حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر محض دعویٰ کی وجہ سے لوگوں کو حقوق دیدیئے جایا کریں تو دو سرو کے

مالوں اور جانوں کے متعلق اکثر لوگ دعوی کیا کریں لیکن ایسا قاعدہ نہیں ہے بلکہ) قانون یہ ہے کہ گواہ مدعی کے ذمہ اور قسم منکر کے ذمہ ہے (بیہقی وغیرہ)

تشریح یہ حدیث بھی جوامع الکلم سے ہے۔ اس میں فیصلہ خصومات کا ایک ایسا اصول بیان فرمایا ہے جو ایک جج اور قاضی کی رہبری ہر موقعہ اور ہر معاملہ میں کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض دعوے کرنے کی وجہ سے کوئی چیز مدعی کو نہ دلائی جائے گی۔ خواہ مدعی کتنا ہی سچا اور دیانت دار ہو۔ جب تک اپنے دعوے کو گواہوں کے ذریعہ سچا ثابت نہ کرے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر انسان دنیا میں اس حال میں آتا ہے کہ کسی کا کوئی حق اس کے ذمہ نہیں ہوتا لہٰذا برات عن الحقوق اصل ہے۔ پس جب کوئی شخص اس کے ذمہ کسی چیز کا مدعی ہے تو وجوب حق کے اثبات کے لئے کسی ایسی چیز کا ہونا ضروری ہے جو وجوب حق کو ترجیح دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہیں اور قسم مدعی علیہ کے ذمہ ہے۔ اس حدیث میں مدعی علیہ کو منکر فرمایا ہے کیونکہ وہ مدعی کے دعوے کو تسلیم نہیں کرتا۔

الحاصل اس حدیث مبارک سے یہ اصول معلوم ہوا کہ گواہ مدعی کے ذمہ اور قسم مدعی علیہ کے ذمہ ہے۔ اس کی مزید تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

بعض شراح حدیث نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ چونکہ جانب مدعی ضعیف ہے (اس حیثیت سے کہ وہ خلاف[1] اصل کا مدعی ہے اس لئے اس کے ذمہ حجت قویہ یعنی گواہ رکھے گئے اور منکر یعنی مدعی علیہ کی جانب قوی ہے (اس حیثیت سے کہ اس کی بات مطابق اصل ہے) اس لئے اس کے ذمہ حجت ضعیفہ یعنی قسم رکھی گئی۔

---

[1] یعنی برات عن الحقوق۔

الحدیث الرابع والثلثون ۳۴

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُّنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (رواہ مسلم)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم اور ترک پر وعید

(۳۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو شخص کسی غیر شرعی کام کو دیکھے تو اسکو اپنے ہاتھ سے بدل دیوے۔ پس اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدل دیوے۔ پس اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے بدل دیوے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے (مسلم)

تشریح شریعت اسلامیہ سراسر خیر و خوبی اور نیکی کا نام ہے۔ برائی اسلام میں ذرا بھی برداشت نہیں۔ اللہ جل شانہ نے اس امت کو جہاں نیکیوں کے کرنے اور برائیوں سے بچنے کی ذمہ دار بنائی وہاں نیکیوں کا رواج دینے اور برائیوں سے روکنے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالے گئے
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ	ہو نیک کام کا حکم کرتے ہو اور برے کام سے روکتے
عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ	ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(آل عمران)

اس آیت شریفہ میں اس امت کو "خیر امت" کا لقب دیا گیا ہے اور ساتھ ہی امت مسلمہ کی خاص صفات بھی بیان فرمادی ہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی

انجام دہی کرتے ہو۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس امت کا تمغۂ امتیاز ہے۔ اس کا خصوصی طریقہ پر اہتمام رکھنا ضروری ہے۔ یعنی اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے دوسرے کاموں کی طرح انجام دینا امت کی اہم ذمہ داری ہے۔ اس آیت میں ہر مسلمان کو منکر سے روکنے اور گناہ سے باز رکھنے کی ذمہ داری سے آگاہ فرمایا ہے۔ مسلمانوں نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ نیکیوں کی طرف سے متوجہ کرنا اور برائیوں سے روکنا صرف واعظوں اور عالموں یا تنخواہ دار مبلغوں کا کام ہے یہ نادرست اور غیر صحیح ہے۔

مومن کی خاص صفات قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ	اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں
اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ	ایک دوسرے کے مددگار ہیں بھلائی کا حکم
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ	کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز
الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ	قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ	اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں ان پر
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ	عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔

یہ سورۂ برأت کی آیت ہے۔ اس میں مومنین کی صفات بیان کی گئی ہیں اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مومن بندوں کی خصوصی صفت ہے جو ان کی جان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ مومن ہو اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ کو انجام نہ دیتا ہو یہ بات ایمان والوں کے تصور سے بھی بعید ہونی چاہیے۔

بحیثیت مومن ہونے کے ہر مسلمان مرد و عورت کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی انجام دہی لازم ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ ظاہراً اپنی آنکھوں سے اللہ کی نافرمانی ہوتی دیکھے تو بقدر طاقت اس گناہ کو مٹا دینے کے لئے قوت لگا دینا ہر مومن مرد و عورت کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

برائی پر نکیر کرنے کے تین درجے

اس حدیث میں برائی پر نکیر کرنے کے تین درجے ارشاد فرمائے ہیں۔ جو شخص اپنے ہاتھ کی قوت اور طاقت سے (جو اس کو کسی بھی وجہ سے حاصل ہوئی ہو) برائی اور نافرمانی کو نہ روکے اگر اس نے زبانی وعظ کہدیا اور زبان سے ٹوک دیا تو نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوا۔ جس کو یہ قدرت نہ ہو کہ اپنے ہاتھ کی قوت سے برائی کو بند کرے تو کم از کم زبان سے روکدے۔ ہاں جو شخص زبان سے روکنے اور منع کرنے کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو (مثلاً کسی جگہ فساق و فجار کا بہت زور ہو اور کم ہمت ہونے کے باعث ان کی زدوکوب کا متحمل نہ ہو) تو کم از کم اس کو دل سے ہی برا جانے۔ دل سے برا جاننے میں تو کچھ بھی نہیں لگتا۔ اور کسی خوف وڈر اور جنگ وجدال کا احتمال ہی نہیں۔ اگر کسی نے برائی ہوتے ہوئے دیکھی مگر اس کے دل پر چوٹ نہ لگی اور اس برائی کی طرف سے اس کے دل میں نفرت پیدا نہ ہوئی تو گویا اس کے دل میں ایمان کی روشنی ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی اس کے قلب میں ذرا نہیں اگر اس کا دل نور ایمان سے کماحقہ منور ہوتا اور اللہ سے اس کو واقعی تعلق ہوتا تو اس کی نافرمانی ہوتے ہوئے دیکھ کر اس کا دل کیوں نہ تلملا جاتا اور کیوں اس کے ایمان کی رگِ حمیت نہ پھڑک اٹھتی؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے اللہ نے جو بھی نبی بھیجا ضرور اس کے لئے اس کی امت میں سے خاص خاص حضرات اور ایسے مصاحبین رہے جو اس کے طریقہ پر چلتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے۔ ان کے بعد ایسے ناخلف آجاتے تھے جو وہ باتیں کہتے کہ جن پر خود عمل نہ کرتے اور وہ کام کرتے جو ان کو بتائے نہ گئے تھے ایسے لوگوں سے جس نے اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے

اپنے دل کے ذریعہ ان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان کا ایک حبہ بھی نہیں (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے دل سے بھی بدعمل انسانوں کے خلاف جہاد نہ کیا یعنی کم از کم ان کے برے اعمال کو برا بھی نہ جانا تو ذراسا ایمان بھی ان کے پاس نہیں۔ دل سے بُرا جاننے کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایمان کا سب سے کمزور درجہ فرمایا ہے۔ آجکل یہ وبا عام ہو گئی ہے کہ ایمان کے اس کمزور درجہ سے نیچے اتر کر ذرا سے ایمان سے بھی محروم ہو رہے ہیں اس دور کی فضا میں (العیاذ باللہ) نیکیاں برائیاں بن گئی ہیں اور برائیوں کو عین نیکی سمجھا جانے لگا ہے کوئی جماعت یا فرد برائی سے روکنے کو کھڑا ہوتا ہے تو صاف جواب ملتا ہے کہ واہ صاحب! آپ نکلے ہیں بن کر مبلغ اسلام، ترقی کے راستہ میں روڑا اٹکانے کے لئے وعظ ونصیحت کے پھندے آپ نے نکالے ہیں، دقیانوسی باتیں چھوڑیئے، جائز وناجائز کے قضیے اب نہ چلیں گے۔ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی، آپ وہیں لے جانے کے پھیر میں ہیں جہاں چودہ سو برس پہلے تھے۔ بس مولانا! رحم کیجئے، مسلم کی حالت زار پر۔

یہ باتیں کس کے منہ سے نکلتی ہیں؟ مسلمان کہلانے والوں کے منہ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لینے والوں کے منہ سے۔ قرآن پر ایمان رکھنے کے دعویداروں کے منہ سے۔ جو نیکی بدی کا امتیاز چھوڑ کر من مانی زندگی گذارنے اور دشمنانِ دین کی طرح دن کاٹنے کو کمال سمجھتے ہیں۔

نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اہل وعیال سے غفلت آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی تو یہ ہے کہ ہر شخص بقدر طاقت واستطاعت گناہ کو روکے لیکن اس ارشاد عالی پر عمل کرنے والے کتنے ہیں؟ ہر شخص اپنے دوستوں کو، پڑوسیوں کو، گھر والوں کو، اہل واولاد اور ماتحتوں کو اس

نظر سے دیکھے کہ کتنے گناہوں میں مبتلا ہیں۔ پھر اپنے ذاتی اثر، وجاہت اور عہدہ کے زور سے روکنے کی کوشش کرے۔ مگر یہاں تو عالم یہ ہے کہ روکنا تو درکنار روکنے کا ارادہ بھی نہیں کرتے۔ بلکہ اس حد تک بغاوت پر اتر آئے ہیں کہ گناہوں کی مدد کرتے ہیں، خود بچوں اور بہو بیٹیوں کو ساتھ لیجا کر سینما ہال میں بٹھاتے ہیں۔ تاش، شطرنج خود خرید کر لاتے ہیں اور اولاد کے ساتھ بیٹھ کر کھیلتے ہیں۔ ایسے لوگ تو بہت ہیں جو اپنے لڑکے سے ناخوش ہیں کہ وہ سست اور عہدی ہے، گھر پر پڑا رہتا ہے ملازمت کی کوشش نہیں کرتا۔ دکان پر دل جما کر نہیں بیٹھتا۔ لیکن ایسے لوگ تقریباً ناپید ہو گئے ہیں جو اولاد سے اس لئے ناخوش ہوں کہ وہ نماز غارت کر دیتا ہے یا کسی اور طرح کی معصیت میں مبتلا ہے۔

گناہوں سے کیوں نہیں رکتے بڑا کیوں چھوٹے کو گناہ سے روکے جب کہ عموماً خود مبتلائے معصیت ہوتا ہے۔ اپنے ہاتھ کی طاقت سے چند حروف لکھ کر کیسے کسی مجرم کو ڈسچارج کرے جبکہ خود بھی مجرم ہے۔ چپراسی کی رشوت میں اگر افسر شریک ہو اور کلرک کی رشوت میں ہیڈ کلرک کا حصہ ہو تو کون کسی کی گرفت کرے؟

افسوس کہ سلطنت وحکومت کی باگ ڈور سنبھالنے والے اپنی قلمرو سے نہ تو سینما ہٹاتے ہیں اور نہ ہی تھیٹر اور ناچ کی رنگ رلیوں کو بند کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب امور خلاف شرع اور حرام ہیں۔

فرض کیجئے اگر ان گناہوں اور رنگ رلیوں میں، ہم شریک نہیں ہیں لیکن ان کی آمدنی میں ہمارا اور گورنمنٹ کا حصہ ہے تو یہ آمدنی بھی تو حرام ہے اس پر یہ کہنا کہ اگر یہ بد معاشی کے اڈے بند کر دیئے جائیں تو گورنمنٹ کا دیوالہ نکل جائے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مسلم حکومت حرام کی محتاج نہیں ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم یورپ وامریکہ کے گورنروں اور منسٹروں کی طرح زندگی گذارنا

چھوڑ دیں بلکہ سادہ زندگی بسر کریں۔ جس طرح فخر کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب وخلفاء کی زندگیاں تھیں۔ پھر ہمیں نہ تو زیادہ تنخواہوں کی ضرورت ہوگی نہ ناجائز آمدنیوں کی فکر ہوگی نہ ہی گورنمنٹ کا دیوالہ نکلے گا۔ بلکہ ہماری اس سادگی اور ایمان کی قوت سے یورپ اور امریکہ کے حکام بھی مرعوب رہیں گے۔

دین کے لئے محنت کی ضرورت اللہ رب العزت کا یہ نظام ہے کہ اس دنیا میں جو فرمیں اور کمپنیاں اور طرح طرح کی تحریکات اور ازم اور فیکٹریاں اور ملز ہیں سب اسی وقت تک چالو رہتے ہیں جب تک کہ ان کے لئے کوشش جاری رہے اور دوڑ دھوپ کرنے والے سرگرداں ہیں۔ اسلام احکام الٰہیہ کے مجموعہ کا نام ہے ان احکام کے چالو رکھنے اور رواج دینے کے لئے محنت وکوشش اور جان ومال کی قربانی کی ضرورت ہے۔ جب مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری چھوڑ دی اور دین کے بڑھانے اور رواج دینے کی کوشش سے علیحدہ ہو کر پیٹ وتن کے لئے جان کھپانے اور دنیا ہی کو مطمح نظر اور مقصد زندگی بنا کر اپنی جانوں کو مادیات اور سفلیات میں خرچ کرنے لگے تو اسلام کے ماننے والوں میں کیسے اضافہ ہو؟ اور اسلامی احکام انسانوں کی تجارت وزراعت، حکومت وسلطنت، معاشرت ومناکحت اور زندگی کے تمام شعبوں میں کیوں کر نظر آئیں؟

مسلمان بگڑے تو عالم بگڑ گیا جب مسلمان بگڑے اور اللہ سے تعلق توڑ کر دنیا اور اہل دنیا کو محبوب بنا لیا تو عالم ہی بگڑ گیا۔ جس قوم کی پیدائش اور آفرینش انسانوں کی اصلاح اور بھولے بچھڑے انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے لئے تھی وہی بگڑ گئی اللہ تعالیٰ سے دوسروں کا تعلق کون جوڑے؟ پھر چونکہ اس عالم کی روح اور جان اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسکی یاد ہے اس لئے جب یہ عالم ان دونوں سے کافی حد تک خالی ہونے لگا تو

امن وچین سے رہنے کے لائق نہ رہا لہذا لوگوں کے کرتوتوں کے باعث بحر و بر میں فساد آگیا انسان بے قیمت ہو کر رہ گئے، ان کی حیثیت مولی اور گاجر سے زیادہ نہ رہی۔

آجکل لوگ اللہ تعالیٰ کے تعلق سے زیادہ بندوں کے تعلق کو سمجھتے ہیں۔

لوگوں میں یہ عیب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تعلق سے زیادہ انسانوں کے تعلق کو سمجھتے ہیں برائی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر اس لئے کچھ نہیں کہتے کہ تعلقات میں فرق آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق بالکل ہی ٹوٹ جائے تو پرواہ نہیں کرتے اور مخلوق کے تعلق میں ذرا فرق آنا بھی گوارا نہیں (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ

حدیث شریف میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل یہی ہوا کہ گنہگار کو گناہ کرتے دیکھا مگر اس وجہ سے کہ وہ پاس کا اٹھنے بیٹھنے والا تھا اور ساتھ کا کھانے پینے والا تھا اس کو گناہ سے نہ روکا لہذا نیک و بد سب اللہ کے نزدیک ملعون ہوئے (ترغیب و ترہیب)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کرنے پر عذاب آتا اور دعا قبول نہ ہوتا

جب اللہ جل شانہ کی نافرمانی ہوتی ہو اور اس کے بند کرنے کی کوشش نہ کی جاتی ہو تو اللہ جل شانہ کی طرف سے سب پر عذاب آتا ہے۔ متعدد احادیث میں یہ تکوینی قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں میں ایک آدمی بھی ایسا ہو جو اُن میں رہتا سہتا ہو اور گناہ کرتا ہو اور وہ لوگ گناہ سے ہٹا کر صحیح راستہ پر ڈالنے کی قوت ہوتے ہوئے اس کو صحیح راستہ پر نہ ڈالیں تو ان کے مرنے سے پہلے اُن پر اللہ تعالیٰ ضرور اپنا عذاب ان پر بھیجیں گے (ابوداؤد وابن ماجہ)

ایک مرتبہ حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے

اور اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنے کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ یقین جانو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیکیوں کے لئے لوگوں سے کہتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو اس وقت سے پہلے جب کہ مجھ سے دعا کرو گے تو قبول نہ کروں گا اور مجھ سے سوال کرو گے تو سوال پورا نہ کروں گا اور مجھ سے مدد چاہو گے تو تمہاری مدد نہ کروں گا (ابن ماجہ) یعنی نیکیوں کے لئے کہنا اور برائیوں سے روکنا ایسا عمل ہے کہ اگر اس کو چھوڑ دیا تو عذاب آئیگا اور اس وقت دعا قبول نہ ہوگی اور اللہ کی طرف سے مدد نہ کی جائے گی اور سوال پورا نہ کیا جائے گا۔ جب برائیاں عام ہو جاتی ہیں اور نیک لوگ اپنی نیکی کو لئے بیٹھے رہتے ہیں اور یہ کوشش نہیں کرتے کہ گناہ بند ہوں تو نیک و بد سب پر عذاب آجاتا ہے اور دعا تک قبول نہیں ہوتی

حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی پہلے زمانہ کی امت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو مع اس کے رہنے والوں کے اُلٹ دو یعنی زمین کے اوپر کے حصے کو نیچے اور نیچے کے حصے کو اوپر کر دو۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار اس میں شک نہیں کہ ان میں آپ کا ایک ایسا بندہ بھی ہے جس نے پل بھر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی (اس کی تو جان بخشی کر دی جائے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو بھی اسی سزا میں شامل کرو کیونکہ کبھی بھی میرے حکموں کی خلاف ورزی دیکھ کر بطور ناراضگی اس کے چہرہ پر بل نہیں پڑا (مشکوٰۃ) یہ شخص بہت نیک تھا جس کی نیکی کو دیکھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سفارشی ہوئے لیکن چونکہ برائیوں سے دوسروں کو نہ روکتا تھا اور گناہوں کو دیکھ کر ناراضگی کو ظاہر نہ کرتا تھا اس لئے عذاب میں شریک کیا گیا (اعاذنا اللہ)

فائدہ آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مبارک

حدیث میں منکر کو بدلنے کی تاکید فرمائی ہے اور لفظ "فلیغیرہ" اختیار
فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقصد اصلی گناہ کو چھڑانا اور نیکی پر چلانا ہے
یہ مقصد نرمی سے حاصل ہو تو نرمی اختیار کرنا چاہیئے اور اگر ترشی اور سختی کی
ضرورت ہو تو اسی سے کام لیں۔ بہت سے لوگ سختی سے ڈانٹ ڈپٹ کرکے
ضد اور چڑ بنا کر گناہ کو اور پھیلنے کا موقعہ دیتے ہیں یہ غلطی بہت کم ناسمجھی سے
ہوتی ہے اور اکثر اس کا باعث نفس کی بھڑاس نکالنا اور نہی عن المنکر کے پردہ
میں اعتراض اور طعن کرنے اور بغض و حسد یا کسی دنیاوی معاملہ کے اختلاف کی
وجہ سے کینہ پروری کرنا ہوتا ہے۔

الحدیث الخامس والثلثون ٣٥

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا
تَدَابَرُوْا وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ
اِخْوَانًا اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا
یَکْذِبُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ ثَلٰثَ
مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِیٍٔ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ
عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ (رواہ مسلم)

مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی حرمت اور اس کے خون اور آبرو کی حفاظت

(۳۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت سرور عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کو
دھوکہ میں ڈالنے کے لئے بھاؤ مت بڑھاؤ اور آپس میں بغض نہ رکھو اور ایک
دوسرے سے منہ نہ موڑو اور ایک شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے

بندے بھائی بھائی ہو کر رہو (پھر فرمایا) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے کسی کی حالت میں چھوڑے نہ اس سے جھوٹ بولے نہ اسے حقیر جانے (اس کے بعد) تین بار اپنے مبارک سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے یہاں ہے (پھر فرمایا کہ) انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے مسلمان کے لئے مسلمان کا سب کچھ حرام ہے۔ اس کا خون بھی، مال بھی، آبرو بھی (مسلم شریف)

تشریح یہ مبارک حدیث بڑی عظیم الفوائد اور جامع حکم و نصائح پر مشتمل ہے۔ پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں حسد نہ کرو حسد بڑی بری بلا ہے جو حاسد ہوگا لامحالہ اپنے دل و دماغ کا ناس کرکے رہیگا قرآن مجید میں حاسد کے حسد سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

حسد کی مذمت ایک حدیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد سے بچو کیونکہ وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے (مشکوٰۃ شریف)

علماء امت نے فرمایا ہے کہ حسد باجماع الامت حرام ہے۔ حسد کے حرام ہونے کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کچھ دیا ہے حکمت کے بغیر نہیں دیا ہے اب جو حسد کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ یہ نعمت فلاں شخص کے پاس نہ رہے تو درحقیقت یہ اللہ پر اعتراض ہے کہ اس نے اس کو کیوں نوازا اور حکمت کے خلاف اس کو اس حال میں کیوں رکھا ظاہر ہے کہ مخلوق کو خالق کے کام میں دخل دینے کا کچھ حق نہیں ہے اور نہ مخلوق اس لائق ہے کہ اس کو یہ حق دیا جائے۔ ہم اپنے دنیاوی انتظام میں اور خانگی امور میں روزانہ ایسے کام کر گذرتے ہیں جو ہمارے بیوی بچوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں: اگر ہمارے بیوی بچے ہمارے کام میں دخل دیں

توہم کو کس قدر برا معلوم ہوتا ہے۔ پھر اللہ رب العزت فعّالٌ لّما یُرید کی تقسیم میں کسی کو دخل دینے کا کیا حق ہے؟

جب کسی کو حسد ہو جاتا ہے تو جس سے حسد کرتا ہے اس کو نقصان پہونچانے کے درپے ہو جاتا ہے۔ اس کی غیبت کرتا ہے اور اس کو جانی مالی نقصان پہونچانے کے فکر میں رہتا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے گناہوں میں گھر جاتا ہے۔ پھر اول تو نیکی کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا اور اگر کوئی نیکی کر گذرتا ہے تو جو کچھ وہ آخرت میں اسے ملے گی جس سے حسد کیا ہے تو نیکی کرنا نہ کرنا برابر ہو گیا۔ ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ پہلی امتوں کا مرض یعنی حسد تم تک آ پہنچا ہے اور بغض تو مونڈ دینے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغض کو دین کا مونڈ دینے والا فرمایا۔ تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح استرہ ہر بال کو مونڈتا چلا جاتا ہے اور ہر چھوٹے بڑے بال کو علیحدہ کر دیتا ہے اسی طرح بغض کی وجہ سے سب نیکیاں ختم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ حاسد دنیا و آخرت میں اپنا برا کرتا ہے نیکیوں سے بھی محروم رہتا ہے اور کوئی نیکی ہو بھی جاتی ہے تو حسد کی آگ اسے راکھ بنا کر رکھ دیتی ہے۔ دنیا میں حاسد کے لئے حسد ایک عذاب ہے۔ حسد کی آگ حاسد کے سینہ میں بھڑکتی رہتی ہے اور جس سے حسد کیا ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا کیسا اچھا کلمہ حکمت ہے جو کسی نے کہا ہے۔

كَفٰى بِالْحَاسِدِ اَنَّهٗ يَغْتَمُّ وَقْتَ سُرُوْرِكَ۔

حاسد سے انتقام لینے کے خیال میں پڑنے کی ضرورت نہیں یہی انتقام کافی ہے کہ تم کو خوشی ہوتی ہے تو اس خوشی کی وجہ سے اسے رنج پہنچتا ہے۔

ونعم ما قیل ؎

دع المحسود وما یلقاہ من کمدہ ۔۔۔ کفاک منہ لهیب النار فی کبدہ

ان نمت ذا حسد نفثت کربته — وان سکتّ فقد عذبته بیده

ومن الحکمۃ:-

الحسود لا یسود ابدا والبخیل — حاسد کبھی سردار ہونے کا اہل نہ ہوگا اور

تاکل امواله العدا — بخیل کے مالوں کو دشمن کھائیں گے۔

ومنها ایضاً:-

الحسد حسك من تعلق به هلك — حسد ایک کانٹا ہے جس نے اسے پکڑا ہلاک ہوا۔

کسی کے بھاؤ پر بھاؤ کرنا دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ دھوکہ میں ڈالنے کے لئے بھاؤ پر بھاؤ مت بڑھاؤ جس کا بازاروں میں بہت رواج ہے۔ بیوپاری سے کچھ لینے کے لئے یا خواہ مخواہ خریدار کو نقصان دینے کے لئے لوگ ایسا کرتے ہیں۔

کوئی شخص سودا بیچ رہا ہے گاہک کھڑے ہیں ایک آیا اس نے ۵۰ روپے کے مال کے ۱۰۰ روپے لگا دیئے، اب جو دوسرے خریدار ہیں دھوکہ میں پڑ گئے لامحالہ سو روپے سے زیادہ ہی لگائیں گے اور نقصان اٹھائیں گے۔ ایسا کرنے سے آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اور ممانعت اسی صورت میں ہے جب کہ خریدنا مقصود نہ ہو (صرف دھوکہ دیکر نقصان میں ڈالنا یا بیچنے والے سے کچھ وصول کرنا مقصود ہو) لیکن اگر خود خریدنے کا ارادہ ہو تو قیمت بڑھا کر جن داموں میں چاہیں خرید لیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اگر بیچنے والے کی گفتگو ہو رہی ہے تو جب تک اس کے لگائے ہوئے داموں پر دینے سے انکار نہ کر دے اس وقت تک بڑھانا درست نہیں ورنہ دوسری ممانعت وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ کا ارتکاب ہوئے گا جو اسی حدیث میں موجود ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔

لایبیع الرجل علی بیع اخیه — کوئی شخص اپنے بھائی کے معاملہ پر معاملہ نہ کرے

لا یخطب علی خطبة اخیه الا ان یأذن له۔ | اور اس کے نکاح کے پیغام پر اپنا پیغام نہ بھیجے ہاں اگر وہ اجازت دیدے تو درست ہے

نیلام کا موجودہ طریقہ | آج کل ریلوں میں اور سڑکوں پر نیلام کے ذریعہ بیچنے کا رواج ہو گیا ہے بولی بولنے والے اپنے ساتھ ایک دو آدمی لگا لیتے ہیں اور ان کو پہلے سے تیار کر کے کھڑا رکھتے ہیں کہ تم زیادہ سے زیادہ دام بول دینا۔ تم کو ہم اتنا دو پیسہ یدیں گے یہ ممنوع ہے۔ ایسا کرنے والے دھوکہ اور فریب دینے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نیلام کے ذریعہ فروخت کرنا درست ہے اگر دھوکہ نہ ہو اور نیلام کے موقعہ پر دوسرے کے لگائے ہوئے داموں سے بڑھا کر دام لگانا درست ہے لیکن شرعاً بیچنے والے کو آخری بولی پر چھوڑ دینا ضروری نہیں وہ چاہے تو نہ دے شرعی مسئلہ اس طرح سے ہے۔

بغض اور قطع تعلق کی مذمت | تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں بغض نہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔ جب آپس میں بغض و عداوت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے کی صورت دیکھنا تک گوارا نہیں ہوتا۔ بات چیت ختم ہونے کے ساتھ ساتھ آمنا سامنا بھی برا لگتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے میل محبت اور الفت پر بہت زور دیا ہے۔ بغض و عداوت، نفرت، اور دوسرے کی تحقیر سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ انسان انسان ہے کبھی طبیعت میں میل آجاتا ہے اور بشری تقاضوں کی بنا پر ایسا ہو جانا بعید نہیں ہے۔ لیکن طبیعت کے تقاضے کی شریعت نے ایک حد رکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف تین روز قطع تعلق کی گنجائش ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار۔ (مشکوٰۃ) | کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی (مسلمان) سے تین سے زیادہ تعلقات توڑے رکھے اگر تین دن سے زیادہ تعلقات توڑے رکھے اور اس درمیان میں مر گیا تو دوزخ میں جائیگا۔

تین دن سے زیادہ قطع تعلق حرام ہے ایک دوسرے سے منہ موڑنے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

لا یحل للرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض ھذا و یعرض ھذا و خیرھما الذی یبدأ بالسلام۔ (متفق علیہ)

کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین رات سے زیادہ تعلقات چھوڑے رکھے (اور) ملاقات کا اتفاق پڑ جائے تو یہ ادھر کو منہ پھیر لے اور وہ اُدھر کو منہ پھیرے (پھر فرمایا کہ) دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

یعنی پہلے سلام کر کے بول چال کی ابتدا کر دے اور ایسا کرنے میں نفس کی بات کو ٹھکرا کر خدائے پاک کے حکم کو سامنے رکھ کر صلح کی طرف بڑھنے میں پیشقدمی کرے اور دل میں یہ نہ سوچے کہ میں کیوں پہل کروں اس سے کم درجہ میں تو نہیں ہوں۔

بہرحال حسد اور بغض بدترین صفات ہیں جن کا مسلمان کے اندر پایا جانا بڑا عیب ہے اور اسلام کے مقتضا کے خلاف ہے۔ بغض دین کو مونڈ دیتا ہے جیسا کہ ایک حدیث ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔

کونوا عباد اللہ اخوانا کی تفسیر اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بنکر رہو۔ یہ بڑی پُر مغز ہدایت ہے معمولی غور و فکر کے بعد دو دقیق حکمتوں کی طرف اس میں اشارہ نکلتا ہے اوّل یہ کہ اللہ کے بندہ کو بندگی سے فرصت کہاں! جو غرور اور شیخی میں پھنسے بندہ کو اپنی عاجزی اور بے کسی کا خیال رکھنا لازم ہے اور یہ سوچنا ضروری ہے کہ میں اپنے خالق و مالک کا بندہ ہوں، اس کے سامنے عاجز و ذلیل ہوں، اس کی فرمانبرداری میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے اس نے تواضع کا حکم دیا ہے اس کے سامنے اس کی بادشاہت میں اس کی زمین پر اس کی مخلوق کے ساتھ لڑائی بھڑائی اور غرور و بڑائی کا مجھے کیا حق ہے؟ بندگی سے فرصت ہو تو سر اٹھاؤں۔ یہ تصور جس کو بندہ جانے گا اکڑ مکڑ غرور و تکبر، شیخی، دشمنی حسد، بغض سے پرہیز کرے گا بلکہ اس کو بڑائی کا خیال تک نہ آئے گا۔

قرآن مجید میں اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا (سورہ اسراء)

اور مت چل زمین میں اتراتا ہوا، بیشک تو زمین کو ہرگز نہ پھاڑ سکے گا اور لمبا ہو کر پہاڑوں تک نہ پہونچ سکے گا

سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ٥

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب ان سے بے سمجھ لوگ خطاب کرتے ہیں تو وہ (جواب میں) کہتے ہیں کہ اچھا بھلا سلام

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

آكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَأَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ (مشکوٰۃ شریف)

میں اس طرح (بیٹھ کر) کھانا کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔

خدا ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس کے سامنے تکبر کی بیٹھک مقام عبدیت میں کمال رکھنے والے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیونکر گوارا فرماتے؟

دوسری دقیق حکمت جس کی طرف الفاظ حدیث (کونوا عباد اللہ اخوانا) میں اشارہ نکلتا ہے یہ ہے کہ صرف بھائی کا لفظ رٹنے اور "مسلم بھائی بھائی" کے نعروں سے اتحاد و اتفاق نہ ہوگا اور ہمدردیوں کی طرف طبیعتیں چلیں گی ماں جائے حقیقی بھائی باعتبار خونی رشتہ کے جو ہوتے ہیں ان میں بھی لڑائیاں ہوتی ہیں۔ لڑائی کو وہ اخوت اور بھائی چارگی روک سکتی ہے جس میں اللہ کی نسبت کو دخل ہو یعنی بھائی بھائی بننے میں اللہ کی بندگی، اللہ کے حکم، اللہ کی عظمت کا دھیان ہو اور الفت و محبت کا باعث رسم و رواج یا عارضی فضا اور ماحول نہ ہو بلکہ اس کا حقیقی باعث یہ ہو کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہوں اور یہ بھی اللہ بندہ ہے۔ وحدہ لاشریک کا پرستار ہونے کی وجہ سے اس لائق ہے کہ

اس سے محبت کی جائے اور اس کو بھائی مانا جائے۔ دنیا میں محبت و اخوت کے بہت سے اسباب ہیں کچھ لوگ ایک باپ کے بیٹے ہونے کی وجہ سے بھائی بھائی ہیں اور کچھ لوگ ایک وطن میں رہنے کی وجہ سے بھائی بھائی ہونے کے مدعی ہیں اور اسی طرح کی بہت سی نسبتیں دنیا میں جاری ہیں جنکی وجہ سے اخوت و محبت کے دعوے کئے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے جو اخوت ہے اس کے بارے میں اسے سوچنا چاہیئے کہ اس سے جو میرا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ میں بھی اس خدائے وحدہ لاشریک کا پرستار ہوں جس کا یہ پرستار ہے۔ یہ وحدت و یگانگت بڑی مضبوط اور پائدار ہے لامحالہ مجھے اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور حقوق اخوت کی ادائیگی لازم ہے۔ بلکہ اگر "عبد" کے مفہوم کو عام کیا جائے اور عبدیت جبری اور قہری مراد لی جاوے (یعنی عباداللہ سے مراد تکوینی اور تخلیقی بندے مراد ہوں خواہ خدا کو مانتے بھی نہ ہوں مگر اس حیثیت سے کہ حقیقۃً بندے ہیں اور جب خالق جل مجدہ کی مخلوق ہیں کو عبدیت ان کی ذات سے چپکی ہوئی ہے) تو اس صورت میں باعتبار مخلوق ہونے کے حقوق اخوت کی ادائیگی کا لحاظ لازم آئیگا اور یہ معنی ہوں گے کہ سب ایک خالق کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں اور اس وحدت میں سب ہی شریک ہیں سب کے حقوق ادا کرنا اور آرام پہونچانا لازم ہے۔

حدیث شریف میں جو یہ ہے کہ

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (مشکوٰۃ)	ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے بس اللہ کا سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

اس سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔

کونوا عباداللہ اخوانا کی یہ تشریح میرے قلب پر وارد ہوئی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

مسلم بھائی کی مدد کرنا

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے (اور بھائی ہونے کا مقتضا یہ ہے کہ) نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے کسی کی حالت میں چھوڑے نہ اس سے جھوٹ بولے نہ اسے حقیر جانے"۔

ظلم گناہ کبیرہ ہے اور ہر ایک کے ساتھ ظلم کا برتاؤ کرنا حرام ہے خصوصاً مسلمان پر ظلم کرنا جس کو اپنا بھائی اور کلمہ کا شریک مان لیا اور بھی زیادہ بُرا ہے ظلم جانی بھی ہوتا ہے اور مالی بھی۔ اور آبرو ریزی کا ظلم بھی ہوتا ہے۔ جملہ اقسام ظلم سے پرہیز فرض ہے۔ مسلمان کو بے کسی کی حالت میں چھوڑنا حقوق اخوت کے خلاف ہے، جب بھی کسی مسلمان کو مصیبت میں مبتلا دیکھے تو جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے۔ مدد ہر موقعہ پر ضروری اور لازم ہے۔ پیسے سے بھی مدد کرے اور اس کی غیبت یا بے آبروئی ہوتی دیکھے تو اس کا پاٹ لے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی گئی اور وہ اس کی مدد پر قادر تھا تو اس نے (اگر) اس کی مدد کردی تو دنیا و آخرت میں خداوند کریم اس کی مدد فرمائیں گے۔ پس اگر اس نے قدرت ہوتے ہوئے مدد نہ کی تو اس کی وجہ سے خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا انتقام لیں گے۔ (شرح السنہ)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ جس مسلمان نے اپنے مسلمان) بھائی کی بے آبروئی دیکھ کر اس شخص کی تردید کی جو بے آبروئی کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس تردید کرنے والے کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے دور رکھیں گے اس کے بعد آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ — اور ایمان والوں کی مدد ہم پر حق ہے۔

جھوٹ نہ بولے | حقوق اخوت میں آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان بھائی سے جھوٹ نہ بولے جھوٹ بولنا بڑا گناہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ مسلمان بھائی کے ساتھ مسلمان بھائی سے جھوٹ بولنا اور بھی بُرا ہے۔ کیونکہ جب مسلمان اپنے بھائی سے کچھ بات کہے گا تو وہ اسے سچ جانے گا۔ لہٰذا اگر اس سے جھوٹ بولا تو یہ جھوٹ بھی ہوگا اور خیانت بھی ہوگی، بلکہ بڑی خیانت ہوگی۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) ہے:۔

کبرت خیانۃ ان تحدث	یہ بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے
اخاک حدیثا ھو لک بہ	جھوٹ بول رہا ہو اور وہ تجھے سچا
مصدق وانت بہ کاذب	سمجھ رہا ہو۔ (رواہ ابوداؤد)

مسلمان سے جھوٹ بولنے میں، جھوٹ کا بھی گناہ ہے اور اخوت کا فنا اور پامال کرنا بھی ہے جو بھلے آدمیوں کی صفت نہیں ہے۔

مسلمان کو حقیر سمجھنے کی مذمت | آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق اخوت بیان فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسلمان بھائی کو حقیر نہ سمجھے۔ کسی کو حقیر جاننا برا مرض ہے جو تکبر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ حقیر سمجھنے کی جتنی صورتیں ہیں ان سب سے پرہیز لازم ہے۔ کسی کا مذاق بنانا، برا نام تجویز کرنا، ٹوٹا پھوٹا حال دیکھ کر اپنے سے کم سمجھنا یہ حقیر بنانے اور سمجھنے کی صورتیں ہیں۔ اور بہت سے لوگ اپنی دینداری کی وجہ سے دوسرے بے عمل مسلمان کو حقیر جانتے ہیں۔ حالانکہ چھوٹائی بڑائی اور عزت و ذلت کے مناظر آخرت میں سامنے آئیں گے۔ جو وہاں معزز ہوا وہ حقیقی معزز ہے اور جو وہاں مُحتَقَر (باحقارت) ہوا وہی اصلی حقیر ہے۔ پھر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار اپنے مبارک سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے، یہاں ہے، یہاں ہے۔ یعنی تقویٰ بڑا اور چھوٹا ہونے کا معیار ہے۔ جو اللہ سے جس قدر ڈرے گا اسی قدر

معززاور باآبرو ہوگا۔

بہت سے لوگ تقویٰ کے معیار پر کسنے بغیر کسی کو دنیاوی حیثیت سے پھٹا ٹوٹا حال دیکھ کر حقیر سمجھنے لگتے ہیں جو سراسر نادانی اور اپنے نفس پر ظلم ہے، بلکہ جو لوگ دین داری میں اپنے کو دوسرے سے بڑھا دیکھیں ان کو بھی یہ درست نہیں کہ اپنے سے کم عمل والے کو حقیر جانیں۔ کیا خبر وہ توبہ استغفار میں زیادہ عمل والے سے بڑھا ہوا ہو۔ یا اس کے نیک عمل میں اخلاص بہت زیادہ ہو اور زیادہ عمل والے کے دل میں اخلاص کم ہو۔

پھر آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ یعنی کسی میں کوئی اور کھوٹ اور عیب نہ ہو اور صرف اتنی ہی خرابی ہو کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر جانتا ہو تو یہ بہت بڑی خرابی ہے۔ اور انسان کے برا ہونے کے لئے بس یہ ایک ہی خرابی بہت ہے۔ جب انسان کسی حقیر سمجھے گا تو لامحالہ مغرور اور متکبر ہوگا اور حقیر سمجھنے کی وجہ سے بہت گناہوں میں ملوث ہو جائے گا۔

پھر آخر میں آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے لئے مسلمان کا سب کچھ حرام ہے۔ اس کا خون بھی، مال بھی اور آبرو بھی۔

یعنی مسلمان کے لئے ہر ایسا کام کرنا حرام ہے جس سے کسی مسلمان کو جانی یا مالی نقصان پہونچے، یا جس سے کسی مسلمان کی آبرو جائے یا آبرو میں فرق آئے۔

الحدیث السادس والثلثون ۳۶

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ
كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ مَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ
عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی
الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ
عَوْنِ اَخِیْهِ وَ مَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ
لَهٗ بِهٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ وَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ
یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ یَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ
السَّكِیْنَةُ وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ ذَكَرَهُمُ
اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ وَ مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ

(رواہ مسلم بهذا اللفظ)

مسلمان کی مدد کرنے اور اس کی پردہ پوشی کرنے کی فضیلت

(۳۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیاوی پریشانیوں میں سے کسی مؤمن کی کوئی پریشانی دور کر دی اللہ تعالیٰ روز قیامت کی پریشانیوں سے اس کی ایک پریشانی دور فرما دیں گے اور جس نے کسی

لہ فان قلت لم غائر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ہہنا من نفس عن مومن وقال فی فضل الستر من ستر مسلما قلت اجیب عنہ بانہ یحتمل ان یکون من باب تغائر الالفاظ دفعا للتکرار وبان الکربۃ لما کانت معنی باطنا ناسبت الایمان الذی ہو باطن وہو التصدیق ولما کان الستر یتعلق بالامور الظاہرۃ غالبا ناسب الوصف بالاسلام الذی یطلق علی الاعمال الظاہرۃ وہہنا سوال آخر وہو انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال نفس اللہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیامۃ ولم یذکر من کرب الدنیا وقال فی القرینۃ (بقیہ صفحہ ۲۰۱ پر)

تنگ دست کے لئے آسانی کردی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانی فرمادیں گے۔ اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد میں ہوتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے (پھر فرمایا کہ) جو شخص علم (دین) حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ میں چلا اللہ تعالیٰ جنت کیطرف لے جانے والے راستہ کا چلنا اس کے لئے آسان فرمادیں گے۔ اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (یعنی مسجد) میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے اس کا سبق لیتے ہیں تو (خدا کی طرف سے) ضرور ان پر سکون اور اطمینان کا نزول ہوتا ہے اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے درباریوں میں یاد فرماتے ہیں (پھر فرمایا کہ) جس کا عمل بلند مرتبہ پر پہنچانے میں دیر لگائے اس کا نسب اس کو بلند مرتبہ پر لے جانے میں جلدی نہیں کر سکتا (مسلم شریف)

تشریح اس حدیث مبارک میں چند نیکیوں کی ترغیب دی گئی ہے اور ان کے دنیوی و اخروی فوائد سے باخبر فرمایا ہے جو محتاج تشریح نہیں ہے۔ حدیث شریف کے آخر میں یہ جو فرمایا کہ جس کا عمل بلند مرتبہ پر پہنچانے میں دیر لگائے اس کا نسب جلدی کر کے آگے نہیں بڑھا سکتا۔ یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے جو عبرت کے لئے ہر موقع پر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ بڑا پُر مغز اور بصیرت افروز جملہ ہے۔

نسب پر فخر کرنے کی مذمت جو لوگ نسب پر فخر کرتے ہیں کسی صحابی یا کسی بزرگ کی اولاد میں ہونے پر فخر کرتے کرتے ڈھیر ہوئے جاتے ہیں، اس عبرت خیز جملہ پر غور کریں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ کسی صحابی یا کسی بزرگ کی نسل سے ہوتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۰) الا حقہ سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ فذکر کلتا الدارین واجیب عنہ بان کرب الدنیا بالنسبۃ لیست بمنزلۃ ان تذکر مع کرب الآخرۃ وقال ان المقصود ھو الترغیب وھو حاصل بذکر تنفیس کرب احدی الدارین ۱۲

اپنے نام کے ساتھ نسبی نسبت کا کلمہ ضرور لگاتے ہیں۔ صدیقی، فاروقی، عثمانی۔ حسنی، حسینی، ایوبی، نعمانی، فریدی اور اسی طرح کی بہت نسبتیں جو ناموں اور دستخطوں کے ساتھ سامنے آتی رہتی ہیں ان کے لکھنے اور لکھانے والوں میں بہت کم ایسے ہیں جن کا مقصد صرف اظہار واقعہ یا اور کوئی صحیح نیت ہو ورنہ بیشتر ایسے لوگ ہیں جو نسبی بڑائی بگھارنے کے لئے ان نسبتوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں باستثنائے چند افراد یا چند خاندانوں کے ان نسبتوں پر اصرار کرنے والے ایسے لوگ ہیں جو عمل کے لحاظ سے حد درجہ گرے ہوئے اور دین کے ضروری عقائد وارکان سے بھی غافل بلکہ ناواقف ہوتے ہیں جن حضرات کی طرف نسبتیں کرتے ہیں اگر ذرا دیر کے لئے اس عالم میں تشریف لے آویں تو اپنی طرف نسبت کرنے والوں کا حال بد دیکھ کر جو نماز غارت کرنے، روزہ کھانے، رشوت لینے، سینما دیکھنے، زکوٰۃ روکنے اور اسی طرح کے بدترین عیوب و قبائح کی شکل میں عیاں ہوتا رہتا ہے، ان کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہ کریں۔ اور دور ہی سے دُر دُر پھٹ پھٹ کریں۔

جو شیوخ و سادات کے خاندان وسیع زمین پر آباد ہیں اور جو اکابر صوفیہ یا علماء کے نسب سے سلسلہ جوڑنے والے گھرانے اس دنیا میں بستے ہیں نسب کا غرور تو ان کو اتنا ہے کہ دوسرے خاندانوں کے افراد کو بہت ہی حقیر جانتے ہیں اور زندگی کا جائزہ لو تو جو خرابیاں اور گناہ دوسروں میں ہیں وہی ان شریف بننے والوں میں نظر آتے ہیں۔ غریب بقدر غربت اور امیر بقدر سرمایہ معصیتوں اور گناہوں میں ملوث ہیں۔ دینی تعلیم حاصل کرنے اور قرآن و حدیث سے محبت کرنے میں بھی ان ہی کا حصہ زیادہ ہے جو نسب کے اعتبار سے کم سمجھے جاتے ہیں۔ شریف خاندان والے بس نسب پر اترا لیتے ہیں، مگر محبت لندن اور امریکہ سے رکھتے ہیں۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کو آباد رکھنے میں پیش پیش ہیں دینی مدرسے اکثر نامعروف خاندانوں کے افراد سے یا ان گھرانوں کی اولاد سے آباد رہتے ہیں جو باعتبار نسب کم مرتبہ کے سمجھے جاتے ہیں۔

جو لوگ نسب پر فخر کرتے ہیں ان کو نسبی بڑائی کا ثبوت بھی تو دینا چاہیے اور

جب اُن حضرات سے اپنا نسبی جوڑ ملاتے ہیں جو دین داری میں بڑے تھے تو خود دین دار بن کر اپنے اکابر و اسلاف کے طریقہ پر گام زن ہونا لازمی ہے، اعمال صالحہ سے خالی، دنیا سے محبت آخرت سے غفلت اور بے فکری غیر قوموں کی شکل وصورت اور لباس وتراش کو اختیار کرنا اور اپنے اسلاف کی وضع قطع اور لباس وصورت سے نفرت کرنا اور پھر بھی ان اسلاف سے نسب جوڑنے پر فخر کرنا بڑی نادانی ہے۔

اللہ کے نزدیک تقویٰ معیارِ فضیلت ہے

اللہ رب العزت نے بڑائی کا قاعدہ کلیہ سورۂ حجرات میں بیان فرما دیا ہے کہ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ یعنی اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔
اللہ کے نزدیک تو بڑائی کا معیار تقویٰ ہے اور جو اللہ کے نزدیک بڑا ہے وہی حقیقت میں بڑا ہے۔ اگر دنیا والوں نے بڑا سمجھا اور اخباروں ورسالوں میں نام چھپے اور لوگوں نے تعریفیں کیں مگر اللہ کے نزدیک کمینہ اور ذلیل رہا تو دنیا کی بڑائی کس کام کی۔

اللہ کے نزدیک پرہیزگار اور دیندار ہی بڑے ہیں اور جو لوگ اللہ کے نزدیک بڑے ہیں دنیا میں بھی اچھائی سے یاد کئے جاتے ہیں اور سیکڑوں برس تک دنیا میں ان کا چرچا رہتا ہے اور آخرت میں جو ان کو بڑائی ملے گی وہ الگ رہی۔
بڑے بڑے فقہاء، محدثین عجمی تھے اور نسب کے اعتبار سے بڑے خاندانوں سے نہ تھے بلکہ ان میں بہت سے وہ تھے جو آزاد کردہ غلام تھے آج تک ان کا نام روشن ہے اور رہتی دنیا تک امت کی طرف سے ان کو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعائیں پہنچتی رہیں گی نسب پر اترانے والوں کو امت جانتی بھی نہیں ہے۔ غرور کر کے اور شیخی بگھار کے دنیا سے رخصت ہو گئے آج ان کو کون جانتا ہے؟ سب بڑائیاں خاک میں مل گئیں

نسب پر فخر کرنے والے آخرت سے بے خبر ہیں

بعض قوموں میں نسبی غرور اور تکبر کا یہ عالم دیکھنے میں آیا کہ کوئی ایسا مسلمان اگر ان کو سلام کرلے جو نسبی حیثیت سے کم سمجھا جاتا ہو تو اس کے سلام کا جواب دینے کو عار سمجھتے ہیں بلکہ بعض مواقع پر اس کو سزا دینے پر

آمادہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو سلام کرنا ہماری برابری کا دعویٰ ہے یہ کیونکر برداشت ہو۔ بعض جگہ زمینداروں کے یہاں نشست گاہ کے معیار مقرر ہیں فلاں قوم کا شخص نیچے بیٹھے گا اور فلاں شخص چارپائی پر نہیں بیٹھ سکتا۔ اور اسی طرح کے بہت سے آداب تجویز کئے ہیں' یہ بھی نسب پر فخر ہے یہ مغرور اور متکبر ذرا آخرت کے منظر کا تصور رکھا نہیں اور یہ سوچیں کہ دنیا کے تمام انسانوں کو آخرت کے میدان میں پہونچنا ہے اور اعمال کی جانچ ہونے کے لئے موقف حساب میں کھڑا ہونا ہے اور پھر اعمال کے اعتبار سے جنت یا دوزخ میں جانا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس پر کافی غور کریں کہ آخرت کے نجات دلانے والے اور وہاں عزت کے منبروں پر بٹھانے والے اعمال ہم کر رہے ہیں یا یہ شخص اعمالِ صالحہ میں لگا ہوا ہے جس کو ہم نے نیچے بٹھایا ہے اور اپنے سے کم سمجھا ہے۔ ہوسکتا ہے (اور خدا جانے کتنے مغروروں کے ساتھ یہی ہوگا) کہ قیامت کے میدان میں ذلیل و خوار ہوں گے اور کم نسب والے اعزاز و اکرام کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے وہ کیسا عجیب منظر ہوگا جب کہ دنیا کے اعتبار سے کم مرتبہ والے بلند اور اونچے نسب والے اور کرسی نشین ذلیل ہو کر رہ جائیں گے ۔

کہ فضیحت بود بروز شمار
بندہ آزاد و خواجہ در زنجیر

بزرگوں کی نسل میں ہوتے ہوئے فخر کرنا بیجا ہے۔ اُن کے اعمال ان کے لئے تھے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں۔ قرآن حکیم کا ناطق فیصلہ ہے۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ (بقرہ)

وہ جماعت تھی پیغمبروں کی جو گزر گئی۔ جو انہوں نے کیا وہ ان کے لئے ہے اور جو تم کرو گے وہ تمہارے لئے ہے۔

حضرت سلمان فارسی کا ارشاد

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کچھ لوگ فخر کے طور پر اپنے نسب کی بڑائی بیان کرنے لگے۔ حضرت سلمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو اپنے بارے میں یہ کہتا ہوں کہ ناپاک نطفہ سے پیدا کیا گیا اور مر کر بدبودار نعش بن جاؤں گا اس کے بعد مجھے قیامت کے روز انصاف کی ترازو کے پاس کھڑا کیا جائے گا اگر اس وقت میری نیکیاں بھاری نکلیں تو میں شریف ہوں اور اگر میری نیکیاں گناہوں کے مقابلہ میں ہلکی رہ گئیں تو میں ذلیل ہوں۔ شرافت اور ذلت کا فیصلہ وہیں ہوگا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے گالی دی، تو جواب میں ارشاد فرمایا کہ بھائی! میں اگر دوزخ سے بچ گیا تو تیرے برا کہنے سے میرا کچھ نہیں بگڑتا اور اگر خدا نخواستہ دوزخ میں جانا پڑا تو جو کچھ تو نے کہا اس سے بھی زیادہ برا ہوں۔

یہ امام زین العابدین کون تھے؟ سید السادات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور شہید کربلا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ روزانہ ہزار رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے اور ہر قسم کی عبادت میں پیش پیش رہتے تھے، انھوں نے نسب پر فخر نہیں کیا، بلکہ آخرت کا خیال کرکے گالی دینے والے کو نرمی سے وہ جواب دیا جس کا ابھی ذکر ہوا۔

نسبتوں پر فخر کرنے والے بھی قابل تنبیہ ہیں رشتہ کے نسب ناموں پر فخر کرنے والوں سے علاوہ وہ طبقہ بھی قابل تنبیہ ہے جو شیخیت اور تصوف کے رشتوں پر فخر کرتا ہے یہ لوگ اپنی نسبتوں میں چشتی، قادری، سہروردی، شاذلی، نظامی، نقش بندی اور ان جیسی بہت سی نسبتیں لگا کر بزرگوں کے نام سے اپنے سلسلہ جوڑتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ان بزرگوں کے راستہ پر چلتا ہو ذکر فکر زہد فی الدنیا۔ آخرت کی رغبت اخلاص، یقین اور دیگر اخلاق فاضلہ اور صفاتِ حسنہ سے متصف ہو تو جس راستہ سے اس کو فیض ملا ہے اس سلسلہ کے اکابر سے اپنے کو منسوب کرنے میں چنداں حرج بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر عمل ذرا نہ ہو اور ان اسلاف ومشائخ کے طریقہ سے بیزاری اور بے رغبتی اور معصیتوں میں رات دن گذرتے ہوں تو رسمی پیری مریدی والوں سے تعلق کے ساتھ نسبتیں قائم کرکے یہ سمجھ لینا کہ ہم بھی فلاں سلسلہ میں منسلک ہیں سراسر

نادانی اور دھوکا ہے۔ حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ کوڑی ہو کر اشرفی بنتے ہیں۔

سجادہ نشینی کی خرابی سجادہ نشینی کی وہ وبا چلی ہے کہ سابق سجادہ نشین کا بیٹا ہونا ہی گدی سنبھالنے کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے جتنی خانقاہیں سجادہ نشینوں اور مریدوں سے آباد ہیں۔ اغلب تو یہی ہے کہ یہ سب کی سب ورنہ چند تو یقینی طور پر ایسی ہی ہیں کہ وہاں کوئی بزرگ آکے بیٹھ گئے تھے انھوں نے وہاں کے علاقہ میں اپنی قوت باطنی اور فراست اور نور بصیرت اور تربیت اور تزکیہ کے ذریعہ فیض پہنچایا اور بنجر علاقوں کو سرسبز اور شاداب کردیا۔ ہزاروں مریدوں میں سے دو چار جو اس لائق ہو گئے کہ دوسروں کو راہ حق پر لا سکتے ہوں ان کو عامۃ الناس کی ہدایت کے لئے (نہ صرف سلسلہ چالو رکھنے کے لئے) مرید کرنے کی اجازت دیدی پھر ایک دو پشت کے بعد یہ سلسلہ بطور میراث کے چالو ہو گیا اور ہر باپ ہر بیٹے کو چاہے کیسا ہی ناخلف ہو سلسلہ چلانے کی اجازت دیتا رہا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ عموماً سجادہ نشین سراسر معصیتوں میں ملوث دنیا کے طالب اور آخرت سے غافل اور جلب زر میں ماہر ہیں جن کی صورت شکل شریعت اور طریقت دونوں کے خلاف، نمازیں بھی غائب کرتے ہیں اور عرس کے موقعوں پر طوائف کے ناچ ہوتے ہیں۔ طبلہ اور سارنگی اور ہاؤ ہو ہر گانے ہوتے ہیں۔ کیا یہ بزرگوں کے کام ہیں؟ یہ دینی نقصان امت کو صرف اس لئے پہنچا کہ کسی بزرگ کی نسل میں ہونے کی وجہ سے باوجود نااہل ہونے کے گدی دیدی گئی۔

اکثر سجادہ نشین تصوف سے بالکل کورے ہیں، آداب سلوک سے بالکل ناواقف ہیں گدیاں صرف کاروبار کے طور پر چالو کر رکھی ہیں۔ عوام بھی ان سے خوش ہیں اس لئے کہ مرید ہو جانے پر سوائے سالانہ ٹیکس ادا کرنے کے کسی قسم کی کوئی ذمہ داری عمل صالح کرنے کی یا معصیت سے بچنے کی اُن پر نہیں ڈالی جاتی۔

وہ بھی ایسے پیروں کو غنیمت جانتے ہیں اور یہ گدیاں ضَلُّوا فَاَضَلُّوا کا گروہ بنی ہوتی ہیں۔ الحاصل عمل کی ضرورت ہے شریعت پر چلنا سب سے بڑی بزرگی ہے قیامت میں عمل ہی کام دیگا۔ نسب اور رشتے ٹوٹ جائیں گے البتہ جو تعلقات تقویٰ اور عمل صالحہ کی وجہ سے قائم ہیں وہ اس دن بھی قائم رہیں گے۔ معدودے چند مشائخ جو شریعت پر چلنے اور چلانے کو زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں اور اپنے متعلقین اور متوسلین کو اعمال صالحہ کی اختیار کرنے اور گناہوں سے بچنے پر زور دیتے ہیں اور جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور آخرت کے فکرمند ہیں نسب اور رشتہ پیران کو فخر نہیں ہے بلکہ اپنے نیک اعمال کو بھی نکما اور کھوٹا سمجھتے ہیں وہی اس لائق ہیں کہ ان سے فیض حاصل کیا جائے۔

الحدیث السابع والثلثون ۳۷

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَّبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ اِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً وَ اِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً

رواہ البخاری ومسلم فی صحیحیھما بھذہ الحروف

نیکی پر کتنا ثواب ملتا ہے اور گناہ پر گرفت کے بارے میں کیا قانون ہے

(۳۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں اور یہ روایت ان روایات میں سے ہے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف منسوب

کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمایا کرتے تھے (روایت یہ ہے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں (کے اندازوں) کو لکھ دیا ہے۔ پس جس شخص نے ایک نیکی کرنے کا ارادہ کیا پھر اس کو نہ کیا تو اللہ تعالیٰ (محض اپنی رحمت سے) اس کے لئے اپنے نزدیک پوری ایک نیکی لکھ دیں گے۔ اور جس نے نیکی کا ارادہ کر کے وہ نیکی کر لی اللہ تعالیٰ اس کے لئے نزدیک (کم از کم) دس نیکیاں لکھ دیں گے (اور دس گنا پر بس نہیں بلکہ) سات سو گنا تک (اور سات سو سے بھی آگے) بہت زیادہ (اضافے فرما کر) چند در چند بڑھا کر لکھ دیتے ہیں اور اگر برائی کا ارادہ کیا پھر اس پر عمل نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے نزدیک پوری ایک نیکی لکھ دیں گے۔ اور اگر برائی کا ارادہ کر کے وہ برائی کر لی تو اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھ دیں گے (بخاری و مسلم)

تشریح اس مبارک حدیث میں اللہ جل شانہٗ کی رحمت اور اس کے فضل و انعام سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں باخبر فرمایا ہے۔ اللہ جل شانہٗ بندہ کو کسی عمل پر اجر و ثواب عنایت فرمائیں یہ ان کا بڑا فضل و کرم ہے کسی کا اللہ پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اگر وہ عمل کا حکم فرمائیں اور تعمیل کرنے پر کچھ بھی نہ دیں تو ان سے لینے کا کون حقدار ہے؟ وہ تو مالک الکل اور خالق الکل ہیں ان کو سب کچھ اختیار ہے۔ لہٰذا ان کا یہ کرم عظیم ہے کہ عمل کی توفیق دی پھر اوپر سے یہ مزید کرم ہے کہ عمل کرنے پر اجر و ثواب عنایت فرماتے ہیں اور عنایت بھی ایسی نہیں کہ تھوڑا بہت دیدیا جاتا ہو بلکہ ہر نیکی کو کم از کم دس گنا بڑھا کر اجر و ثواب عنایت فرماتے ہیں۔ دس گنا تو کم سے کم ہے باقی زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ ایک نیک عمل کو سات سو گنا تک اور اس سے آگے بڑھ کر جہاں تک چاہیں چند در چند بڑھا کر اجر و ثواب عنایت فرماتے ہیں عمل کرنے والے کی نیت سچائی اور کام کی خوبی اور عمدگی

لہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسنۃ کاملۃ انما وصفہا الحسنۃ بالکاملۃ لئلا یتوہم انہا تکتب حسنۃ ناقصۃ لتوہم انہا کتبت بالہم فقط ۱۲

اور برموقوف کئے جانے پر اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ اجر وثواب عنایت فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیک عمل کا ارادہ ہو جانا بھی کافی ہے۔ نیکی کا ارادہ ایک نیکی لکھ دی گئی۔ اگر اس نیکی کو کر بھی لیا تو کم از کم اس کو دس گنا کر کے اور زیادہ سے زیادہ جہاں تک اللہ چاہیں اضافہ فرما کر اجر وثواب مرحمت فرما دیتے ہیں۔

سبحان اللہ! جس ذات پاک کو عمل کرنے پر بھی کچھ نہ دینے کا اختیار ہے وہ صرف ارادہ کر لینے پر بھی اجر و انعام سے نواز دیتے ہیں۔

برائی کا معاملہ اس کے برخلاف ہے کہ برائی کرنے پر دس برائیاں نہیں لکھی جاتی ہیں بلکہ صرف ایک برائی لکھ دی جاتی ہے اور توبہ سے اس کے معاف ہو جانے کا قانون بھی موجود ہے۔ فسبحان اللہ الذی بیدہٖ ملکوت کل شئ۔

ہر نیکی پر کم از کم دس گنا ثواب قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (انعام)

جو کوئی لائے ایک نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے، اور جو بدی لیکر آئے سو بس اسکو اتنی ہی سزا دی جائیگی جتنا اس نے عمل کیا ہے اور انپر ظلم نہ ہوگا

سات سو گنا اضافہ بلکہ اس سے بھی زیادہ نیز ارشاد ربانی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ)

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کے راستے میں اس کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس نے سات بالیں اگائیں ہر ہر بال میں سو سو دانے ہیں اور اللہ بڑھاتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے اور اللہ گنجائش والا واقف کار ہے۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ کی تفسیر میں اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ اس میں یہ اطلاع دی ہے کہ سات سو سے بڑھا کر اللہ تعالیٰ جہاں تک چاہیں بڑھا دیتے ہیں۔ بعض حدیثوں سے ثابت ہے کہ حرم شریف میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں

کے برابر ہوتی ہے۔

سات لاکھ کا اضافہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے راستے میں خرچ بھیج دیا اور خود گھر میں رہا تو اس کے لئے ایک درہم کے بدلے سات سو درہم ہیں اور جس نے خود اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے اللہ کے لئے خرچ کیا اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو ہزار (یعنی سات لاکھ) درہم ہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ جہاد میں اللہ کا ذکر کرنے پر ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں جن میں ہر نیکی کو دس گنا کیا جاوے گا اس مزید (انعام) کے ساتھ جو اللہ کے پاس (اس کے علاوہ) ہے۔ (جمع الفوائد ص ج ۲)

خوف خدا سے برائی چھوڑنے پر ثواب یہ جو فرمایا کہ اگر برائی کا ارادہ کیا اور پھر اس پر عمل نہ کیا تو اس پر ایک نیکی اللہ جل شانہٗ کے نزدیک لکھ دی جاتی ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس برائی کو خدا کا خوف کھا کر چھوڑا ہو۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ ایسے بندہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّاىَ — اس نے یہ گناہ صرف میری وجہ سے چھوڑا ہے

اگر کوئی شخص برائی کا ارادہ کرے پھر قدرت نہ ہونے یا اسباب موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کو کر نہ سکے تو ایسی صورت میں گناہ چھوڑنے کا ثواب ملیگا۔

امت محمدیہ پر اللہ پاک کی خاص مہربانی امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) پر رب العالمین ارحم الراحمین جل مجدہٗ کا بڑا کرم ہے اور اس امت پر بڑی عنایت ہے ذرا ذرا سے بہانوں پر نیکیوں کے پہاڑ مل جاتے ہیں اور گناہوں کی معافی کے اتنے راستے اور اتنے قانون موجود ہیں کہ جسے ذرا بھی خدا کا خوف اور آخرت کا خیال ہوگا، عذاب آخرت میں ہرگز گرفتار نہ ہوسکے گا۔ وَلَا يَهْلِكُ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا هَالِكٌ۔

امت محمدیہ کو جو بڑائی اور برتری اللہ پاک رب العزت نے بخشی ہے اور جو مقبولیت اور اعمال کے اُجور و ثمرات کی نوازشوں کی بارش امتِ مرحومہ پر کی ہے اس کی تفصیل کے لئے بڑی بڑی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ اس موقع پر ذرا تفصیل کے ساتھ ہم بھی لکھتے ہیں۔

مجبوری کی وجہ سے نیک عمل پورا نہ کرسکے تو ثواب پورا ہی ملتا ہے

(۱) اگر کسی نیک عمل کو شروع کردے اور اس کے بعد کسی مجبوری سے پورا نہ کرسکے تو اس کے لئے پورا عمل کردینے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے لئے (اپنے گھر سے) نکل گیا پھر راستہ میں مرگیا تو اس کے لئے خدا تعالیٰ مجاہد اور حاجی اور عمرہ کرنے والوں کا ثواب لکھ دیگا۔

قرآن شریف میں وارد ہے

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (نسا)

اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کے لئے نکل جائے پھر اس کو موت آجائے تو اللہ کے ذمہ اس کا ثواب ثابت ہوگیا

سچی نیت پر ثواب

(۲) حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے کہ جو شخص تہجد کی نماز پڑھنے کی نیت سے سویا اور پھر آنکھ نہ کھل سکی تو اس کو تہجد پڑھنے کا ثواب ملیگا (نسائی)

عشا اور فجر باجماعت پڑھنے کا ثواب

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز عشا جماعت سے پڑھی گویا اس نے آدھی رات نماز میں قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے ساری رات نماز میں قیام کیا (مسلم شریف)

نماز باجماعت کا ثواب

(۴) جماعت میں جس قدر زیادہ آدمی ہوں اسی قدر فضیلت بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نماز دو شخصوں کے ساتھ مل کر پڑھنا ایک شخص کے ساتھ مل کر پڑھنے سے بہت پاکیزہ ہے اور اس سے آگے جتنی زیادہ جماعت ہو اسی قدر اللہ کو زیادہ پسند ہے (ابوداؤد)

درخت لگانے اور کھیتی بونے کا ثواب

(۵) جو بھی مسلمان کوئی پودا لگائے یا کھیتی بوئے پھر کوئی انسان یا پرندہ یا چوپایہ اس میں سے کھائے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوگا (بخاری و مسلم) دوسری روایت میں ہے کہ اس میں سے جو کچھ چوری ہو جائے گا وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہوگا۔ (ج۲، مشکوٰۃ)

شکر کی فضیلت

(۶) کھا کر شکر کرنے والا روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کے برابر ہے

نماز کو جانے کیلئے ہر قدم پر ثواب

(۷) جب اچھی طرح وضو کرکے مسجد کو چلے اور صرف نماز ہی کے لئے جا رہا ہو تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے (ایضاً)

جہاد کے لئے گھوڑا پالنے کا ثواب

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدہ کو سچا جانتے ہوئے گھوڑا پال کر باندھے رکھا تو اس کا پیٹ بھرنا اور پانی سے سیراب ہونا اور لید و پیشاب کرنا قیامت کے دن اس شخص کی ترازو میں ہوگا (بخاری)

والدین پر نظر رحمت ڈالنے کا ثواب

(۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے والی اولاد اپنے والدین کی طرف ایک مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھے تو اس کے لئے ہر نظر کے بدلے اللہ تعالیٰ ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا اگرچہ روزانہ سو مرتبہ نظر کرے؟ ارشاد فرمایا ہاں اللہ بہت بڑا ہے اور نقصانات سے پاک ہے (مشکوٰۃ)

صائم الدھر ہونے کا آسان نسخہ

(۱۰) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ روزے رکھ لئے تو اس کے پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ اگر ہمیشہ

ایسا ہی کر لیا کرے، تو گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے (مسلم شریف)

تھوڑے سے عمل سے بڑی نعمتوں کا شکریہ

(۱۱) تھوڑا سا عمل کرنے پر بڑی بڑی نعمتوں کا شکریہ شمار کر لیا جاتا ہے۔ حصن حصین میں ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ پڑھ کر کھانا کھائے اور کھا کر یہ پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا وَاَفْضَلَ تو اس سے اس کھانے کا حساب نہ ہوگا۔
اور ابوداؤد شریف میں ہے کہ جو شخص صبح کے وقت یوں کہے۔ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِىْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔ تو اس نے اس دن کی نعمتوں کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے شام کو یہ کلمات پڑھ لئے تو اس نے اس رات کی نعمتوں کا شکریہ ادا کر دیا۔

جسم کے ۳۶۰ جوڑوں کا شکریہ

(۱۲) اور حدیث شریف میں ہے کہ انسان کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہیں اور اس کے ذمہ ہے کہ ہر جوڑ کے بدلے صدقہ دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ ایسا کس سے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد میں پڑی ہوئی ناک کی ریزش یعنی رینٹھ کو تم دفن کر دو یعنی اس کو مسجد سے صاف کر دو اور راستے سے تکلیف دہ چیز دور کر دو تو یہ صدقہ ہے (اس سے بھی شکریہ ادا ہو جاتا ہے) سو اگر تم کو اس کا موقعہ نہ ملے تو چاشت کی دو رکعتیں تم کو (۳۶۰ جوڑوں کی طرف سے صدقہ دینے کی جگہ) کافی ہوں گی۔ (مشکوٰۃ) یہ حدیث پہلے بھی گذر چکی ہے

شب قدر میں عبادت کا ثواب

(۱۳) زمانے کی وجہ سے ثواب بڑھا دیا جاتا ہے مثلاً لیلۃ القدر کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ (قرآن حکیم)

حرم کی ایک نیکی لاکھ نیکی کے برابر

(۱۴) مکان کے مقدس اور متبرک ہونے کی وجہ سے بھی ثواب بڑھ جاتا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج کے لئے پیدل جائے اور پیدل واپس آئے اس کے لئے ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی کسی نے عرض کیا کہ حرم کی نیکیوں کا کیا مطلب ہے؟
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتی

ہے (اس لحاظ سے سات سو نیکیاں سات کروڑ کے برابر ہو گئیں)

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز کا ثواب

دوسری حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مکہ کی مسجد یعنی مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ و الترغیب)

تلاوت کا ثواب

(۱۵) بہت سی چیزیں پڑھنے کی ایسی ہیں کہ ان کے پڑھنے میں وقت بہت کم خرچ ہوتا ہے اور ان کا پڑھنا بہت سہل ہے مگر ان کا ثواب بہت زیادہ ہے مثلاً قرآن کریم پڑھنے سے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں اور سورۂ یٰسٓ کے ایک مرتبہ پڑھنے سے دس مرتبہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور سورۂ اذا زلزلت پڑھنے سے نصف قرآن کریم کا اور سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھنے سے تہائی قرآن کریم کا ثواب ملتا ہے اور سورۂ قل یاایہا الکٰفرون پڑھنے سے چوتھائی قرآن کریم کا ثواب ملتا ہے۔ اگر کوئی دس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے تو جنت میں ایک محل تیار ہو جاتا ہے اور جو کوئی رات کو سورۂ آل عمران کا آخری رکوع پڑھ لے تو اسے رات بھر نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۂ الہٰکم التکاثر پڑھنے سے ہزار آیتیں پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ یہ سب احادیث مشکوٰۃ شریف میں ہیں۔

درود شریف کا ثواب

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجنے سے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتے ہیں اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ درود بھیجنے سے خدا اور اس کے فرشتے درود بھیجنے والے پر ستر رحمتیں بھیجتے ہیں (مشکوٰۃ شریف)

بعض اذکار و اشغال کا بہت زیادہ ثواب

الحمد للہ کا ثواب ترازو کو اور سبحان اللہ والحمد للہ کا ثواب آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے[1] جو شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہتا ہے اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگ جاتا ہے (ترغیب و ترہیب)

کھانا کھا کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ

---

[1] اس کی شرح حدیث نمبر ۲ کے ذیل میں گذر چکی ۱۲

دعا کو پڑھنے سے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں (ابوداؤد)

جو مومن بندہ صبح شام ۳ مرتبہ پڑھے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا تو خدا کے ذمہ ہے کہ اس کو قیامت کے دن راضی کرے (ترمذی)

جو شخص فجر کی نماز باجماعت پڑھے اور اسی جگہ بیٹھے بیٹھے سورج نکلنے تک اللہ کو یاد کرتا رہے اور پھر دو رکعت نماز پڑھ لیوے تو اس کو پورے پورے حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا (ترغیب)

فتنوں کے زمانے میں اعمال کا ثواب

(۱۶) فتنوں اور مشکلات کے زمانہ میں اجر بڑھ جاتا ہے چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارے (یعنی صحابہؓ کے) بعد صبر کے دن آئیں گے جو شخص ان دنوں میں صبر کرے گا (یعنی دین پر جما رہے گا) اس کو ایسی تکلیف ہوگی جیسے ہاتھ میں انگارے لے رکھے ہوں ان دنوں میں عمل کرنے والے کو ان پچاس آدمیوں کا اجر ملے گا جو اس زمانے کے علاوہ دوسرے دنوں میں اس جیسا عمل کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا ان میں سے پچاس کا اجر ملیگا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پچاس عمل کرنیوالوں کا عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا (مشکوٰۃ شریف)۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا قتل فساد اور بلووں کے زمانہ میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے (ایضاً) بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اس امت کے آخری دور میں ایسے لوگ ہوں گے جن کو وہی اجر ملے گا جو پہلوں کو ملا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے اور فتنہ والوں سے قتال کریں گے (مشکوٰۃ)

کسی نیکی کا سبب بن جانا

(۱۷) کسی نیک کام کا سبب بن جانے سے اس نیک کام کا ثواب مل جاتا ہے جس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو کوئی نیک کام بتا دے اس کو بھی عمل کرنے والے کا ثواب ملے گا (مسلم)۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ نیک کام کرنیوالے کے لئے اسباب مہیا کردے یا نیک کام کرنے والے کو نیکی کرنے کیلئے فارغ کردے اور اسکا کام خود کردے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے جس نے جہاد فی سبیل اللہ کرنیوالے کو سامان

دے دیا اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے غازی کے پیچھے اس کے بیوی بچوں کی خبرگیری کی اس نے بھی جہاد کیا (بخاری و مسلم) اور ایک صورت یہ ہے کہ کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ جائے مثلاً کوئی دینی کتاب تصنیف کر دے یا مسجد و مدرسہ بنوا دے یا کوئی کنواں کھدوا دے یا مسافرخانہ تعمیر کرا دے یا نہر جاری کر دے تو جب تک یہ چیزیں باقی رہیں گی مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب ملتا رہیگا۔

سچی آرزو پر ثواب (۱۸) اگر نیک کام کرنے سے عاجز ہو یا عاجز تو نہ ہو مگر اس کی زندگی میں اس کام کے کرنے کا موقع نہ آئے اور دل میں یہ تمنا ہو کہ مجھ سے ہو سکتا یا اس کام کا موقع ہوتا تو ضرور کرتا تو باوجود اس عجز کے بھی اس کو عمل کرنے کا ثواب مل جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بندے کو اللہ نے مال دیا اور علم بھی سو وہ اس مال کے بارے میں اللہ سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اس مال کے بارے میں اللہ کے لئے عمل کرتے ہوئے اس کے حق کا خیال رکھتا ہے (یعنی زکوٰۃ صدقات کرتا ہے اور نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے) تو یہ شخص افضل مرتبہ والا ہے اور ایک شخص کو اللہ نے علم دیا اور مال نہ دیا تو یہ شخص سچی نیت والا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں شخص کی طرح نیک عمل کرتا۔ سو ان دونوں کا اجر برابر ہے (ترمذی شریف)

نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس نے سچے دل سے اللہ سے شہادت کا سوال کیا اس کو خداوند کریم شہیدوں کے درجے تک پہونچا دے گا۔ اگرچہ اپنے بستر پر مرے (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مدینہ کے قریب پہونچے پر ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ ہیں جن کا حال عجیب ہے اور وہ یہ کہ تم جتنا کچھ چلے ہو اور جتنی وادیاں تم نے طے کی ہیں اس سب میں وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک رہے ہیں۔ صحابہؓ نے تعجب سے سوال کیا یا رسول اللہ! مدینہ میں ہوتے ہوئے؟ فرمایا (ہاں) مدینہ میں ہوتے ہوئے کیونکہ ان کو معذوری نے روک لیا تھا (بخاری شریف)

نیکیوں کے ذریعہ گناہوں کا معاف ہونا (۱۹) نیکیوں کے ذریعہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں

جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔
إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (سورۂ ہود) بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔
حدیثوں میں آیا ہے کہ حج سے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک نماز سے دوسری نماز تک جو گناہ ہو جائیں وہ نماز سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے تو اس کے جسم سے اس کے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے تک سے نکل جاتے ہیں (مشکوٰۃ) اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ پر یقین رکھتا ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے ایک سال کے پچھلے اور ایک سال کے آئندہ گناہوں کا کفارہ فرما دیگا۔ اور عاشورہ کا روزہ رکھنے سے اللہ پر یقین رکھتا ہوں کہ ایک سال کے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا (مسلم شریف)

فائدہ علماء کرام نے بتایا ہے کہ جن حدیثوں میں گناہ معاف ہونے کا ذکر ہے اس سے چھوٹے گناہ مراد ہیں اور بعض حدیثوں میں مالم یؤت کبیرۃ آیا ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ بڑے گناہوں کا کفارہ نیکیوں سے نہیں ہوتا ہے۔

فائدہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی کے چھوٹے گناہ کم ہوں اور نیکیاں بہت زیادہ ہوں تو پھر چھوٹے گناہوں کے کفارہ کے بعد اس کے بڑے گناہوں کی تخفیف کر دی جاتی ہے۔ اگر بڑے گناہ نہ ہوں یا بہت تھوڑے ہوں کہ تخفیف ہوتے ہوتے معاف ہو جائے تو پھر نیکیوں کے ذریعہ درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

جنت کی خوشخبری (۲۰) ذرا ذرا عمل کرنے پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اور جنت میں محل بنانے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص مؤذن کا جواب دے اس کے لئے جنت ہے (حصن)

دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور پھر أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے (مسلم)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس نے بارہ رکعت چاشت کی پڑھ لیں اس کے لئے خدا جنت میں ایک سونے کا گھر بنا دے گا۔ (مشکوٰۃ)

بعض اعمال کی وجہ سے دوزخ حرام ہو جانا

(۲۱) بعض اعمال پر دوزخ حرام کرنے اور دوزخ سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ مثلاً ترمذی اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے ظہر سے پہلے چار سنتوں کی اور ظہر کے بعد چار سنتوں کی پابندی کر لی اس کو خدا دوزخ پر حرام فرما دے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر کسی سے بولنے سے پہلے سات مرتبہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ پڑھ لے اور پھر رات کو مر جائے تو دوزخ میں نہ جا سکے گا۔ اور فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اگر کسی سے بولنے سے پہلے اس کو سات مرتبہ پڑھ لے اور پھر اس دن مر جائے تو دوزخ میں نہ جا سکے گا (مشکوٰۃ شریف)

نیک عمل کے لئے جو عمل ہو اس پر بھی ثواب ملتا ہے

(۲۲) ایک بہت بڑا یہ کرم اللہ پاک کا یہ ہے کہ جب کوئی بندہ نیک عمل کرنا چاہتا ہے تو صرف نیت کرنے پر اس کو ایک نیکی مل جاتی ہے اور جب عمل کرنے لگتا ہے تو عمل سے پہلے پہلے عمل کے لئے جتنے کام کرے گا ان کا اجر علیحدہ علیحدہ ملے گا۔ مثلاً کوئی شخص نماز پڑھنا چاہتا ہے تو یہی نہیں کہ اس کو صرف نماز پڑھنے کا اجر ملے گا بلکہ وضو کرنے کا علیحدہ اجر ملے گا اور مسجد میں جانے کا الگ ثواب ملے گا اور اندھیرے میں مسجد جانے کا ثواب جدا عنایت ہوگا۔ اور نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنے کا اجر مستقل ملے گا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرکے نفع ہی نفع ہے اللہ کے معاملے میں ٹوٹے کا نام نہیں۔ انسانوں کی نادانی ہے کہ ایسے سخی اور داتا کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف رُخ کرتے ہیں۔

فَمَنْ یُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا

الحدیث الثامن والثلثون ۳۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ (رواہ البخاری)

اولیاء اللہ کی فضیلت اور ثواب بالفرائض والنوافل (۳۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اسے لڑائی کا اعلان سناتا ہوں اور میری پسندیدہ چیزوں میں سے کسی بھی چیز کے ذریعہ میرا بندہ مجھ سے اس قدر قریب نہیں ہوتا جس قدر ان چیزوں کی (ادائیگی) کے ذریعے قریب ہوتا ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ مجھے محبوب ہو جاتا ہے۔ سو جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور (اس کی محبوبیت اور نزدیکی اس کو اس قدر بلند کر دیتی ہے کہ) وہ مجھ سے سوال کرے تو اس کا سوال پورا کر دوں اور جو مانگے اسے دیدوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے (آفات دنیا سے) پناہ دیدوں (بخاری شریف)

تشریح **اہل اللہ کی دشمنی کرنے کی مذمت** یہ حدیث مبارک، حدیث قدسی ہے

اور بڑے اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ اول اس حدیث مبارک میں ان بدنصیبوں کے حق میں وعید ارشاد فرمائی ہے جو اللہ کے دوستوں سے دشمنی رکھتے ہیں اور وعید بھی کوئی اس طرح کی نہیں کہ اس کو فلاں آفت پہنچے گی اور فلاں عذاب میں گرفتار ہوگا۔ بلکہ ایسی وعید سنائی ہے کہ جو ہر مصیبت اور ہر آفت اور ہر عذاب کے لئے جامع ہے اور وہ وعید یہ ہے کہ اللہ کے دوستوں سے جو شخص دشمنی کرے اللہ تعالیٰ کی اس سے جنگ ہے۔ چونکہ وہ اللہ کے دوستوں کا دشمن ہے اس لئے اللہ کا بھی دشمن ہے (دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے) اور ہر دوست اپنے دوست کی حمایت کرتا ہے اور جو شخص دوست سے بغض و دشمنی رکھنے والا ہوتا ہے اُس کا سر کچلنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اللہ رب العزت قادر وقیوم اور حکیم ہیں اپنے دوستوں کو منافع سے نوازنے کے لئے دکھ تکلیف پہنچاتے ہیں اور اللہ کے دوست اس کی محبت کے نشے میں ان تکلیفوں میں مزا لیتے ہیں اور ان سب کو صبر سے سہہ کر دنیا کی چند روزہ زندگی کو گذار کر اپنے دوست سے جا ملتے ہیں، لیکن مولائے کریم کو یہ گوارا نہیں کہ کوئی دوسرا اس کے دوستوں کو اذیت پہنچائے اور دکھ دیوے اسی لئے وہ اس شخص کو جنگ کا اعلان سناتے ہیں جو ان کے دوستوں سے دشمنی رکھے[1]

جو شخص اور جو قوم اور جو گروہ اللہ کے دوستوں سے دشمنی رکھے وہ اللہ رب العزت کا مدمقابل ہے اور جو اللہ کا مدمقابل بن کر کھڑا ہوا اس کی خیر کہاں ہوسکتی ہے؟ دنیا میں اس کے لئے ذلت اور رسوائی اور آفت و مصیبت ہے اور آخرت میں بھی اس کے لئے عذاب الیم اور عذاب مہین ہے۔ اپنے مدمقابل پر کوئی پابندی تو نہیں لگا سکتا ہے کہ فلاں ہتیار استعمال کرے اور فلاں ہتھیار کو میرے مقابلہ میں نہ نکالے اور نہ پابندی لگائی جاسکتی ہے کہ فلاں جگہ مارے اور فلاں جگہ نہ مارے اور نہ

[1] علماء حدیث نے فرمایا ہے کہ صرف دو گناہ ایسے ہیں جن کے مرتکب کو اللہ جل شانہٗ نے اعلان جنگ سنایا ہے ایک اس حدیث شریف میں مذکور ہے اور دوسرا سود خوار ہے ان دو کے علاوہ کسی اور گناہ کے متعلق ایسی وعید نہیں آئی۔"

یہ کہ فلاں مقام اور فلاں روز دشمنی کا وار کرے اور اس کے علاوہ نہ کرے جب اللہ رب العزت کو کسی نے اپنا مدمقابل بنالیا تو اس کو ہر مصیبت اور ہر آفت کے لئے دنیا میں اور ہر عذاب اور ہر ہلاکت کے لئے آخرت میں تیار رہنا چاہئے۔ اللہ کا مقابلہ کون کرسکتا ہے اور اللہ جسے عذاب دیں اور جس پر مصیبت و ذلت بھیجیں وہ کہاں بچ سکتا ہے۔

اللہ پاک فوراً بھی گرفت فرمالیتے ہیں اور ڈھیل دیکر عرصۂ دراز کے بعد بھی دنیا میں یا آخرت میں اکٹھا پکڑ لیتے ہیں، نا سمجھ دشمنانِ خدا ڈھیل کو رحمت سمجھ کر اپنی بد کرداری میں بڑھتے چلے جاتے ہیں اور پھر اچانک ارضی یا سماوی آفت میں یا مخلوق کی طرف سے کسی ہلاکت خیز مشکل و مصیبت میں پھنستے ہیں۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جب کبھی کسی شخص نے یا کسی جماعت اور گروہ نے یا کسی حکومت نے اہل اللہ سے دشمنی کی ہے اور پرستارانِ حق کو دکھ دینے کے کام کئے ہیں ایسے اشخاص اور جماعتیں اور حکومتیں نیست و نابود ہو کر رہ گئیں اور اس طرح کے لوگ آفات و بلیات کے شکنجوں میں جکڑے گئے ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑا، بعد کے آنے والوں نے ان کے حق میں بد دعائیں کیں اور ان کو ہمیشہ مکروہ الفاظ میں یاد کیا۔

اہل اللہ کی اہانت ایک مشغلہ بنالیا ہے

اس دور میں فسق و فجور کی زیادتی ہوتی چلی جارہی ہے جس کی وجہ سے ارضی و سماوی آفات و مصائب سے آئے دن دوچار ہونا پڑتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ دیگر اعمال فسق و فجور سے بڑھ کر یہ امر بھی روز افزوں ترقی پذیر ہے کہ جس جس لائن سے بھی کوئی شخصیت یا کوئی جماعت اللہ رب العزت سے نسبت و تعلق رکھتی ہے اسی نسبت کے اس شخصیت اور جماعت کو علانیہ برا کہا جاتا ہے اور ان کو لائق گردن زدنی گردانا جاتا ہے۔ ان کی ہنسی کی جاتی ہے، ان پر فقرے کسے جاتے ہیں۔ یہ بڑی ہلاکت خیز حالت ہے اور اس حالت نے دنیا کے بسنے والوں کو جن میں اسلام کے جھوٹے نام لیوا بھی شریک ہیں ان گنت مصائب میں گرفتار کردیا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں:-

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ

جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اسے لڑائی کا اعلان سناتا ہوں۔

ولی کسے کہتے ہیں ولی کا ترجمہ دوست ہے۔ اللہ کا دوست وہ ہے جو اللہ کے حکموں کی پابندی کرتا ہو۔ اللہ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے بچتا ہو پھر جو شخص فرائض کو ادا کرتے ہوئے اور ممنوعات سے بچتے ہوئے نوافل کا اہتمام بھی کرے اس کی دوستی زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اور جو لوگ فرائض و ممنوعات اور مندوبات و مستحبات کا علم حاصل کرتے ہیں وہ فرائض محبت اور آداب دوستی سیکھتے ہیں اور دوستی کا حق ادا کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسا علم حاصل کرتے ہیں اور ایسے اعمال کرتے ہیں جو اللہ کو محبوب اور پسند ہیں ایسے بندے خدا کے ولی ہیں عرف عام میں جنکو ولی کہتے ہیں مثلاً جو کسی کا خلیفہ ہو، جس کے گیروے کپڑے ہوں جس کی قبر پکی ہو، جس کا عرس ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ، حدیث شریف میں ولی کا یہ مطلب نہیں ہے۔

فرائض کی اہمیت اس کے بعد حدیث شریف میں تقرب بالفرائض اور تقرب بالنوافل کا ذکر ہے۔ اور ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ خدا کی نزدیکی بندہ کو فرائض کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ فرضوں کی ادائیگی اور حرام چیزوں سے پرہیز بہت بڑی دولت ہے چونکہ حرام چیزوں سے بچنا فرض ہے اس لئے مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ میں یہ چیز بھی آگئی۔ بہت سے لوگ فرضوں کی ادائیگی نہیں کرتے اور حرام چیزوں سے نہیں بچتے۔ مگر اپنے کو واصل بخدا سمجھتے یہ جہالت اور حماقت ہے جو شیطان کے دھوکہ دینے سے پیدا ہوتی ہے نمازیں چھوڑے ہوئے ہیں، زکوتیں ادا نہیں کرتے۔ برسوں سے حج فرض ہے مگر اس فریضہ کو ادا نہیں کرتے مگر چونکہ تسبیح اور وظیفہ پڑھتے ہیں اس لئے اپنے کو کامل و مکمل سمجھتے ہیں یہ گمراہ کن عقیدہ اسلامی مطالبات سے غافل اور جاہل ہونے کے باعث پھیلا ہے۔ دنیا دار پیر جنھوں نے پیری مریدی کو

پیشہ بنالیا ہے۔ خود تو دوزخ کے راستے پر پڑے ہی ہیں اپنے مریدوں کو بھی یہ بتاکر کہ تم کو معرفت حاصل ہوگئی ہے" ہر وقت یاد خدا سے دل آباد ہے یقین حاصل ہوچکا ہے، نماز روزہ کی ضرورت نہیں۔ دوزخ میں دھکیل رہے ہیں۔ فرضوں کا چھوڑنے والا مردود ہے۔ چاہے کتنے ہی وظیفے پڑھے خواہ کیسے ہی دعوے کرے۔

وہ لوگ قابل تنبیہ ہیں جو برسوں کی فرض نمازیں قضا کئے ہوئے ہیں ان نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کرتے اور وظائف و تہجد و نوافل بڑی پابندی اور جاں سوزی سے ادا کرتے ہیں۔ فرضوں کا مرتبہ اونچا ہے اور قیامت میں فرضوں کا سوال ہوگا۔ جو فرض روزے، فرض نمازیں، زکوٰتیں اپنے ذمہ ہوں ان کو جلد ترین ادا کرلینا لازم ہے۔ نفلوں کی جگہ قضا نمازیں پڑھ لیا کریں تو نوافل پڑھنے سے زیادہ ثواب ملے۔

نوافل کا فائدہ نوافل کا بھی بڑا درجہ ہے۔ فرضوں کی کامل و مکمل ادائیگی کرتے ہوئے جس قدر بھی نوافل ادا کئے جائیں بندہ کے حق میں بہتر ہوگا۔ جو بندے نوافل پڑھتے رہتے ہیں اللہ پاک کی بارگاہ میں نزدیک تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کی نزدیکی اور مقبولیت اللہ رب العزت کے نزدیک اس حد تک ہو جاتی ہے کہ ان کی طبیعت اور اعضاء و جوارح (ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، کان وغیرہ) نیکیوں سے مانوس ہو جاتے ہیں اور گناہوں سے ان سب کو پرہیز ہو جاتا ہے۔ جب یہ مقام حاصل ہو جائے تو گناہوں کے چھوڑنے اور نیکیوں کے کرنے میں گرانی اور بوجھ محسوس نہیں ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں جو یہ فرمایا کہ:۔

فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا۔	سو جب وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اس کا مطلب علمائے حدیث نے یہ بتایا ہے کہ اس کے اعضاء وجوارح (ہاتھ پاؤں وغیرہ) رضائے الٰہی کے لئے ذریعے بن جاتے ہیں اور بندہ ان کو اپنے محبوب ومحب کی ناراضگی میں استعمال نہیں کرتا ہے۔ جہاں اللہ چاہتے ہیں وہیں نظر ڈالتا ہے۔ جس چیز کے سننے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اسی کو سنتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ جانے کا حکم یا اجازت دیتے ہیں وہیں جاتا ہے۔ اور جس چیز کے چھونے یا پکڑنے کا حکم بارگاہ الٰہی سے ہوتا ہے اسی کو چھوتا اور پکڑتا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑا مقام ہے جس کو نصیب ہو جائے اس کے بڑے نصیب ہیں۔ ایسے بندہ کے لئے اللہ پاک مددگار ہوتے ہیں اس کو اپنی مرضی کے کاموں میں لگاتے اور استعمال کرتے ہیں اور اس کے لئے اعمال صالحہ کی ادائیگی اور ترقی آسان فرما دیتے ہیں۔ ایسے بندہ کا مرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ اللہ پاک اس کے سوال کو ضرور پورا فرماتے ہیں اور جن ناپسندیدہ امور واحوال اور تکالیف ومصائب سے پناہ میں رہنے کی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اپنی پناہ دیتے ہیں۔ کما فی اٰخر الحدیث وان سألنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه۔

جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوا یہ بلند مقام نوافل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور تجربہ گواہ ہے کہ نفل وہی ادا کر سکتے ہیں جو فرائض کے پابند ہوتے ہیں۔ تارک فرض کو اور نوافل کے لئے فرصت اور دھیان کہاں؟

الحَدِیْثُ التَّاسِعُ وَالثَّلٰثُوْن ۳۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَلِیْ عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَاءَ وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ۔ (حدیث حسن رواہ ابن ماجۃ والبیہقی وغیرھما)

بلا ارادہ غلطی، و بھول پر مواخذہ نہیں

(۳۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ تعالیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ بے شک

اللہ نے میرے لئے (یعنی میری وجہ سے) درگذر فرمادیا ہے میری امت سے خطا کو اور بھول کو اور ان چیزوں کو جو ان سے زبردستی کرائی جاویں۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

تشریح خطا اس کو کہتے ہیں کہ بغیر قصد و ارادہ کے کوئی ایسا کام ہو جائے جو نہ کرنا تھا۔ مثلاً روزہ رکھ کر وضو کیلئے بیٹھا اور جب کلی کرنے لگا تو بغیر ارادہ کے پانی حلق میں چلا گیا، بھول اور زبردستی کا مطلب تو سب ہی جانتے ہیں۔ اللہ پاک کا یہ خاص کرم ہے کہ خطا، بھول اور زبردستی سے کرلئے ہوئے کام پر گرفت نہیں فرماتے ہیں۔ جس کی تصریح اس حدیث مبارک میں موجود ہے۔

پوری تفصیل اور تشریح سے پہلے یہ امر ذہن نشین فرمالیجئے کہ احکام اور اعمال دو قسم کے ہیں بعض حقوق العباد سے متعلق ہیں اور بعض اللہ رب العزت کے حقوق سے متعلق ہیں جن کو حقوق اللہ کہتے ہیں۔ اگر خطاً کسی کو قتل کردے تو حسب تصریح قرآن مجید جان کا بدلہ (فدیہ) دینا ہوگا اور کفارہ ادا کرنا ہوگا اسی طرح اگر بھول کر یا خطاً کسی کا مالی نقصان کردے تو اس کا تاوان دینا ہوگا جس کی وجہ یہ ہے کہ خطا اور نسیان (بھول) سے حقوق اللہ کے بارے میں گرفت نہ ہونے کا وعدہ ہے لیکن بندوں کا جانی یا مالی نقصان کردیا ہو تو اس کی تلافی لازم ہے۔ اور حقوق اللہ میں گرفت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا بلکہ بعض مرتبہ عمل بھی باطل نہ ہوگا۔ مثلاً کسی نے روزہ میں بھول کر کھا پی لیا تو اس سے نہ روزہ ٹوٹے گا نہ اس کا گناہ ہوگا لیکن اگر نماز میں بھول کر بول پڑا تو نماز ٹوٹ جائیگی نماز توڑنے کا گناہ نہ ہوگا۔ اگر کوئی مسلمان جانور ذبح کرنے لگا اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا یاد نہ رہا اور یوں ہی ذبح کردیا تو وہ جانور حرام نہ ہوگا۔ اگر نماز کا وقت گذر گیا اور نماز پڑھنا یاد نہ رہا تو نماز چھوڑنے کا گناہ نہ ہوگا لیکن

نماز کی قضا پڑھنا واجب ہے۔ کس کس موقعہ میں خطا اور نسیان کا کیا کیا
اثر ہوتا ہوتا ہے اس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے ہم نے چند چیزوں کا
اجمالی تذکرہ کر دیا ہے حدیث شریف کو بالکل عام سمجھ کر کوئی غلط مطلب
نہ نکال لے۔

اگر زبردستی کر کے کوئی شخص کسی سے کوئی ناجائز عمل کرا دے تو
اس کے احکام میں بھی بڑی تفصیل ہے اگر کوئی شخص زبردستی کر کے کسی
مسلمان کو اسلام سے پھیرنا چاہے تو اس کے متعلق قرآن شریف میں
ارشاد ہے کہ۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖٓ
إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ
بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ
صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔
(سورہ نحل پ۱۴)

جو شخص کفر کرے اللہ کے ساتھ ایمان کے بعد
مگر وہ نہیں جب پر زبردستی کی گئی اور اس نے
زبردستی کی وجہ سے ظاہراً صرف زبان سے کفر کا
کلمہ کہدیا) مگر اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن رہا
لیکن جو کوئی دل کھول کر کافر ہوا سو ایسے
لوگوں پر غضب ہے اللہ کا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

یعنی صدق دل سے قلبی اطمینان کے ساتھ ہمیشہ ایمان پر قائم رہنا فرض
ہے۔ دل اسلام سے پھر جائے تو یہ سب سے بڑا گناہ ہے جس کی بخشش کسی طرح
نہ ہوگی، اِلّا یہ کہ پھر اسلام قبول کرے۔

اگر کوئی شخص کلمہ کفر کے لئے مجبور کرے؟ اگر کوئی شخص کسی کو زبردستی اسلام سے ہٹانا
چاہے تو دل و زبان سے مسلمان رہنا لازم ہے۔ اگر بہت ہی زیادہ سخت مجبوری
ہو جائے اور دشمنان اسلام کی طرف سے قتل کر دینے وغیرہ کا اندیشہ ہو اور ان
دشمنوں کو ظاہری طور پر راضی کرنے کی کوئی صورت سوائے اس کے نہ ہو کہ دل کو
ایمان کے ساتھ مطمئن رکھتے ہوئے صرف زبان سے کفر کا کلمہ کہہ کر گلو خلاصی کرے
اور جان چھڑا لے تو اس کی اجازت ہے ایسا شخص شرعاً مرتد نہیں ہے لیکن

پھر بھی بہتر اور افضل یہی ہے کہ زبان سے بھی کلمۂ کفر نہ نکالے چاہے جان جاتی رہے چاہے کچھ اور آفت آجائے یہ شان اہلِ عزیمت کی ہے اور عزیمت کا بڑا مرتبہ ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اجازت و رخصت پر عمل کرلیا تھا اور ان کے والدین حضرت یاسر اور حضرت بلال اور بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے سخت مصیبتیں جھیلیں بلکہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جان بھی چلی گئی مگر ان حضرات نے زبان سے بھی کلمۂ کفر نہ نکالا فرضی اللہ تعالیٰ عنہم والحقنا بھم۔ آمین یارب العٰلمین۔

الحدیث الاربعون

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِيْ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ ؛ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ (رواہ البخاری)

دنیا میں ایسے رہو جیسے پردیسی یا راہ گذرنے والا

(۴۰) ——— حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے مونڈھے کو پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں تو اس طرح رہ گویا تو پردیسی ہے بلکہ (پردیسی سے بھی بڑھ کر) راستہ چلنے والے کی طرح رہ (اس ارشاد کو نقل فرماکر) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ (دنیا کو ایسی بے ثبات چیز سمجھ کہ) جب شام ہوجائے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب صبح ہوجائے تو شام کا انتظار مت کر اور اپنے تندرستی کے زمانے سے مرض کے زمانہ کے لئے نیک عمل کرکے رکھو اور اپنی (دنیوی) زندگی سے موت کے لئے عمل کرکے رکھ (بخاری شریف)

تشریح یہ حدیث مبارک اہلِ ایمان کے لئے ایک جامع نصیحت ہے اس میں دنیا کی بے ثباتی کی طرف توجہ دلائی ہے اور مومن کو دنیا میں پردیسی کی طرح رہنے بلکہ پردیسی کی حیثیت سے بھی آگے بڑھ کر راہ گذرنے والے کی طرح رہنے کو فرمایا ہے۔ مومن کا اصل وطن جنت ہے اس کو وہیں کے لئے کوشش کرنی چاہیئے اور وہیں کے لئے کمائی کر کے بھیجتے رہنا چاہیئے۔ پردیسی غیر وطن میں نہ مکان بناتا ہے نہ ٹھاٹ جمع کرتا ہے نہ دل لگاتا ہے اس کی دُھن ہر وقت یہی رہتی ہے کہ جس طرح بھی زیادہ سے زیادہ ہو سکے کمائی کر کے اپنے وطن کو بھیج دوں اور پیچھے سے جلد ہی میں پہنچ جاؤں۔ اور جو راستے میں جا رہا ہو اس کا حال تو پردیسی سے بھی کم ہے جو اپنا دیس چھوڑ کر دوسرے کسی دیس میں پہونچ گیا وہ تو کسی سرائے اور مسافر خانہ میں ٹھیرتا اور آرام بھی کرتا ہے لیکن جسے راستے طے کرنا ہو وہ تو ذرا پیچھے مڑ کر دیکھنا اور کسی سے کھڑے ہو کر ذرا بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا جب تک منزل پر نہ پہونچ جائے آرام لینے اور کھانے پینے، کپڑے بدلنے کا نام تک نہ لے گا بالکل اسی طرح اس دنیا کو پردیس سمجھ کر مومن بندوں کو ٹھاٹ باٹھ اور بہت سامان اور بلند مکان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ جہاں چند روز رہنا ہے وہاں کسی نہ کسی طرح گذارا ہو ہی جائیگا لیکن جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لئے کمائی کر کے یہاں سے بھیجتے رہنا لازم ہے وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ "دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے"[1] جس کو دنیا کے سازوسامان سے اور دنیا کی لذتوں سے محبت ہوگی وہ ضرور اپنی آخرت بگاڑے گا، اللہ کے حقوق بھی ضائع کرے گا اور بندوں کے حقوق بھی دبائے گا۔ فرنیچر کی کثرت کا دھیان، عہدوں کے لئے رسّہ کشی، ناک اونچی کرنے کی فکر اور دکھاوے کے لئے روپیہ بہانے اور لٹانے کا مشغلہ

---

[1] حب الدنیا راس کل خطیئۃ مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۴ بحوالہ رزین۔

یہ سب اسی لئے تو ہے کہ دنیا کو وطن اصلی سمجھتے ہیں اور آخرت کے ثواب اور آخرت کے مراتب و درجات کی رغبت اور طلب بلکہ آخرت کا صحیح معنی میں یقین نہیں ہے۔

آں حضرت فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے واسطہ مروی ہے اس کو ترمذی اور بیہقی نے بھی نقل فرمایا ہے اور آخر میں یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں وَعُدَّ نَفْسَکَ فِیْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ[۱] یعنی تو اپنے کو قبر والوں میں شمار کرلے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو یہ سمجھ لے کہ میں دنیا میں رہا ہی نہیں، مجھے موت آچکی۔ اب اہل دنیا سے حقوق کی لڑائی اور لذتوں کا جنون اور اس کو پٹک اور اس کو اٹھا، بکشتم کشتا سے کچھ مطلب نہیں رہا۔ گو بظاہر دیکھے میں دنیا میں ہوں مگر آخرت کے سنبھالنے کی فکر دامن گیر ہے۔ دنیا والے اپنی دنیا کو جانیں مجھے تو اپنی آخرت سنبھالنی ہے جہاں پہونچنا ایسا یقینی ہے کہ جیسے ابھی پہونچ چکا ہوں اور وہیں سے بول رہا ہوں۔

اور بعض نسخوں میں بجائے فی اھل القبور کے من اھل القبور ہے اور مطلب دونوں کا تقریباً ایک ہی ہے۔ یہ مقولہ جو مشہور ہے کہ موتوا قبل ان تموتوا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) اور دوسرا مقولہ حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا (اس سے پہلے اپنے نفسوں کا خود حساب کرلو کہ تم سے حساب لیا جائے) ان دونوں مقولوں کا مفہوم وعد نفسک من اھل القبور کے مطلب سے ملتا جلتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۱۴۰ باب تمنی الموت وذکرہ میں اس حدیث مبارک کو اسی طرح بحوالہ بخاری نقل کیا گیا جس طرح اربعین نووی میں ہے پھر باب الامل والحرص ص۴۴۹ پر اس حدیث کو ذرا سے تغیر کے ساتھ بحوالہ بخاری نقل کیا گیا اور اس کے آخر میں "وعد نفسک فی اصحاب القبور" بھی ہے۔ بعض شراح نے فرمایا ہے کہ یہ الفاظ بخاری کی روایت میں نہیں ہیں بلکہ ترمذی اور بیہقی کی روایت میں ہیں صاحب مشکوٰۃ سے بخاری کی طرف منسوب کرنے میں تسامح ہوا ہے ۱۲

علیہ وسلم کے ارشادات کو عمل سے بھی یاد رکھتے تھے اور حافظہ میں بھی محفوظ رکھتے تھے۔ ان کو پوری زندگی دنیا سے بے رغبتی کے اسی بنیادی نکتے کی آئینہ دار تھی کہ "اپنے کو پردیسی بلکہ راہ گذر بلکہ مُردہ سمجھو" ان کے حالات وواقعات بہت زیادہ متاثر کرنے والے ہیں نصیحت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حرز جان بنالیا تھا اور آخرت کے بڑے فکرمند تھے۔ یہ بلند نصیحت ان کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

صبح ہو تو شام کا اور شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نصیحت نبویؐ کا خلاصہ سب سے عمل کرانے کے لئے اپنے لفظوں میں اس طرح ادا فرمایا کرتے تھے کہ "جب شام ہوجائے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب صبح ہوجائے تو شام کا انتظار مت کر۔"

دنیا کی بے ثباتی کا یقین کرلینا آخرت کی تیاری میں لگ جانے ہی کا دوسرا نام ہے لیکن چونکہ بہت سے ناسمجھ نفس کے دھوکہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو دنیا کو بے ثبات چیز جانتے ہیں اور باوجود اس دعوے کے آخرت کیلئے کوشش نہیں کرتے لہذا ایسے ناسمجھوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ خذ من صحتك لمرضك ومن حيوتك لموتك جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ساری زندگی کو مرنے کے بعد کام آنے والے اعمال میں خرچ کر اور خصوصیت کے ساتھ تندرستی کو بہت غنیمت سمجھو۔ مریض ہوتے دیر نہیں لگتی ہے۔ اپنی تندرستی کو جہاں تک ہوسکے آخرت کے کاموں میں لگادے۔ زبان سے یہ کہنا کہ ہم دنیا کو فانی سمجھتے ہیں اور آخرت کو باقی سمجھتے ہیں اور دنیا بے حقیقت ہے اور گندہ ہے لیکن ساتھ ہی آخرت سنوارنے کی فکر نہ کرنا اور آخرت کی باقی رہنے والی نعمتوں کے لئے عمل نہ کرنا بڑی نادانی اور جہالت وحماقت ہے۔

اعاذنا اللہ منہ

الحديث الحادی والاربعون[۴۱]

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِبْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ

(حدیث صحیح رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح)

جبتک خواہش دین کے تابع نہ ہو اسوقت تک کامل مومن نہیں

(۴۱) ———— حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے طریقے کے تابع نہ ہو (کتاب الحجۃ)

تشریح محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اقرار کر لینے کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طرزِ زندگی اور طریقِ بندگی کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ آپؐ نے جس چیز کا حکم دیا خواہ اس پر عمل کرنے کو دل نہ چاہے مگر اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ آپؐ نے جس چیز سے روکا ہے چاہے اسے ترک کرنا نفس کے تقاضے کے خلاف ہو مگر اس سے رکنا اور نفس کے تقاضے کو آپؐ کے ارشاد کے تابع کرنا ہر مومن کا فریضہ ہے۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ آپ کا ارشاد سنیں گے اور مانیں گے خواہ تنگی ہو خواہ فراخی ہو اور خواہ ہمارا دل چاہے خواہ نہ چاہے۔ الحدیث (مشکوٰۃ شریف)

شریعت طبیعت ثانیہ بن جائے فخرِ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

۴۱ ہو تالیف الامام العالم ابی القاسم اسمٰعیل بن فضل و تمام اسم الکتاب الحجۃ فی اتباع المحجۃ وعزاہ صاحب المشکوٰۃ الحدیث الی شرح السنۃ ایضاً ۱۲

کی ذاتِ گرامی مومنین کے لئے نمونۂ عمل ہے زندگی کے تمام شعبوں میں آپؐ کا اتباع لازم ہے اور جو خدا کے بندے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت رکھتے ہیں شریعتِ مطہرہ ان کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ اور اس درجہ میں پہنچ جاتے ہیں کہ ان کا نفس بھی وہی چاہتا ہے جو شریعت ان سے کرانا چاہتی ہے۔ ایمان کا کامل درجہ اور انتہائی اونچا مقام جس کی طرف اس حدیث پاک میں رہبری فرمائی گئی ہے درحقیقت قابلِ تحصیل ہے۔ اگر کسی کا نفس شرارت کرتا ہو اور آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے سے بچتا ہو تو مشق کر کے اور علماء و مشائخ سے اس سلسلہ میں رہبری حاصل کر کے نفس کو اور اس کی خواہشوں کو طریق نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پابند بناوے گو شروع شروع میں نفس کو اس میں دقت ہو گی لیکن بالآخر نفس مغلوب ہو جائے گا اور نفس کی خراب خواہشیں شدہ شدہ مٹ جائیں گی اور نفس بھی وہی چاہنے لگے گا جو دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات ہیں۔

دورِ حاضر کے مسلمان اس زمانہ کے مسلمان نفس کے پابند اور نفس کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ نفس کی خواہشوں کے سامنے احکام خداوندی کو پامال کرنے میں بہت نڈر ہیں۔ نفس چاہتا ہے کہ اپنے ماحول میں اچھی نظروں سے دیکھے جانے کے لئے داڑھی منڈائیں، انگریزی لباس پہنیں، یورپ کے طریقے پر کھائیں ایسے تمام مواقع میں نفس کی پابندی کرتے ہیں اور فخرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وضع قطع صورت و سیرت کے ساتھ زندگی گذارنے اور دنیا کے سامنے آنے کو عیب سمجھتے ہیں۔ افسوس جن چیزوں کو نفس کے ساتھ زبردستی کر کے اختیار کرنا تھا آج ان چیزوں کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور عیب سمجھتے ہیں۔

بیاہ شادی میں ناک اونچی کرنے اور برادری میں نام کرنے نیز گھر کی

عورتوں کو خوش کرنے کے لئے ایسی رسمیں برتتے ہیں جو حرام ہیں اور دوسری قوموں سے لے کر اپنے رواج میں داخل کی ہیں اور ان میں بہت سی تو ایسی ہیں جو شرک آلودہ ہیں۔ بڑے بڑے دینداری کے مدعی یہ سمجھتے ہیں کہ آج شادی کے دن ہم پر شریعت کی کوئی پابندی نہیں۔ اگر اس موقعہ پر کوئی اللہ کا سپاہی نصیحت کرے اور بیاہ شادی میں طریق محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اختیار کرنے پر زور دے تو اسے بری نظروں سے گھورتے ہیں اور دین خداوندی کے مطابق بیاہ شادی کرنے میں اپنی بے آبروئی سمجھتے ہیں اور ناک کٹ جانا خیال کرتے ہیں مسلمانو! سوچو تم کہاں سے کہاں پہونچ گئے جب تم دین پر چلنے میں بے آبروئی سمجھتے ہو تو نفس کو دین کا پابند کیونکر بنا سکتے؟ جو ہمارے لئے خداوند کریم کی طرف سے نمونہ بن کر تشریف لائے ان کا فرمانا تو یہی ہے کہ تم مومن نہ ہو گے جب تک کہ تمہاری خواہش میرے لائے ہوئے طریق کے تابع نہ ہو جائیں بار بار غور کرو اور اپنے حال کو اس کسوٹی پر جانچو۔ فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چلنے میں عزت تلاش کرنا حماقت و جہالت اور آخرت کی ذلت کا باعث ہے ؎

ان الهوى لهوى الهوان بعينه
فاذا هويت فقد لقيت هوانا

الحدیث الثانی والاربعون ۴۲

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰی مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَۃً

رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح

اللہ کی رحمت و مغفرت کتنی وسیع ہے

(۴۲) ——— حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسان! بیشک تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید لگائے رہے گا میں تجھ کو بخشوں گا تیرے گناہ جو بھی ہوں اور میں کچھ پروا نہیں کرتا ہوں اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں کو پہونچ جائیں پھر (بھی) تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے انسان۔ اگر تو اتنے گناہ لے کر میرے پاس آوے جن سے ساری زمین بھر جائے پھر مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو تو میں اتنی ہی بڑی مغفرت سے تجھ کو نوازوں گا جس سے زمین بھر جائے۔ (ترمذی)

تشریح یہ اربعین نووی کی آخری حدیث ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث مغفرت سب سے آخر میں لکھی ہے کیونکہ مومن کی زندگی کی کوششوں اور محنتوں کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ انجام

اچھا ہو جائے اور انجام کی خوبی مغفرت خداوندی کے بغیر ممکن نہیں ہے
یہ حدیث جامع کتاب اور ہر شارح اور ہر پڑھنے والے کو استغفار کی طرف متوجہ کر رہی ہے جو لغزشیں اور ظاہری و باطنی کوتاہیاں تالیف و تشریح اور تعلیم و تعلم میں واقع ہوئی ہوں ان کے لئے مغفرت طلب کر لیوے۔

یہ حدیث مومن بندوں کے لئے اعلانِ عام ہے جو شہنشاہ حقیقی کی طرف سے نشر کیا گیا ہے انسانوں سے لغزشیں اور خطائیں ہو جاتی ہیں۔ احکام کی ادائیگی میں خامی رہ جاتی ہے مواظبت اور پابندی میں فرق آجاتا ہے چھوٹے بڑے گناہ اپنی نادانی سے بندہ کر بیٹھتا ہے اللہ پاک نے اپنے بندوں کی مغفرت کے لئے ایسا عمدہ اور سستا اور آسان نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ جس میں کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا ہر شخص اس کو استعمال کر سکتا ہے۔ وروہ یہ کہ عجز و انکساری کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں مضبوط امید رکھتے ہوئے مغفرت کی دعا کر لیا کرے۔ دل میں شرمندہ اور پشیمان ہو کہ ہائے مجھ ذلیل و حقیر سے مولائے کائنات خالق موجودات تبارک و تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہو گئی اتنے سے عمل پر اللہ پاک سب کچھ بخش دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لا أبالي (یعنی بخشنے میں مجھ پر کوئی بوجھ نہیں نہ میرا کچھ نقصان ہوگا چھوٹے بڑے گناہوں کا بخش دینا برابر ہے نہ بڑا گناہ بخشنے میں کوئی مشکل ہے نہ چھوٹا گناہ معاف کرنے میں کوئی مانع ہے۔

ان الکبائر فی الغفران کاللمم گناہوں کی کثرت کی دو مثالیں ارشاد فرماتے ہوئے مومنین کو مزید تسلی دی ہے اور فرمایا کہ اگر تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ان کو جسم بنایا جائے تو زمین سے آسمان تک پہونچ جائیں اور ساری فضا (آسمان و زمین کے درمیان) کو بھر دیں تب بھی مغفرت مانگنے پر میں مغفرت کر دوں گا۔ اور اگر تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ساری زمین ان سے بھر جائے تب بھی میں بخشنے پر قادر ہوں اور سب کو بخشتا ہوں۔ تیرے گناہ زمین کو بھر سکیں گے تو میری مغفرت بھی زمین کو بھر سکتی ہے بلکہ مغفرت

تو بے انتہا ہے۔ آسمان و زمین کی وسعت اور ظرفیت اس کے سامنے ہیچ در ہیچ ہے۔

کفر و شرک کی بخشش نہ ہو گی جیسا کہ حدیث شریف کے آخر میں بطور شرط کے فرمایا ہے لا تشرک بی شیئا اور قرآن شریف میں ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (نساء) — بے شک اللہ نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دے گا اس کے علاوہ کو جس کے لئے چاہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اس عظیم الشان اعلان شاہی کو سن کر گناہوں پر دلیر ہونا جہالت ہے۔ غیرت مند غلام اپنے آقا کے شاہ مراحم و الطاف کو دیکھ کر بغاوت اور سرکشی پر نہیں اتر آیا کرتے بلکہ مزید فرمانبرداری میں ترقی کرنے کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات رات بھر کھڑے ہو کر نوافل پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے مبارک قدموں پر ورم آ گیا۔ جب کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس قدر عبادت و مجاہدہ میں کیوں کوشش و مشقت فرماتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کا سب کچھ بخش دیا ہے۔ آپؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :۔

افلا اکون عبدا شکورا — کیا پس میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟

حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتیوں کو بھی وہی طریق بندگی لازم ہے جسے ان کے ہادی و مرشد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ جن کی ذات گرامی نمونہ قرار دی گئی ہے۔ پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ استغفار کی دولت ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو گناہوں سے بچنے پر اڑے رہتے ہیں اور گاہے گاہے کبھی ان سے گناہ ہو جاتا ہے۔ اور

جو لوگ مغفرت کی خوشخبریوں کو سامنے رکھ کر گناہوں میں بڑھتے چلے جاتے ہیں ان کو کبھی استغفار کا دھیان تک نہیں آتا ہے۔ حالانکہ اس حدیث پاک میں طلب مغفرت کو مغفرت کی شرط قرار دیا گیا ہے

فائدہ

بندوں کے حقوق توبہ و استغفار سے معاف نہیں ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ حقوق اللہ جو ضائع کئے ہوں ان میں سے جن کی تلافی ہو سکتی ہے اس کی تلافی کرنے سے ہی صحیح توبہ ہوتی ہے۔ مثلاً جو نمازیں چھوڑی ہیں ان کی قضا پڑھے، اور جو روزے فرض چھوڑے ہیں ان کی قضا رکھے اور جو زکوٰۃ نہ دی ہوں ان کو ادا کرے۔ وغیر ذلک۔

وهذا آخر السطور من هذا الشرح المسطور فرغت من تاليفه يوم الجمعة وكان ذلك اليوم الثاني عشر من ايام جمادى الثانية المنسلكة في سلك شهور السنة السابعة بعد الف وثلثمائة وسبعين سنة من هجرة سيد الانبياء والمرسلين عليه اتم الصلوة واكمل التسليم من رب العلمين۔

وكنت اذذاك مقيما في بلدة كلكتة من بلاد الهند وكان ابتداء هذا الشرح قبل خمس سنين في كورة سلطان الاولياء نظام الدينؒ الواقعة في مضافات دهلى وطالت المدة في اكمال هذا الشرح الجليل لكثرة الاسفار والاشغال ولتكاسل النفس في المآل والحمد لله على اتمامه وحسن ختامه احمده وكيف لا احمده وهو الذي استحق

فی ھذا العمل العظیم وجعلنی خادمًا و شارحًا لکلمات نبیہ الرؤف الرحیم۔ اللھم فتقبل منی ھذا التالیف مع سائر تالیفاتی التی وفقتنی لھا ویسرت لی تکمیلھا واجعل اللھم اٰخرتی خیرًا من اولای ولا تخزنی یوم یبعثون وزدنی علما وعملا وتعلیما وتدریسا وتالیفًا وتصنیفا واغفر لی ولوالدی ولاٰبائی وامھاتی ولاساتذتی ومشائخی وارزقنی فضلك ولا تحرمنی اجرك اٰمین یارب العلمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین

toobaa-library.blogspot.com